ہو چکی تھی۔

"اب مجھے کپڑے پہن لینے دو" اس نے ڈھیلی اور نرم آواز میں کہا "مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میرے بارے میں تم اتنا جان چکے ہو گے۔"

میں نے ٹھوکر سے پتلون اس کی طرف اچھال دی "بس یہ پہن لو۔ اس کے بعد نمک پانی بھگتنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"یہ بربریت ہے" وہ عجلت میں پتلون پہنتے ہوئے بڑبڑایا "میرے بارے میں تم جان چکے ہو۔ اب کیا سننا چاہتے ہو؟"

"تمہارے رابطے کیا ہیں۔ یہاں کون کون تمہاری مدد کر رہا تھا؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے سرد لہجے میں پوچھا۔

"کوئی نہیں۔ ہم جہاں جاتے ہیں' اپنے طور پر کام کرنے کے راستے نکالتے ہیں" گوپال اپنے چہرے کے زخموں کو سہلاتے ہوئے بولا۔

"ہم سے تمہاری کیا مراد ہے؟" میں نے جارحانہ انداز میں سوال کیا۔

"مم۔۔۔ میں اپنے شعبے کی بات کر رہا تھا۔ ہم را کا ایک حصہ ہیں لیکن ہمارا کام کرنے کا انداز جدا ہے۔ ہم متحرک رہتے ہیں۔ اپنا مشن پورا کرتے ہیں اور تیزی سے واپس لوٹ جاتے ہیں۔"

"تمہارے شعبے کا کیا نام ہے" میں اس کے زبان سے اپنے اندازے کی تائید سننا چاہتا تھا۔

"بلیک کیٹس!" اس کے ہونٹوں سے سرسراتی ہوئی' شکست خوردہ آواز ابھری۔ اس نے کسی جنگی قیدی کی طرح اپنی پوری شناخت ظاہر کر دی تھی۔

میری اور اول خان کی نگاہیں چار ہوئیں۔ وہ یکایک مطمئن اور آسودہ نظر آنے لگا تھا۔

"اب اپنے رابطوں کی طرف آجاؤ" میں نے سختی سے کہا۔

"میں تمہارے اس سوال کا جواب دے چکا ہوں" اس کی آواز میں دوبارہ ہٹ دھرمی عود کر آئی۔

میں نے اندازہ لگایا کہ وہ بدستور اپنی زبان بند رکھنے پر تلا ہوا تھا۔ اس نے ہمیں صرف اتنا ہی بتایا تھا جو ہم اس کے زیر جامے میں لگے ہوئے ٹیگ کے ذریعے معلوم کر چکے تھے یا لگا سکتے تھے۔ اس کے نمبر کے ساتھ بی سی کے حروف واضح طور پر بلیک کیٹس کی نشان دہی کر رہے تھے۔ وہ بات اس نے آسانی سے اگل دی تھی۔ اس سے آگے وہ آسانی سے قابو میں آتا ہوا نظر نہیں آرہا تھا۔

"اپنا کام شروع کر دو!" میں نے اشارے کے منتظر آدمیوں کو ہدایت دی۔ وہ دونوں گوپال پر ٹوٹ پڑے۔

وہ مزاحمت پر تلا ہوا تھا۔ کھلے ہوئے زخم صرف اس کے چہرے پر تھے۔ جبڑی نمک پاشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی آنکھیں بھی متاثر ہو گئیں۔ اس نے کسی بھڑکے ہوئے بھیڑیے کی طرح اچھل اچھل کر پوری قوت سے چیخنا شروع کر دیا۔

رات کے گہرے سناٹے میں وہ چیخیں دور تک سنی گئی ہوں گی۔ چند ٹانیوں میں ویرا بھی تماشا دیکھنے کے لیے لوٹ آئی۔ وہ اول خان کے دفتر کے قریب واقع واش روم میں منہ ہاتھ دھو کر تازہ دم ہو چکی تھی۔ آتے ہی اس کی نظریں گوپال کی پھٹی ہوئی قمیص' بنیان اور زیر جامے پر پڑیں اور وہ پوری بات سمجھ گئی مگر اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔

نمک اور مرچوں کی جلن کے نتیجے میں گوپال نے گالیاں بکنا شروع کر دیں۔ ویرا نے لپک کر اس کی پشت پر ایک زوردار ٹھوکر رسید کی۔ وہ بلبلا اٹھا۔ ویرا شاید اس کی مزید تواضع کرتی مگر ہم نے اسے واپس بلا لیا اور پھر ہم تینوں اس سیل سے باہر نکل آئے۔

"گوپال بہت ڈھیٹ اور سخت جان ہے۔ یہ مشکل ہی سے زبان کھولے گا" اول خان بڑبڑایا۔

"اس پر صحیح کام ہو رہا ہے۔ جلد ہی نتیجہ سامنے آجائے گا" ویرا بے پروائی سے بولی "ذرا مجھے وہ کمرا تو دکھاؤ جس کے روشن دان سے سیتا نکل کر فرار ہوئی ہے۔ ابھی تک یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی کہ وہ اتنے اونچے روشن دان کی سلاخیں اکھاڑ کر کیسے بھاگ گئی۔"

"آؤ!" اول خان نے کہا اور اندھیرے میں ایک طرف ہو لیا۔

ایس ٹی ایف والے بجلی کے غیر ضروری استعمال کے عادی نہیں تھے۔ اس کمرے کے اردگرد گہرے اندھیرے کا راج تھا۔ اول خان دروازے کی کنڈی کھول کر اندر داخل ہوا پھر اس نے بٹن دبا کر اندر کا کلو ٹا بلب روشن کر دیا۔

گوپال کے سیل کے برعکس وہ کمرا اصطبل کی طرح مستطیل تھا۔ کمرے کی چوڑائی کے مقابلے میں اس کی گہرائی زیادہ تھی۔ عقبی دیوار میں لگا ہوا' سلاخوں سے محروم چوکور روشن دان نمایاں تھا۔ ویرا نے ایک نظر اس کا جائزہ لیا اور بولی "اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہاں سے فرار ہونے کا بہترین موقع میسر تھا۔ اس نے پہلی فرصت میں اس سے فائدہ اٹھا لیا اور روشن دان سے نکل کر باہر پھیلے ہوئے

Downloaded from https://paksociety.com

اندھیرے میں غائب ہوگئی۔"

"مگر وہ روشن دان تک کیسے پہنچی؟" اول خان نے پوچھا

"تم دیکھ رہی ہو کہ کمرا بالکل بے سروسامان ہے۔"

"ابھی بتاتی ہوں" اس نے یہ کہہ کر اپنے پیروں سے جوتے اتار دیے۔ فضا میں گوپال کی آوازیں بدستور گونج رہی تھیں۔

وہ بے تکا کمرا بمشکل سات آٹھ فٹ چوڑا اور تقریباً بارہ فٹ گہرا رہا ہوگا۔ ویرا نے دروازے کے پاس کھڑے کھڑے روشن دان کا جائزہ لیا اور پھر پوری قوت سے دوڑ کر گادی' عقبی دیوار سے ذرا پہلے اس نے فضا میں زقند لگائی اور روشن دان کی چوبی چوکھٹ کا نچلا حصہ مضبوطی سے پکڑ کر جھول گئی۔ لمحہ بھر کے لیے اس نے اپنا توازن درست کیا اور پھر دیوار پر پیر ٹکا کر اپنے پورے وجود کو اوپر اٹھاتی ہوئی آخر کار روشن دان کے خلا میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئی۔

"ویرا بھی آفت کی پرکالہ ہے" اول خان نے مجھ سے ستائشی لہجے میں کہا "سیتا کے فرار کا اس سے بہتر کیا عملی مظاہرہ ہو سکتا ہے۔ میں نے دونوں دیواروں کے درمیانی فاصلے اور جست کے امکان پر دھیان ہی نہیں دیا تھا۔ ویرا نے کسی تربیت یافتہ بندریا کی طرح سارا معاملہ حل کردیا۔"

"بلیک کیٹس بھی ہر گھر طاق ہوتے ہیں۔ تم نے دیکھا نہیں کہ گوپال کتنا اچھلا کسرہے۔"

اسی اثنا میں ویرا روشن دان سے فرش پر کود کر ہماری طرف آگئی اور بولی "لباس میرے لیے بھی رکاوٹ بنا ہے۔ سیتا کا کام مشکل تھا۔ اسے وہیں لٹکے رہ کر سلاخیں بھی کھانی تھیں۔ اس کے لیے کپڑوں سے چھٹکارا حاصل کرنا ضروری تھا۔"

"ایسا بھی کیا چھٹکارا کہ اس نے زیر جامے تک اتار دیے" میں نے کہا۔

"وہ یہاں کی نہیں' باہر کی ضرورت تھی۔ وہ یقیناً چوپائے کے روپ میں گئی ہوگی۔ اسے یہ اندازہ تھا کہ انسانی جلد اور کپڑے سے روشنی کا انعکاس مختلف ہوتا ہے۔ کسی اتفاق یا مجبوری کے تحت اسے کسی نیم روشن مقام سے گزرنا پڑتا تو وہ دھجیاں نمایاں ہو سکتی تھیں۔ دنیا کے مہذب ترین جانوروں کے تن پر بھی کوئی کپڑا نہیں ہوتا" ویرا بولی۔

"کپڑے چھوڑ کر جانا اس کی مجبوری اور ہماری ضرورت تھی" اول خان نے ہنستے ہوئے کہا "اس کے کپڑے ہاتھ نہ آئے ہوتے تو ہمارا یہاں تک پہنچنا ناممکن تھا۔"

روشنی گل کرکے ہم باہر آئے تو ویرا نے نیچی آواز میں پوچھا "تم اسے یہ کیوں نہیں بتاتے کہ سیتا پکڑی جاچکی ہے۔"

"میں اس کی زبان سے سب کچھ اگلوانا چاہ رہا تھا مگر اب اسے سیتا کے بارے میں بتانا پڑے گا۔ میں چند ثانیوں پہلے اس نتیجے پر پہنچ چکا ہوں۔"

ہم دوبارہ گوپال کے سیل میں پہنچے تو وہ بری طرح بلبلایا ہوا تھا۔ دونوں محافظ دور کھڑے اس کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ اس کی آنکھیں بھنچی ہوئی تھیں۔ وہ بے تکان ہذیان بک رہا تھا اور رہ رہ کر اپنا بدن پیٹ رہا تھا۔ اذیت سے اس کا برا حال تھا۔ زخموں میں لگی ہوئی آگ سرد کرنے کے لیے وہ زخموں کو رگڑ سکتا تھا نہ دبا سکتا تھا۔

"یہ تمہاری پہلی خوراک ہے" میں نے اونچی آواز میں کہا "اس کا اثر کم ہوتے ہی دوسری خوراک دے دی جائے گی۔"

"تم ذلیل' کمینے اور سور کے بچے ہو" اس نے چیخ کر جواب دیا "تم میرے پورے بدن کو نمک اور مرچوں سے بھردو پھر بھی مجھے مجبور نہیں کرسکو گے۔"

"تمہاری تجویز بری نہیں ہے" میں نے استہزائیہ لہجے میں کہا "قدرتی راستے زخموں سے زیادہ موثر ثابت ہوسکتے ہیں۔ ناک' کانوں اور دہانے میں مرچوں کی دھانس زیادہ اثر کرے گی۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی کنپٹیاں دبا کر فرش پر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔

"تم بولو یا نہ بولو' سیتا کانت بول پڑی ہے۔ اس نے بہت کچھ اگل دیا ہے۔" قدرے توقف کے بعد میں نے اس پر انکشاف کیا تو اس کی سوجی ہوئی سرخ آنکھیں میرے چہرے پر مرکوز ہوگئیں۔

"تم جھوٹے ہو۔ یہاں سیتا کانت کا کوئی وجود نہیں ہے" اس نے بے اعتباری سے کہا۔

"وہ سونیا کمال کے نام سے تمہارے پڑوس کے کمرا نمبر سات سو چار میں ٹھہری ہوئی تھی۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس کے دونوں ناموں کے مخفف ایس کے بنتے ہیں۔"

"اوہ! تو وہ واقعی پکڑی گئی" اس نے بے ساختہ کہا "تم مجھے اس سے ملوا سکتے ہو۔" سیتا کے بارے میں خبر سن کر وہ عارضی طور پر اپنی ہر تکلیف کو بھول گیا تھا۔ اس کی آنکھیں خون کبوتر کی طرح سرخ ہو رہی تھیں جن میں گہری اذیت تیر رہی تھی۔

"فی الحال ہم تمہاری کہانی سننا چاہتے ہیں تاکہ سیتا کی

Downloaded from https://paksociety.com

بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق ہو سکے۔ اس کے بعد فیصلہ کیا جائے گا کہ تمہاری اور اس کی ملاقات ہو سکتی ہے یا نہیں۔"

"اس نے اپنی زندگی گزاری ہے میں نے اپنی۔ ہم دونوں کی کہانیاں الگ الگ ہوں گی" اس نے پھر تلاباز کی کھائی۔

"ہم کو تم دونوں کی آپ بیتیوں سے کوئی سروکار نہیں ہے" اول خان غصیلی آواز میں بولا "یہ معمولی سی بات تم بھی سمجھتے ہو کہ ہمیں کیا درکار ہے۔"

"اور کان کھول کر سن لو کہ وہ کوبرا کے بارے میں بتا چکی ہے" ویرا نے لقمہ دیا۔ ایک پارحکمتِ عملی طے ہو جانے کے بعد سب کو زبان کھولنے کا موقع مل گیا تھا۔

"کوبرا!" اس کے ہونٹوں سے تحیر زدہ آواز برآمد ہوئی "سیتا اتنی کچی نہیں ہے کہ اتنی آسانی سے یہ نام اگل دیتی۔"

"تم کو اندازہ ہو جانا چاہیے کہ پچھلے چند گھنٹوں میں وہ کیسے کرب سے گزری ہوگی" ویرا بولی "اسے زبان کھولنے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔ تم بھی ان ہی مرحلوں سے گزارے جاؤ گے۔"

"وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکی ہوگی۔ ہم دونوں کے لیے کوبرا صرف ایک نام تھا" چند ثانیوں کے سکوت کے بعد وہ راہ پر آگیا۔

"وہ ایک نام تھا۔ سر سے پیر تک سیاہ نقاب اور لباس میں ملبوس ہو کر مقررہ وقت پر ہوٹل کے ایک کمرے میں تم سے ملتا تھا۔ یہ سب ہمیں معلوم ہو چکا ہے" میں نے سخت اور غصیلے لہجے میں کہا "یہ سب باتیں ہمارے علم میں ہیں۔ اب تم ہمارے صبر کا امتحان نہ لو۔ اس سے پہلا رابطہ ہونے سے اب تک کی کتھا دہراؤ الو۔"

وہ دیکھ چکا تھا کہ ہم اس کے ساتھ ہر سفاکانہ رویہ اختیار کرنے کا تہیہ کر چکے تھے۔ اس نے اپنے زخموں کو سہلا کر اور کئی بار پہلو بدل کر اپنے حواس مجتمع کیے پھر کہنا شروع کیا "ہم موناباؤ کی طرف سے اونٹ پر سفر کر کے سرحد پار آئے تھے۔ کراچی تک پہنچنے میں ہمیں دو دن لگ گئے۔"

"تو کیا تم اونٹ پر ہی کراچی پہنچے تھے؟" ویرا نے ترشی سے پوچھا۔

"اونٹ پر ہم نے صرف سرحد پار کی تھی" اس کا سارا بل نکل چکا تھا۔ "ہم مسلسل سفر کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ ہمیں راستے میں رکنا پڑا۔ ہم بسوں اور ٹرین میں خراب ہوتے کراچی تک آئے تاکہ کسی کو ہماری منزل اور ارادوں کی بھنک نہ مل سکے۔ کراچی میں ہمارے پاس صرف ایک فون نمبر تھا جس پر ہمیں کوبرا سے رابطہ کرنا تھا۔"

"وہ فون نمبر بتاؤ" میں نے اس کی بات کاٹ کر مطالبہ کیا۔

"وہ کوئی سیٹ لائٹ فون نمبر تھا۔ اس وقت مجھے یاد نہیں ہے" اس نے عذر پیش کیا۔

"ذہن پر زور دو ورنہ تم جانتے ہو کہ کیا ہوگا؟" میں نے اسے دھمکی دی۔

ایک دفعہ پسپائی کی راہ اختیار کر لینے کے بعد اس کے پاس کوئی متبادل راستہ نہیں رہا تھا۔ اسے ہر حال میں میرا وار قبول کرنا تھا۔ سو ہراج کے سیٹ لائٹ فون نمبر کا حصول میرے لیے بہت اہم تھا۔ اس کے حصول کے لیے اول خان بھی کوشاں تھا لیکن گوپال اس سلسلے میں سب سے آسان ذریعہ تھا جو ہماری گرفت میں آیا ہوا تھا۔

وہ اپنے زخموں میں نمک اور مرچوں کی جلن سے سخت بے چین تھا مگر اس کی گفتگو کے تسلسل سے یہ ثابت ہو گیا تھا کہ اس کی ساری چیخ و پکار محض نفسیاتی تھی۔ ذہنی طور پر مایوسی اور بے بسی کا شکار ہونے کے بعد اس نے غل غپاڑے کا سہارا لیا ہوا تھا ورنہ وہ جلن اس کی برداشت سے باہر نہیں تھی۔

وہ کچھ دیر تک سوچنے کی اداکاری کرتے ہوئے بڑبڑاتا رہا۔ اس کے لیے اپنے جھوٹ کا بھرم رکھنا بھی ضروری تھا۔ آخر کچھ دیر بعد اس نے چونک کر کہا "یاد آگیا" اس کے ساتھ اس نے نمبر دہرایا جو اول خان نے اسی وقت جیب سے ایک کاغذ نکال کر نوٹ کر لیا۔

"ہاں' تو تم نے اس فون نمبر پر اس سے رابطہ کیا۔ پھر کیا ہوا؟" میں نے اسے خاموش پا کر ٹوکا۔

"ہمیں فوری طور پر کراچی میں اپنا سر چھپانے کے لیے کوئی محفوظ ٹھکانا درکار تھا تاکہ ہم وہاں سے اپنا کام جاری رکھ سکیں۔ اس نے ہمیں ارجن کمار سے ملنے کی ہدایت کی۔ وہ اپنے ہوٹل میں مختارِ کل تھا۔ اس نے کسی قسم کی دستاویزی شناخت کے بغیر ہمیں ہوٹل میں کمرے مہیا کر دیے" اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

"بولتے رہو' درمیان میں رکنے کی ضرورت نہیں" ویرا غرائی "ساری ہدایات تمہیں کوبرا ہی دیتا رہا ہوگا۔"

"ہمیں کسی سے ہدایات لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہم اپنا ایک مشن لے کر آئے تھے۔ ہمیں ڈینی کو مار کر واپس لوٹ جانا تھا۔ ہم کسی سے براہِ راست رابطے میں نہیں تھے۔ یہاں کے حالات راولوں کے لیے بہت مخدوش تھے۔ ہمیں

Downloaded from https://paksociety.com

سے دور رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ہم روزانہ کوبرا کو اپنی رپورٹ دیتے تھے جو وہ اپنے رابطوں کے ذریعے دہلی پہنچا دیتا ہوگا۔"

"اپنے مشن کے بارے میں تم نے کیا' کیا۔ ڈینی کو خراش تک نہیں آئی مگر میرا بازو زخمی ہوگیا" اول خان نے پوچھا۔

"ڈینی زیرِ زمین تھا۔ تم اور جہانگیر ہمارے سامنے تھے۔ تم دونوں میں سے کسی ایک کے ذریعے ڈینی تک رسائی ممکن تھی" اس نے دھیمی آواز میں کہا "دورانِ سفر سیتا نے فائر کرکے تمہیں دانستہ زخمی کیا تھا۔ یوں گلشن کا ایک گھر ہماری نظروں میں آگیا۔ ہم نے دو لڑکیوں کو الگ الگ اس گھر میں اور جہانگیر کے فلیٹ پر بھیجا لیکن وہ دونوں ناکام لوٹیں۔"

وہ بالکل وہی سب بتا رہا تھا جو پہلے ہی ہمارے ذہنوں میں آچکا تھا۔ مجھے یہ جان کر سکون ہوا تھا کہ اس نے سویر لڑکیوں کو ناکام قرار دیا تھا۔ یقینی طور پر سیتا کی بھی وہی رائے رہی ہوگی۔ ہمارے گھر آنے والی ناتجربہ کار اور ضرورت مند لڑکی نے ویرا کے رنگ اور خدوخال کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ اس کا واضح مطلب یہ تھا کہ صبح کے اخبارات میں ہمارے بارے میں اشتہار شائع ہونے کے بعد سیتا امریکیوں کو ہمارے گھر کی طرف متوجہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ وہ ایک بہت بڑا اور سنگین خطرہ تھا جو سر سے ٹلتا ہوا نظر آرہا تھا۔

"لڑکیوں کی ناکامی کے بعد کوبرا نے تمہیں کیا مشورہ دیا تھا؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"چھپے ہوئے دشمن سے ہر ایک خوف زدہ رہتا ہے۔ کوبرا بھی پریشان تھا۔ صرف میں تمہیں پہچانتا تھا کیونکہ میں نے دہلی میں تمہیں مظہر خان کے روپ میں دیکھا ہوا تھا۔ کوبرا اور سیتا کے لیے تم صرف ایک نام تھے۔ اس کی رائے تھی کہ اول خان کو اٹھالیا جائے اور اس کے ذریعے تم تک پہنچنے کے بعد خاموشی سے اسے ماردیا جائے" گوپال نے میرے چہرے پر نظریں جما کر کہا۔ وہ سب اگلنے سے پہلے اس نے مجھ سے اپنی زندگی کے بارے میں کوئی یقین دہانی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ ہمیں جو کچھ کرنا ہوگا' ہر حال میں وہی کریں گے۔ ضرورت کے تحت استعمال کیے گئے کھوکھلے الفاظ کسی بھی طرح اس کی زندگی کی ضمانت نہیں بن سکتے تھے۔ صاف اور سیدھی باتیں کرکے وہ اپنی ہی زندگی کو دردناک بننے سے بچا سکتا تھا۔

کوبرا کا ارادہ بہت بھیانک تھا۔ میں نے پوچھا "وہ تم سے ہوٹل کے کس کمرے میں ملتا تھا؟"

"اس سوال کا بلکہ سارے سوالوں کے جواب تمہیں سیتا سے بھی مل چکے ہوں گے پھر تم مجھے اتنا کیوں کرید رہے ہو؟" میں نے بے بسی سے سوال کیا۔

"تمہاری سچائی پرکھنے کے لیے تم دونوں کے جوابوں کا موازنہ ضروری ہے" میں نے کہا "وہ جرح سے گزر چکی۔ اب تمہاری باری ہے۔"

"ہر بار نیا کمرا ہوتا تھا۔ وہ ملاقات سے پندرہ منٹ پہلے ہوٹل کے انٹرکام پر مجھے اپنے کمرے کا نمبر بتاتا تھا" گوپال نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔

سوبھراج بہت چالاک تھا۔ وہ حشمت کے نام سے ہوٹل کے جس کمرے میں ٹھہرتا تھا اسی میں کوبرا بن کر گوپال سے ملتا تو اسے لامحالہ یہ معلوم ہوجاتا کہ حشمت ہی کوبرا ہے۔ وہ ارجن کا قریبی دوست تھا اس لیے کوبرا بن کر تھوڑی دیر کے لیے ہوٹل کا کوئی بھی خالی کمرا استعمال کرلیتا ہوگا۔ یہ راز اس کے اور ارجن کے درمیان رہتا تھا۔ کسی کو کانوں کان بھی پتا نہیں چلتا ہوگا کہ سوبھراج ہوٹل میں کیا کھیل کھیل رہا تھا۔

"کوبرا کے علاوہ کراچی میں تمہارے اور کن لوگوں سے رابطے تھے؟" میں نے ایک نئی سمت میں پیش قدمی کی نیت سے پوچھا۔

"میں کئی بار کہہ چکا ہوں کہ ہم کسی اور سے رابطے میں نہیں تھے" اس نے جھلا کر جواب دیا "ہمیں اپنے ہر آدمی سے دور رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ کوبرا جیسے کسی سہارے کے لیے ہم مجبور تھے۔ اس کے بغیر ہمیں کوئی ٹھکانا نہیں مل سکتا تھا۔"

"لیکن سیتا ہوٹل میں لڑکوں کے ساتھ تفریح کرتی رہتی تھی" میں نے محتاط الفاظ میں کہا۔

"لڑکوں کے ساتھ نہیں' اس نے صرف ایک لڑکے سے وقت گزاری کے لیے دوستی کی تھی۔ اس بارے میں وہی تم کو جواب دے گی۔"

"بار بار اس کا ذکر مت کرو" میں نے بے اعتنائی سے اسے ڈانٹ دیا "جو سوال تم سے کیا گیا ہے' اس کا جواب دو' وہ لڑکا کون ہے؟"

"گلاب خان نامی کسی ٹرانسپورٹر کا بیٹا ہے۔ یونیورسٹی میں پڑھ رہا ہے" اس نے کہا "یہ باتیں سیتا نے مجھے بتائی تھیں۔ وہ عمر میں سیتا سے چھوٹا ہے اور بہت سنجیدگی سے اسے اپنانا چاہتا ہے۔" سیتا دل کھول کر اس سے کھیل رہی تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

اس شام کا واقعہ میرے ذہن میں تازہ تھا۔ سرور نے سیتا کو ہوٹل کے کیفے میں شاید اسی لڑکے کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔ میرے لیے اس بارے میں گوپال کا جواب کافی تھا۔ مزید کریدنے کی صورت میں کوئی نہ کوئی خرابی پیدا ہونے کا احتمال تھا۔

مجھے خاموش پاکر ویرا کو بولنے کا موقع مل گیا "یہ سب باتیں ہوگئیں۔ اب ذرا میری بھی ایک الجھن دور کردو۔ تم جہانگیر کے گھر کیسے پہنچ گئے؟"

اس نے ٹکٹکی باندھ کر ویرا کو گھورا پھر بولا "مجھے تم دونوں سے عداوت ہے مگر میں پھر بھی تمہارے سوالوں کے جواب دینے پر مجبور ہوں۔ جہانگیر روپوش نہیں ہے۔ کھلی زندگی گزارتا ہے۔ دواؤں کی دکان چلا رہا تھا۔ ذرا سی محنت سے اس کا پتا مل گیا۔ میں نے تمہاری الجھن دور کردی اب تم بھی میری سب سے بڑی الجھن دور کردو۔ مجھے یہ بتادو کہ مجھے کب تک زندہ رکھا جائے گا؟"

"کیا تم اپنی زندگی سے اتنے ناامید ہو؟" اول خان نے حیرت سے پوچھا۔

"جب ڈینی نے میرے ہوٹل کے کمرے میں مجھے زیر کیا تھا' میں نے اسی لمحے اپنی زندگی کی ہر آس توڑ دی تھی۔ پتا نہیں میں اب تک کیسے زندہ ہوں؟"

"زندگی سے اتنے مایوس ہو تو یہ سب باتیں کیوں بتا رہے ہو؟" اول خان کے اس بے تکے سوال پر میں غصے سے بل کھا کر رہ گیا۔

"تم لوگ بہت ظالم اور سفاک ہو۔ میں اپنی زندگی کے آخری دنوں یا گھنٹوں کو دردناک نہیں بنانا چاہتا۔ جب سیتا نے سب کچھ تمہیں بتا ہی دیا ہے تو میں کیوں اکیلا پستا رہوں۔ میں سارے بھارت کا ٹھیکے دار تو نہیں ہوں" اس کی آواز میں ایک ہولناک لاتعلقی اتر آئی تھی۔

گوپال کا جواب سن کر میرا غصہ زائل ہوگیا۔ موت کو سر پر منڈلاتا ہوا دیکھ کر اس نے اپنی ذات میں سمٹنا شروع کردیا تھا۔ کسی براہِ راست سوال کے بغیر وہ اپنے خول سے باہر آکر اس ذہنی کیفیت کا اظہار نہیں کرسکتا تھا۔

"اس کے زخموں کو دھو کر اچھی طرح صاف کردو اور کھانا بھی دے دو" میں نے ایس ٹی ایف کے آدمیوں کو ہدایت دی۔

میں واپسی کے لیے مڑا اور پھر پلٹ پڑا۔ واقعات اتنی تیزی کے ساتھ رونما ہوئے تھے کہ بہت سی باتیں میں ذہن میں دھندلا گئی تھیں۔ میں نے گوپال کو گھورتے ہوئے درشت لہجے میں پوچھا "آج شام تم نے صدر کے علاقے کے ایک پیشاب خانے میں کس کی ہدایت پر بم رکھا تھا؟"

"یہاں دہشت پھیلانے کے لیے وہ میرا اپنا خیال تھا جس کی کوبرا نے تائید کی تھی۔"

"سیتا اس پروگرام سے بے خبر کیوں تھی؟" میں نے اسے سلگانے کے لیے سوال کیا۔

"وہ جھوٹی ہے۔ اپنی کھال بچانے کے لیے جھوٹ بول رہی ہے" وہ غصے سے تقریباً چیخ پڑا "اسے ایک ایک بات کا پورا علم ہے۔"

"اسے اس جھوٹ کا خمیازہ بھگتنا ہوگا" میں نے سرد لہجے میں کہا "اب یہ بتاؤ کہ تم نے ہوٹل کے پبلک فون بوتھ سے سوا چھ بجے کسے فون کیا تھا؟"

"وہ طے شدہ فون کال تھی۔ اس وقت مجھے کوبرا سے بات کرنی تھی" اس نے مختصر سا جواب دیا۔

"اس گفتگو کا موضوع کیا تھا؟" میں نے زور دے کر سوال کیا۔

"میرا رکھا ہوا ٹائم بم پانچ بجے پھٹنا تھا۔ سوا چھ بجے مجھے کوبرا سے اس کے نتیجے کی اطلاع ملنی تھی۔ اس نے بتایا کہ مقررہ جگہ پر کوئی دھماکا نہیں ہوا۔ میرا ماتھا اسی وقت ٹھنک گیا تھا کہ کوئی ہمارے پیچھے لگ چکا ہے۔ جس نے بروقت بم کو ناکارہ بنادیا ہوگا" اپنے تحفظ کے لیے وہ ہر بات بلا تکان اگلے جارہا تھا۔

"اس ناکامی پر کوبرا برہم ہوا ہوگا؟" میں نے تصدیق چاہی۔

اس نے اپنے سر کو نفی میں جنبش دیتے ہوئے کہا "وہ مایوس ضرور ہوا تھا' اسے مجھ پر برہم ہونے کا حق نہیں تھا۔"

وہ مسلسل اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ اس کے لیے کوبرا بیچ کا ایک آدمی تھا جو ان دونوں اور دہلی کے درمیان رابطے کا کام انجام دے رہا تھا۔ اسے کراچی آئے ہوئے بلیک کیٹس پر کسی قسم کی کوئی بالادستی حاصل نہیں تھی۔ وہ دونوں پوری رازداری کے ساتھ کراچی آئے تھے اور اپنا مشن پورا کرکے دہلی لوٹ جانے والے تھے جبکہ حقائق اس کے بالکل برعکس تھے۔

کوبرا کے نک سے اتنے گہرے مراسم تھے کہ وہی نک کی فیلڈ فورس کا نگراں تھا اور نک مجھے کرنل داور کے روپ میں ایس ٹی ایف سے توڑ کر اسی کی تحویل میں دینا چاہ رہا تھا۔ کوبرا نے نک کو بلیک کیٹس کی آمد اور پروگرام سے اس حد تک باخبر رکھا ہوا تھا کہ نک نے انہیں ڈینی کے لہو کے المیے

Downloaded From https://paksociety.com

یاسوں کا خطاب دیا تھا جو اپنے حریف کو سنبھلنے کی مہلت
ئے بغیر اس پر مہلک وار کرتے ہیں اور اس کا کام تمام کرکے
نہی سے غائب ہوجاتے ہیں۔

جب میں نے نک کو یہ بتایا کہ بلیک کیٹس وہاں نہیں
ے جہاں ان کو رکھا گیا تھا اور ڈیبی اپنے لہو کے پیاسوں کو
ماموشی سے لے اڑا تھا تو نک حواس باختہ ہوکر یہ تک بھول
گیا تھا کہ وہ کرنل داور سے کس موڈ اور انداز میں باتیں کرتا
رہا تھا۔ اس کی وہ بدحواسی بلیک کیٹس کے مشن سے اس کی
گہری جذباتی وابستگی کی غماز تھی جسے جھٹلانا ممکن نہیں تھا
لین میں نے اس مرحلے پر وہ باتیں گوپال کے علم میں
ناسب نہیں سمجھا۔

صدف مینشن کی طرح اسٹیشن فور کا ماحول بہت زیادہ
ہانک اور اعصاب شکن نہیں تھا لیکن میرا تجربہ بتاتا تھا کہ
یاں آنے والوں کے بہت جلد چھکے چھوٹ جاتے تھے۔ ماضی
ریب میں وہاں آنے والوں میں سے کوئی بھی زیادہ دیر تک
مارے تشدد اور نفسیاتی حربوں کے سامنے نہیں ٹھہر سکا تھا۔
ی حال گوپال کا بھی ہوا تھا۔

ابتدا میں وہ بہت ڈھیٹ، سخت جان اور ضدی نظر آیا تھا
لین اپنی زبان اور حلق کی ساری قوتیں آزادانہ طور پر
ستعمال کرکے اس نے سمجھ لیا کہ اس بند کوٹھڑی کے بے
حم در و دیوار کے باہر اس کی صدائے درد کوئی نہیں سنے گا
اب اس نے یہ سنا کہ سیتا کانت نے پکڑے جانے کے بعد
ب کچھ اگل دیا ہے تو وہ اندر سے ٹوٹ پھوٹ کر رہ گیا۔ میں
نے سیتا کے حوالے سے اسے چند ایسی کلیدی باتیں بتائیں جو
مارے اندازوں اور مشاہدوں کا نتیجہ تھیں۔ سیتا ہمیں ایک
لط بھی بتائے بغیر ایس ٹی ایف کی قید سے فرار ہوچکی تھی
لین اس کا نام استعمال کرنے کا مثبت نتیجہ ہمارے سامنے
ا۔ گوپال راج یکایک بولنے پر آمادہ ہوگیا تھا اور مسلسل
لے جارہا تھا۔

اسے تشدد سے زیادہ سیتا کے مفروضہ انحراف نے دل
تہ کیا تھا۔

"اب غور سے میری بات سنو اور پوری ایمان داری
ے بتاؤ کہ اگر تم کو یہاں سے نجات مل جائے تو تم کہاں جاؤ
ے۔" میں نے اس سے پوچھا۔

اس نے چونک کر میری طرف دیکھا اور طنز سے سوال
یا "اب تم میرا مضحکہ اڑا رہے ہو۔ کیا یہاں سے نجات ملنی
ن ہے!" اس کا مجروح اور متورم چہرہ حیرت سے مزید بگڑ گیا
۔

"تم فرار ہوسکتے ہو۔ تم نے تعاون کیا ہے۔ میں تم کو رہا
بھی کرسکتا ہوں۔"

اس نے زہریلے انداز میں ہنس کر میری بات اڑا دی
"تم اور مجھے رہا کرسکتے ہو! ڈیبی! یہ باتیں مجھے نہ سناؤ۔ میں
تمہاری حرکتوں اور شعبدوں کے بہت چرچے سن چکا ہوں۔"

"چلو' ایسا نہیں ہوگا۔" میں نے بحث میں پڑنے کے
بجائے بات سمیٹی "بالفرض محال ہو ہی جائے تو تم کہاں جاؤ
گے۔"

"میرے پاس کوئی محفوظ ٹھکانا ہوتا تو وہاں قدم جما کر
دوبارہ تمہاری تلاش شروع کردیتا مگر ایسا نہیں ہے۔ کوبرا پر
مجھے بھروسا نہیں ہے۔ سارا بگاڑ اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اس
کی کسی غلطی سے ارجن مارا گیا اور وہیں سے ہماری بازی
بگڑتی چلی گئی۔ اس سے دوبارہ رجوع کرنے کے بجائے میں
خاموشی سے سرحد پار نکلنے کو ترجیح دوں گا۔"

"اور یہی صورت سیتا کے ساتھ پیش آئے تو کیا ہوگا؟"
میں نے اگلا سوال کیا۔

"تم نے اس سے یہ سوال پوچھا تھا؟" گوپال نے اپنی
نظریں میرے چہرے پر گاڑ دیں۔

"نہیں!" میں نے پوری ایمان داری سے اپنا سر ہلا دیا
"یہ خیال مجھے ابھی آیا ہے۔"

"وہ رنگین مزاج ہے۔" گوپال نے تلخی سے کہا "اسے
خوب صورت لڑکی ہونے کے سارے فائدے حاصل ہیں۔
وہ سیدھی اپنے عاشق کے پاس جائے گی اور کچھ روز تک اس
جوان لڑکے کے ساتھ رنگ رلیاں منانے کے بعد وہ تمہیں
مارنے کی کوشش کرے گی یا سرحد پار نکل جائے گی۔"

"تو کیا وہ بھی کوبرا سے رجوع نہیں کرے گی؟" میں نے
حیرت سے پوچھا۔

"وہ شاید اسے فون کرلے لیکن اس کے کسی مشورے پر
اعتبار نہیں کرے گی۔ کوبرا کے بارے میں جو کچھ میں نے کہا
ہے وہی سیتا کی بھی رائے تھی۔ ارجن کے مارے جانے کے
بعد وہ ہم سے نہیں ملا۔ ان دونوں میں گہرا تعلق تھا۔ ارجن
کی موت نے مجھے اور سیتا کو تشویش میں مبتلا کردیا تھا۔"
گوپال نے بتایا۔

"شکریہ گوپال!" میں نے نرمی سے کہا "تم قیدی ضرور
ہو مگر مراعات یافتہ۔ تمہیں کسی دوسرے کمرے میں بستر کے
ساتھ سہولتیں بھی فراہم کی جائیں گی۔"

ہم تینوں اس کے تنگ سیل سے باہر نکل آئے۔

"کمال ہوگیا۔" سیل سے کچھ دور نکل آنے کے بعد

Downloaded from https://paksociety.com

ویرا نے مسرت آمیز حیرت سے کہا "مجھے امید نہیں تھی کہ وہ اس قدر کھل کر بولنے پر آمادہ ہو جائے گا۔"

"وہ کھل کر بولنے یا خاموش رہنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ڈینی نے اس کے ذہن میں یہ خوف بٹھا دیا تھا کہ سیتا اپنی زبان کھول چکی ہے۔ اسے خوف لاحق ہو گیا تھا کہ وہ کہیں جھوٹ بولا تو سیتا کے بیان کی روشنی میں ہم اس کا جھوٹ پکڑ لیں گے اور وہ دوبارہ تشدد کا شکار ہو جائے گا۔" اول خان نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سرور اور اس کے آدمی کیا کر رہے ہیں۔" میں نے اول خان سے پوچھا۔

"ریلوے اسٹیشن کے آس پاس واقع' سستے رہائشی ہوٹلوں میں سیتا کو تلاش کر رہے ہیں۔" اس نے بتایا۔

"کسی کو بلکہ سرور کو ہی گلاب خان ٹرانسپورٹر کی تلاش پر مامور کر دو۔ گوپال نے اس کے لڑکے کی صحیح نشان دہی کی ہے۔ سرور نے سیتا کو بہت قریب سے دیکھا ہوا ہے۔ وہ وہاں ہوئی تو سرور اسے آسانی سے پہچان لے گا۔"

"وہ وہاں کیسے جا سکتی ہے۔ وہ جس حالت میں بھاگی ہے' اسے راستے ہی سے کسی نے اچک لیا ہو گا۔" ویرا نے بے پروائی سے کہا۔

"وہ کوئی عام عورت نہیں' بلیک کیٹ ہے۔ اپنے بدن کی رشوت دے کر اس نے اپنے ہمدرد کو گھن چکر بنایا ہو گا اور پھر اپنی راہ ہولی ہو گی۔" میں نے زور دے کر کہا "گوپال نے اس کے بارے میں بالکل صحیح اور بے ساختہ نشان دہی کی ہے۔ اس وقت وہ وہیں روپوش ہو سکتی ہے۔"

گوپال سے ہونے والی پوری گفتگو بہت اہم رہی تھی۔ اس نے سیتا کے ممکنہ ٹھکانے کی نشان دہی کرنے کے ساتھ یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ سیتا ہمارے بارے میں امریکیوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ ہمیں دونوں بلیک کیٹس کے نام اور کوڈ معلوم ہو گئے تھے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ہمیں سوبھراج یا کوبرا کا سیٹ لائٹ فون نمبر مل گیا تھا جس کے لیے اول خان بھی پریشان تھا۔

رات بہت گہری ہو چکی تھی۔ مجھے شدت سے بستر کی طلب محسوس ہو رہی تھی۔ یہی حال ویرا کا بھی تھا۔ تکان کی وجہ سے ہم تینوں میں سے کوئی بھی مزید ذہنی یا جسمانی مشقت برداشت کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہا تھا۔ ہم صرف اتنی دیر کے لیے اول خان کے دفتر میں رکے کہ وہ اپنے ریڈیو روم کے عملے کے ذریعے سرور کو تلاش کر سکے۔ ذرا سی دیر میں اول خان کے دفتری ٹیلی فون پر سرور کی کال آ گئی۔ اسے اس وقت تک سیتا کی تلاش کی مہم میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

اول خان نے اسے گلاب خان ٹرانسپورٹر کے بیٹے کی تلاش کے بارے میں مختصر مگر جامع ہدایات دیں پھر ہم واپسی کے لیے اٹھ گئے۔

○✲○

وہ بہت بڑا گھر نہیں تھا لیکن مناسب رقبے پر بہت قرینے سے بنایا گیا تھا اور باہر سے ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ اس گھر کے مکین اپنے ذوق کی تسکین کے لیے وافر وسائل کے مالک تھے اور اپنے ان وسائل کو استعمال کرنے کا سلیقہ بھی جانتے تھے۔

میں نے کنکریٹ کے ستون پر لگا ہوا' گھنٹی کا بٹن دبایا تو لمحہ بھر بعد ہی سیاہ آہنی پھاٹک کا دروازہ کھول کر لیشیا کی قمیص شلوار میں ملبوس ایک روایتی پٹھان برآمد ہوا "آپ لوگ کو کس سے ملنا ہے۔" اس کے منہ سے قواعد سے آزاد مگر صاف ستھری اردو سن کر مجھے خوشی ہوئی۔

"ہمیں سربلند خان سے ملنا ہے۔" سلطان شاہ نے بہت نرم آواز میں کہا۔

اچانک اندر سے ایک درشت مردانہ آواز ابھری۔ الفاظ لہجے لیے نامانوس تھے مگر وہ گلاب خان ٹرانسپورٹر کا گھر تھا۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ اندر سے پشتو میں سوال کیا گیا تھا۔ ہمارا مخاطب اس آواز پر پلٹ کر پشتو ہی میں کچھ بولا۔ اس کے کہے ہوئے فقرے میں صرف سربلند خان کا نام میرے پلے پڑ سکا۔

سلطان شاہ ان مکالموں کو بخوبی سمجھ رہا تھا۔ اپنے مخاطب کی بات پوری ہوتے ہی وہ بدافغانہ انداز میں بولا۔ "برادر خان! ہم چھوٹے خان کے دشمن نہیں' دوست ہیں اور اس سے ذرا سی دیر کے لیے ملنے کے لیے آئے ہیں۔"

اندر کے پختہ فرش پر قدموں کی وزنی آہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ چند ثانیوں بعد ایک دراز قامت' سرخ و سفید اور پرشکوہ شخص ہمارے سامنے آ گیا جس کی کنپٹیوں کے بالوں میں عمر اور تجربے کی سفیدی جھلکنی شروع ہو گئی تھی۔ لیشیا کے کپڑوں والے نے جس ادب و احترام سے اس کے لیے جگہ چھوڑی تھی اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ نووارد ہی صاحب خانہ یعنی گلاب خان ہو سکتا تھا۔

اس نے آتے ہی اونچی آواز میں السلام علیکم کہہ کر اپنا داہنا ہاتھ مصافحے کے لیے میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے وعلیکم السلام کہہ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ اس کی ہتھیلیاں بہت زیادہ بھری ہوئی اور نرم تھیں مگر اس کے ہاتھ کی گرفت

Downloaded from https://paksociety.com

میں مجھے اپنے ہاتھ کی ہڈیاں چٹختی سی محسوس ہوئیں۔ اس کے ہونٹوں پر تیکھی سی دوستانہ مسکراہٹ تھی مگر اس کی عقابی آنکھیں بہت غور سے میرا سر سے پیر تک جائزہ لے رہی تھیں۔ شاید وہ اپنے گہرے مشاہدے سے سلطان شاہ کے دوستی کے دعوے کی تصدیق کرنا چاہ رہا تھا۔

مجھ سے گرمجوش مصافحے کے بعد وہ سلطان شاہ کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے پرتپاک انداز میں پشتو کے کچھ رسمی فقرے ادا کیے جن میں سنگاحال، سنگڑے، جوڑے، ماشے جیسے مانوس الفاظ بھی شامل تھے۔ "میں گلاب خان ہوں۔" خود اس نے اپنا تعارف کرایا۔

اوئے بچہ!" تعارف کراتے ہی گلاب نے وہیں کھڑے کھڑے، پلٹ کر اونچی آواز میں کسی کو پکارا "دیکھ، تیرا دو مہمان لوگ آیا ہے۔"

اس نے سلطان شاہ کا ہاتھ نہیں چھوڑا۔ اسے تھامے تھامے ڈیلی دروازے سے اندر داخل ہوگیا۔ میں نے بھی خاموشی سے ان دونوں کی تقلید کی۔ گلاب خان کا وہ استقبالیہ انداز میری توقعات سے بہت زیادہ خوش گوار ثابت ہو رہا تھا۔

مکان کے پورچ کی گہرائی زیادہ نہیں تھی لیکن وہ کافی چوڑا تھا۔ وہاں دو بچارو کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک تین دروازوں والی تھی۔ دوسری پانچ دروازوں والی بڑی گاڑی تھی۔

مختصر سے برآمدے سے گزر کر ہم ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے تو اس کی تزئین دیکھ کر میرا دل خوش ہوگیا۔ وہاں مغربی طرز کی کوئی چیز نام کو نہیں تھی۔ پورے کمرے کے سائز کا خوب صورت اصفہانی قالین فرش پر بچھا ہوا تھا۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ دبیز اور بیش قیمت قالین آرڈر دے کر کمرے کے سائز کے مطابق بنوایا گیا تھا۔ قالین پر پردے کے ساتھ جا بہ جا مخمل کے گاؤ تکیے اور کشن رکھے ہوئے تھے۔ گلاب خان نے اندر جانے سے پہلے اپنی چپلیں باہر اتار دیں اور تپاک سے ہمیں اندر مدعو کیا۔ ہم دونوں بھی جوتے اتار کر اس مشرقی ڈرائنگ روم میں داخل ہوگئے۔ ملیشیا کے کپڑوں میں ملبوس شخص شاید اس گھر کا ملازم تھا۔ وہ باہر ہی رک گیا۔

گلاب خان کی آواز اتنی گرج دار تھی کہ پورے گھر میں سنائی گئی تھی۔ ہم ڈرائنگ روم میں پوری طرح بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ اندرونی دروازے سے ایک جواں سال اور تندرست لڑکا مودبانہ انداز میں نمودار ہوا۔ اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی اونچی آواز میں اور روایتی انداز میں سلام کیا تھا۔

"دیکھ بچہ تیرے دوست آئے ہیں۔" گلاب خان نے غیر ضروری طور پر آگاہ کیا اور پھر سربلند خان کے چہرے پر اجنبیت کے آثار دیکھ کر چونک پڑا۔ لمحہ بھر بعد اس کے ہونٹوں سے پرتشویش اور دھیمی آواز برآمد ہوئی تھی "یہ کیسے دوست ہیں کہ تو انہیں نہیں پہچانتا۔"

"ہاں بابا! میں ان دونوں کو پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔" اس نے آہستگی سے کہا اور باری باری ہم دونوں سے ہاتھ ملانے کے بعد پوچھا "کیا ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔"

گلاب خان اس صورت حال سے بھڑکا ہوا نظر آرہا تھا۔ اس کی گہری سیاہ آنکھیں اپنے ڈھیلوں میں تیزی سے حرکت کر رہی تھیں۔

"دوستی کا تعلق جان پہچان سے نہیں ہوتا۔" میں نے ایک نرم مسکراہٹ کے ساتھ کہا "دوستی رویے کا نام ہوتا ہے۔ تم بالکل بے فکر رہو۔ ہم تمہیں نقصان پہنچانے کے ارادے سے نہیں آئے ہیں۔ تنخلئے میں تم سے کچھ باتیں کرنے آئے ہیں۔" گلاب خان کی گھن گرج سن لینے کے بعد میری یہ امید دم توڑ گئی تھی کہ اس کے بیٹے نے اس ماحول میں سیتا کو پناہ دینے کی ہمت کی ہو۔

"میں تخلیہ مخلیہ کچھ نہیں جانتا۔" گلاب خان بگڑ گیا "میرے بچے سے جو بات کرنی ہے، میرے سامنے کرو۔"

"خانا! تم سمجھ دار آدمی ہو۔" سلطان شاہ نے اسے سمجھانا چاہا "مرد بچے جب بڑے ہو جاتے ہیں تو ان کی ساری باتیں ماں باپ کے علم میں نہیں رہتیں۔ ان کی اپنی ایک دنیا ہوتی ہے جس میں وہ اپنے بڑوں کو شریک نہیں کرتے۔ ہمیں سربلند سے بہت مختصر سی بات کرنی ہے۔"

خان نے گھور کر اپنے بیٹے کی طرف دیکھا۔ اس نے سعادت مندی سے اپنا سر جھکا لیا اور کمزور آواز میں بولا "بابا! مجھے پتا نہیں کہ یہ دونوں کون ہیں، کہاں سے آئے ہیں اور کیا بات کرنا چاہتے ہیں۔ تم یقین کرو کہ میں نے کہیں کوئی گڑبڑ نہیں کی۔"

"تم کون ہو؟" اپنے بیٹے کی وضاحت سن کر خان ہماری طرف متوجہ ہوگیا "پولیس والے یا سی آئی ڈی والے!"

"میرا نام ارشد ہے، یہ احمد ہے۔" میں نے فرضی ناموں سے اپنا اور سلطان شاہ کا تعارف کرایا "ہمارا پولیس، سی آئی ڈی یا کسی اور سرکاری محکمے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم ایک فلاحی ادارے کے کارکن ہیں۔ ایک یتیم یا گل لڑکی کی

Downloaded from https://paksociety.com

تلاش میں ہیں جو کل رات ہمارے اسپتال سے نکل کر کہیں بھاگ گئی ہے۔"

"تم کو خدا سمجھے۔" گلاب خان بے ساختہ بولا "میرا بچہ بہت شریف..... اور متقی ہے۔ پاگل لڑکی سے اس کا کیا واسطہ۔ تم بلاوجہ یہاں اپنا وقت برباد کررہے ہو۔ یہ بات تم نے مجھے پہلے ہی بتادی ہوتی تو میں تمہیں اندر بھی نہ بلاتا۔ باہر سے جواب دے کر رخصت کردیتا۔"

گلاب خان کی توجہ میری طرف مرکوز تھی۔ میں سرہلند کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کررہا تھا۔ اپنے باپ کا تیکھا جواب سن کر اس کے چہرے پر فکر اور تشویش کی پرچھائیاں لرزنے لگی تھیں۔ اس کی ناتجربے کاری کی وجہ سے مجھے یہ اندازہ لگانے میں قطعی کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی کہ دال میں کچھ نہ کچھ کالا ضرور تھا۔ لڑکی کے ذکر پر سرہلند پریشان ہوگیا تھا۔

"تم ناراض ہورہے ہو تو ہم چلے جاتے ہیں۔" میں نے کھلے دل کے ساتھ کہا "معاملہ ایک جوان اور دیوانی لڑکی کا ہے۔ سونیا بھی کسی گھر کی عزت و آبرو ہے۔ وہ غلط ہاتھوں میں پڑگئی تو اس کی زندگی تباہ ہوجائے گی اور اس کے گھر والے صدمے سے رو رو کر مرجائیں گے۔"

میں نے جان بوجھ کر سونیا کا نام لیا تھا۔ وہ ہوٹل میں اسی نام سے ٹھہری ہوئی تھی۔ اس نے سرہلند سے اپنا تعارف اسی حیثیت سے کرایا ہوگا۔ نام کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ اچانک سرہلند کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور وہ گھبرائی ہوئی آواز میں جلدی سے بولا "بابا! ان بے چاروں پر بلاوجہ غصہ مت کرو۔ تم اندر جاکر آرام کرو۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ کیا چاہتے ہیں۔" باپ بلکہ سخت گیر اور تند خو باپ کے سامنے بھانڈا پھوٹنے کے خوف نے سرہلند کو بروقت لب کشائی پر مجبور کردیا تھا۔

"بچے! تو تو خاندان کی لڑکیوں سے شرماتا اور گھبراتا ہے۔ اس پاگل لڑکی سے تیرا کیا واسطہ!" باپ کو اپنے بیٹے کی معصومیت کا پورا یقین تھا۔

"بابا! وہ بے چاری یتیم اور لاوارث ہے۔" سرہلند کے جوان ذہن نے بہت تیزی سے اپنی مدافعت میں کام کرنا شروع کیا تھا "رشتہ داروں نے اسے پاگل کہہ کر اسپتال میں پھینک دیا۔ دو تین دن پہلے میں نے اس غریب کو دیکھا تھا۔ یہ دونوں اس کے ہمدرد معلوم ہوتے ہیں۔"

ہمارا تیر نشانے پر لگا تھا۔ سرہلند یقینی طور پر اس چکر میں ملوث تھا اور سونیا کا نام کھل جانے کے بعد اپنے باپ کو جلد از جلد اس معاملے سے الگ کردینے کا خواہاں تھا۔

سرور صرف دو گھنٹے پہلے گلاب خان کے گھر کا سراغ لگانے میں کامیاب ہوا تھا۔ وہ ٹرانسپورٹر ضرور تھا لیکن شہر میں زیادہ مشہور نہیں تھا۔ اس کے چار ٹینکر سالانہ ٹھیکے پر تیل کی ایک بڑی غیر ملکی کمپنی کے لیے کام کرتے تھے اور کراچی سے ملک کے بالائی علاقوں کے لیے تیل اور پٹرول وغیرہ لے جایا کرتے تھے۔ سرور یہ سراغ لگانے میں کیسر ناکام رہا تھا کہ سیتا کہاں تھی لیکن اس کے بارے میں گوپال کے کہے ہوئے بے ساختہ الفاظ میرے ذہن میں محفوظ تھے۔ میں نے اپنی ہر مصروفیت کو پس پشت ڈال کر سرہلند سے ملنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

وہ مشرقی اقدار کا پابند' ایک خوش اخلاق پٹھان گھرانا تھا۔ مجھے امید نہیں تھی کہ میں وہاں کسی تلخی اور بدمزگی کا سامنا کیے بغیر سیتا عرف سونیا کے بارے میں کوئی ذکر نکال سکوں گا۔ میں اس بارے میں پہلے سے کچھ طے نہیں کرسکا تھا۔ گلاب خان سے سامنا ہونے کے بعد جو کچھ میرے ذہن میں آیا' میں برجستہ بولتا چلا گیا۔ سرہلند اپنے باپ سے ڈرتا تھا۔ میری زبان سے سونیا کا نام سنتے ہی اسے یہ خوف لاحق ہوگیا کہ کہیں میں اس کی اور سونیا کی بڑھتی ہوئی پینگوں کے بارے میں بڑے خان کے سامنے کوئی غیر ذمہ دارانہ بات نہ کہہ بیٹھوں۔ وہ اپنی ناتجربے کاری کی بنا پر یہ سمجھنے میں ناکام رہا تھا کہ میں بہت نپے تلے انداز میں اپنے کارڈز کھیل رہا تھا۔ اسے ہم دونوں کی اداکاری پر بڑی حد تک یقین آگیا تھا اور اس نے گفتگو کی ذمے داری خود سنبھال کر اپنے باپ کو الگ تھلگ کرنے کی کوششیں شروع کردی تھیں تاکہ علیحدگی میں ہم سے کھل کر سونیا کے بارے میں بات کرسکے اور یہی ہماری خواہش تھی۔

"تجھے اس سے ہمدردی جتانے کی کیا ضرورت تھی۔" گلاب خان نے غصیلے لہجے میں کہا "کیسی نامعوسی کی بات ہے کہ ایک پاگل لڑکی کے چکر میں دو اجنبی ہمارے گھر آئے بیٹھے ہیں اور تجھ سے پوچھ گچھ کرنا چاہ رہے ہیں۔ خاندان میں ہو سنے گا' وہ میرے منہ پر تھوکے گا کہ اب گلاب خان کا بیٹا پاگل لڑکیوں کے پیچھے دیوانہ ہورہا ہے۔ سچ سچ بتا' تو مرد بچہ ہے۔ نادانی میں تو نے اس کے ساتھ منہ کالا تو نہیں کیا تھا۔"

سرہلند نے مجروح اور شکایتی نظروں سے اپنے باپ کی طرف دیکھا اور درد بھری آواز میں کہا "بابا! کیا تم اپنے بیٹے کو اتنا گیا گزرا سمجھتے ہو!"

"مجھے باتوں کا چکر نہ دے۔ ہاں یا نہ میں صاف صاف بتا کہ کیا ہوا تھا۔ چڑھتا ہوا خون تم لوگوں کو اندھا کردیتا ہے اور تم جوان لڑکے اپنے حسب نسب کا احساس کیے بغیر کسی

Downloaded from https://paksociety.com

نکے کی آوارہ لڑکی کے ہاتھ میں کھلونا بن جاتے ہو' میں ایسے برے وقت سے بہت ڈرتا ہوں سرہلند خان!"

اس نے اپنا سر جھکالیا "میں قسم کھاتا ہوں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ میں تمہارے نام کو کبھی نیچا نہیں ہونے دوں گا۔"

گلاب خان اپنی جگہ سے اٹھا اور بیٹے کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیر کر بدلے ہوئے' نرم لہجے میں بولا "شاباش! مجھے تجھ سے یہی امید تھی۔ اب مجھے کوئی فکر نہیں رہی۔ میں اندر جارہا ہوں۔ تو اپنے ان مہمانوں کی بات سن لے۔"

اسی لمحے ایک لڑکا بڑی سی ٹرے میں شربت کا جگ' کئی گلاس' پھل اور دیگر لوازم لے کر آگیا۔ گھر آنے والے دوست یا دشمن کی تمیز کیے بغیر' اس کی تواضع کرنا شاید اس گھرانے کی روایت تھی۔ اس کے لیے ان دونوں میں سے کسی کو کسی سے کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ اندر والوں کو معلوم تھا کہ کوئی ان کے گھر آیا تھا۔ اس کی میزبانی کرنا ان کا فرض تھا۔

باپ بیٹے کے درمیان ہونے والی مختصر مگر چشم کشا گفتگو کے دوران میں ہم دونوں بالکل خاموش رہے تھے۔ سرہلند پر اپنے باپ کے غیر معمولی دباؤ کی ایک نئی جہت سامنے لے آئی تھی۔ جسے میں تخلیئے میں بلیک میلنگ کے لیے بھی استعمال کرسکتا تھا۔ اگر گلاب خان کو یہ علم ہوجاتا کہ سونیا کا ذہنی توازن درست تھا' وہ خوب صورت اور جوان تھی اور سرہلند اس کے عشق میں پاگل ہوا جارہا تھا تو وہ بلا تردد اپنے بیٹے کی چمڑی ادھیڑ کر رکھ دیتا۔

گلاب خان لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر چلا گیا۔ سرہلند ہمارے لیے گلاسوں میں شربت انڈیلنے لگا۔

"تمہارے باپ بہت تند خو پٹھان ہیں۔ انہیں بہت جلد غصہ آجاتا ہے۔" سلطان شاہ نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

سرہلند کی توجہ جگ اور گلاس پر مرکوز تھی۔ میں نے آنکھ مار کر سلطان شاہ کو خاموش کردیا۔

"وہ بہت نرم اور مہربان باپ ہیں۔" سرہلند دھیمی آواز میں کہہ رہا تھا "مگر میری غلطی پر ہاتھ اٹھانے سے بھی نہیں چوکتے۔ آج بھی وہ میرا ہاتھ پکڑلیں تو میرے لیے اسے چھڑانا مشکل ہوجاتا ہے۔ طاقت ور آدمیوں کو شاید زیادہ غصہ آتا ہے۔"

"لڑکی کہاں ہے؟" میں نے رازدارانہ لہجے میں سرہلند سے پوچھا۔

اس نے خوف زدہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ شربت گلاس میں جانے کے بجائے ٹرے میں گر گیا۔ میرے براہِ راست سوال سے اسے صرف ذہنی نہیں' جسمانی جھٹکا بھی لگا تھا جس میں اس کا ہاتھ کانپ گیا تھا۔ "یہ ـــــ یہ سوال تم مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"تم جواب نہیں دو گے تو پھر میں یہی بات تمہارے بابا سے پوچھوں گا۔" میں نے اسے دھمکی دی "انہیں یہ بھی بتاؤں گا کہ سونیا پاگل ہے اور نہ یتیم ولاوارث!"

"آہستہ بولو۔" اس نے گھبرا کے کہا "تمہاری آواز اونچی ہے۔ تم کون ہو؟"

"میں بتاچکا کہ میں ارشد ہوں ـــ تمہارا خیرخواہ' وہ لڑکی بہت خطرناک ہے۔ تم نے اس کا ساتھ دیا تو وہ کہیں نہ کہیں بے دھڑک تم کو مروادے گی۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ رات کو تم ہی لوگوں نے اس کی عزت لوٹنے کی کوشش کی تھی۔" اس نے اشتباہ آمیز نظروں سے ہم دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ سرہلند کے اس بھرے میں یہ اعتراف پنہاں تھا کہ سیتا نے اسٹیشن فور سے فرار ہونے کے بعد سرہلند سے رابطہ کیا تھا اور اسے اپنی مظلومیت کی کوئی کہانی سنائی تھی۔

"وہ پہلے سے لٹی لٹائی اور بدچلن ہے۔ ہم شریف آدمی ہیں۔ پرائی عورتوں پر بری نظر ڈالنا گناہ سمجھتے ہیں۔ اس سے تمہاری کب بات ہوئی تھی؟"

"وہ رات کو دو بجے آئی تھی۔ بتارہی تھی کہ نشے میں مدمست' ایک بدمعاش کسی طرح اس کا کمرا کھول کر اندر گھس آیا تھا اور اس کے کپڑے پھاڑ ڈالے تھے ـــ"

"تو کیا وہ پھٹے ہوئے کپڑوں میں تمہارے پاس آئی تھی؟" سلطان شاہ نے اس کی بات کاٹ کر حیرت سے پوچھا۔

"اس حالت میں وہ کمرے سے بھی نہیں نکل سکتی تھی۔ بے چاری بہت شرمیلی ہے۔ اس نے ایک گل دان سر پر مار کر اس شرابی کو بے ہوش کیا اور کپڑے بدل کر ہوٹل سے بھاگ آئی۔" اس کے لب ولہجے سے اندازہ ہورہا تھا کہ اس کے دل میں سیتا کے لیے بہت زیادہ نرم گوشہ موجود تھا۔

بے ساختہ میرا دل چاہا کہ سرہلند کو اس بے چاری شرمیلی کے بے لباس فرار کی کتھا سنا ڈالوں مگر وہ ایسی کسی حرکت کا موقع نہیں تھا۔ میری ذرا سی بے احتیاطی سے اس کے ساتھ بنتی ہوئی بات بگڑ سکتی تھی۔ سیتا ایس بی ایف کی قید سے فرار ہونے کے بعد اگر اس سے مل چکی تھی تو سرہلند کو اس کے ٹھکانے کا علم بھی ہونا چاہیے تھا۔ وہی مجھے مطلوب تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

وہ رات کے دو بجے مناسب کپڑوں میں سرہلند کے پاس پہنچی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اسٹیشن فورے نکل بھاگنے کے بعد اس نے یقینی طور پر کسی سے لفٹ لی تھی اور اپنا خاصا وقت اس کے ساتھ گزارا تھا۔ اپنی مدد کرنے والے کی بھڑکی ہوئی خواہشوں کی تکمیل کے بعد سیتا نے اسی کے ذریعے کوئی مناسب نسوانی لباس حاصل کیا ہوگا اور پھر اس سے دوسری ملاقات کے جھوٹے سچے وعدے کرکے وہاں سے چل دی ہوگی۔ ان حالات میں اس کے پاس سرہلند سے بہتر کوئی انتخاب نہیں تھا۔

"اس سے ہوٹل میں تمہاری دوستی ہوئی تھی پھر اسے تمہارا گھر کیسے معلوم ہوگیا۔" میں نے اپنے ذہن میں ابھرنے والا سوال اسی لمحے سرہلند سے پوچھ لیا۔

"وہ مجھے اچھی لگنے لگی تھی۔" اس نے سر جھکا کر جواب دیا "میں نے اسے اپنے گھر اور گھر والوں کے بارے میں ہر بات سچ سچ بتادی تھی۔ اس نے بھی مجھے اپنے بارے میں سب باتیں بتادی تھیں۔ بابا راضی ہوجائیں تو شاید میں اس سے شادی کرلوں۔"

"تمہارے بابا کے غصے کے بارے میں جان لینے کے باوجود وہ شادی کے لیے آمادہ تھی!" سلطان شاہ نے حیرت سے پوچھا۔

"ہم نے کھل کر بات نہیں کی۔ بس اشارے کنایے چلتے رہے۔ میرا اندازہ ہے کہ میں بابا کو راضی کرلیتا تو وہ بھی مان جاتی۔"

سیتا نے اپنی اداؤں سے اس کی کھوپڑی پر برف جمادی تھی جو وہ اپنی عمر سے خاصی بڑی اور بدچلن لڑکی سے شادی کے لیے اتنا جذباتی اور سنجیدہ ہورہا تھا۔ وہ اس کے ذاتی معاملات تھے جن سے مجھے کوئی سروکار نہیں تھا۔ مجھے یہ ضرور معلوم تھا کہ وہ بیل منڈھے نہیں چڑھے گی۔ سیتا ایک سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت میں آزاد پرندے کی طرح تھی جو ڈال ڈال پر اپنا وقت گزارتا ہے لیکن شام کا دھندلکا پھیلتے ہی اپنے آشیانے کا رخ کرلیتا ہے۔ ایک بار کراچی میں سیتا کا کام ختم ہوجاتا یا اسے اپنی زندگی خطرے میں نظر آنے لگتی' وہ سرہلند اور اس سے کیے ہوئے وعدوں کو یکسر فراموش کرکے بھارت روانہ ہوجاتی جو اس کا وطن تھا اور جس کے لیے اس نے اپنے تن من کی بازی لگائی ہوئی تھی۔

"وہ تمہارے بابا کے خوف کے باوجود اتنی رات گئے تمہارے گھر کیسے آگئی؟" میں نے اس سے اگلا سوال کیا۔

"وہ ذہین لڑکی ہے۔ سوچ کر آئی تھی کہ بابا سے سامنا ہوگیا تو کوئی فرضی نام لے کر پتے کی غلطی پر معافی مانگ لے گی اور واپس چلی جائے گی۔ کسی اور سے ملاقات ہوئی تو اس کے ذریعے مجھ سے ملنے کی کوشش کرے گی۔ اس کی قسمت اچھی ہے کہ بابا دس گیارہ بجے گہری نیند سوجاتے ہیں اور پھر فجر کی اذان سے پہلے اٹھتے ہیں۔"

"تم نے یہ نہیں بتایا کہ سونیا نے تم کو اپنے بارے میں کیا بتایا تھا۔" سلطان شاہ نے کچھ سوچے سمجھے بغیر درمیان میں اپنی ٹانگ اڑادی۔

"وہ امیر ماں باپ کی اکلوتی بیٹی ہے۔ لاہور میں رہتی ہے۔ گھومنے پھرنے کے لیے کراچی آئی ہوئی ہے۔"

"کوئی اور سوال رہ گیا ہو تو وہ بھی پوچھ لو۔" میں نے سلطان شاہ سے کہا۔

وہ گڑبڑا گیا "نہیں۔ تم اپنی بات پوری کرلو۔ اب مجھے کچھ نہیں پوچھنا۔"

"میں حیران ہوں کہ تم دونوں سونیا کی تلاش میں کیوں سرگرداں ہو۔ وہ ہرگز بھی خطرناک یا خراب لڑکی نہیں ہے۔" سرہلند بڑبڑایا۔

"جب تک تمہارے ذہن سے اس کی دل پذیر باتوں کا خمار نہیں اترے گا' یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آسکے گی۔ وہ تمہارے پاس سے کہاں گئی ہوگی؟"

"کہیں بھی نہیں' وہ بہت خوف زدہ تھی۔ بابا سو رہے تھے۔ میں نے ان کی بے خبری میں اسے یہیں رکھ لیا ہے۔"

"ہائیں' وہ اسی گھر میں ہے اور گلاب خان کو خبر نہیں ہے۔" میں نے بے ساختہ حیرت سے پوچھا۔ سرہلند کے انکشاف نے میرے پورے وجود میں سنسنی سی دوڑادی تھی۔

"وہ تہ خانے میں بند ہے۔ وہاں گاڑیوں کے پرزے اور اوزار رہتے ہیں۔ بابا وہاں نہیں جاتے۔" اس نے ڈھیلی ڈھالی آواز میں جواب دیا "مسکین خان اس کے کھانے پینے کی دیکھ بھال کررہا ہے۔ ہوٹل کے آرام دہ کمرے کے مقابلے میں وہ میرے کباڑ خانے میں زیادہ آرام وسکون سے ہے۔"

"یہ مسکین کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بہت پرانا ملازم ہے۔ بچپن میں اندر ہوا کرتا تھا۔ اب باہر ڈیوٹی دیتا ہے۔ تمہارے لیے دروازہ اسی نے کھولا ہوگا۔"

"ویری گڈ!" میں نے استہزائیہ لہجے میں کہا "ایک بے وقعت لڑکی کی خاطر اپنے نوکر سے مل کر بابا کو بے وقوف بنارہے ہو۔ اب شرافت سے اس لڑکی کو ہمارے حوالے

Downloaded from https://paksociety.com

کردو ورنہ میں تمہارے بابا کے سامنے تمہارا سارا کچا چٹھا کھول کے رکھ دوں گا۔"

"تم مجھے دھمکی دے رہے ہو!" اس بار وہ اچٹ گیا اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سرد لہجہ اختیار کیا۔

"یہ دھمکی نہیں حقیقت ہے۔ تمہارے بابا اس لڑکی کے بارے میں جاننے کے بعد ایک لمحے کے لیے بھی اس چھت کے نیچے اس کا وجود گوارا نہیں کریں گے۔"

"تم سونیا کے بارے میں ایسی کیا بات جانتے ہو۔" اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ وہ پٹھان زادہ تھا۔ اس نے دھمکی کے سامنے سپر ڈالنے سے انکار کردیا تھا۔

"وہ بلیک کیٹ ہے۔ تم جانتے ہو کہ یہ کون لوگ ہوتے ہیں؟"

"انڈین سیکرٹ سروس!" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا "یہ سونیا پر بہت بڑا الزام ہے۔ اس کا کوئی ثبوت ہے تمہارے پاس!"

"سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس کا نام سونیا کمال نہیں' سیتا کانت ہے۔ اسے میرے سامنے لاؤ' ثبوت خود بہ خود تمہارے سامنے آجائیں گے۔"

وہ اچانک قالین سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے دھیمی اور درشت آواز میں کہا "میں نے تمہیں بہت دیر تک برداشت کرلیا۔ اب اٹھو اور فوراً میرے گھر سے نکل جاؤ ورنہ تم دونوں کو دھکے دے کر گھر سے باہر پھنکوا دوں گا۔ چلو' جلدی کرو۔"

اس کی کھوپڑی سنک گئی تھی۔ میں اس کی بدگمانی کی وجہ سے سیتا کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑ کر خالی ہاتھ واپس لوٹنے کے لیے آمادہ نہیں تھا۔ میں نے اٹھتے ہوئے تھوڑی سی آڑ لے کر یکایک اپنی بیم گن نکال کر اس پر تان لی۔

اسی وقت برآمدے کی سمت سے اچانک گلاب خان دندناتا ہوا اندر گھس آیا اور غرایا "خبردار! کوئی بدمعاشی کی کوشش نہ کرے۔ میں نے باہر چھپ کر تم لوگوں کی سب باتیں سن لی ہیں۔ ایک منٹ میں یہاں سے باہر دوڑ لگا دو۔" اس کے ہاتھ میں ایک بھاری پستول دبا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے مسکین دروازے پر رک گیا تھا۔

وہ اندر گیا تھا مگر دوبارہ دوسرے راستے سے اندر آیا تھا۔ اس کا یہ دعویٰ صحیح معلوم ہو رہا تھا کہ اس نے چھپ کر ہماری اور اپنے بیٹے کی باتیں سن لی تھیں۔ میرا ان دونوں سے لڑنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں نے گلاب خان کی نظریں بچا کر جلدی سے بیم گن جیب میں ڈال لی۔ ایسا کرتے ہوئے میں نے اس کے ٹریگر کا چور لاک لگا دیا تھا۔

گلاب خان کی غیر متوقع مداخلت پر سرہلند بھونچکا رہ گیا تھا۔ اس کے لیے یہ خیال ہی سوہان روح رہا ہوگا کہ اس کے باپ نے سیتا یا سونیا سے گہرے مراسم کے بارے میں اس کے اعتراف اپنے کانوں سے سن لیے تھے۔

"خان! یہ کیا کر رہے ہو؟" سلطان شاہ اضطراری انداز میں بول پڑا "ہم تمہارے ہمدرد اور بہتے ہیں۔"

"بکواس!" وہ برہمی سے غرایا "ابھی ارشد نے میرے بیٹے پر ہتھیار نکالا تھا۔" ہماری گفتگو سنتے ہوئے شاید وہ پردے کی جھری سے اندر جھانک بھی رہا تھا۔

"ہتھیار نہیں' یہ پلاسٹک کا کھلونا ہے۔" میں نے اپنی جیب سے بیم گن نکال کر اس کی طرف بڑھادی "چاہو تو خود اسے دیکھ سکتے ہو۔"

"اسے اندر رکھو ورنہ گولی مار دوں گا۔" گلاب خان نے اپنے پستول کی نال ہلا کر دھمکی دی اور میں نے کسی تاخیر کے بغیر اس کی ہدایت پر عمل کر ڈالا۔

بات ٹل گئی تھی۔ اچانک سلطان شاہ نے پشتو میں کچھ کہنا شروع کردیا جو میرے پلے نہیں پڑ سکا مگر میں نے گلاب خان کے چہرے پر حیرانی کے آثار نمودار ہوتے دیکھے۔

"وہ چھوکری بھارتی ایجنٹ ہے۔" گلاب خان نے مجھ سے پوچھا پھر کہا "دیکھو دوست! میرے بچے نے اسے یہاں پناہ دے کر اچھا کیا یا برا کیا' یہ میں اس سے بعد میں سمجھوں گا۔ وہ اس چھت کے نیچے پناہ لے چکی ہے اب اس کی حفاظت ہماری ذمے داری ہے۔ اسے تم ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔ وہ بھارتی ایجنٹ ہو' نیپال کی شہزادی یا دو ٹکے کی ناچنے والی۔ وہ میرے بیٹے کی پناہ میں ہے۔ ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ اپنے مہمان کی طرف اٹھنے والے ہر ہاتھ کو شانے سے توڑ دیں گے۔"

"تم جذبات کی روانی میں بڑے بڑے الفاظ بول رہے ہو۔ تم کو معلوم ہے کہ غداری کیا ہوتی ہے۔ ہمیں بھگانے سے پہلے اس لڑکی کو دیکھو' وہ پاگل نہیں ہے۔ سرہلند نے تم سے جھوٹ بولا ہے۔ رات کے دو بجے وہ ایک واردات کرکے یہاں پہنچی ہے۔ یہ قبائلی علاقہ نہیں' ایک شہر ہے۔ اس لڑکی کی حمایت کرکے تم بہت بڑی غلطی کر رہے ہو۔ اس کو ہر قیمت پر قانون کی گرفت میں ہونا چاہیے۔"

"تم قانون نہیں ہو۔ تم نے آتے ہی کہا تھا کہ تم پولیس یا سی آئی ڈی کے آدمی نہیں ہو۔" اس نے ہمیں یاد دلایا۔ شاید میرا آخری فقرہ اس کے دل کو لگا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

"قانون کے نفاذ کے لیے اور بھی دس محکمے ہیں۔ ہم ان میں سے ایک سے تعلق رکھتے ہیں۔"

وہ تذبذب میں پڑ گیا۔ سلطان شاہ نے دوبارہ اس سے اپنی مادری زبان میں گفتگو شروع کردیا۔

ان دونوں کے درمیان خاصی دیر تک زور و شور سے مکالمات کا تبادلہ ہوتا رہا۔ اس کا پہلا اثر یہ ہوا کہ گلاب خان کے پستول کی نال نیچی ہوگئی۔ کچھ دیر بعد اس نے سیفٹی کیچ لگا کر پستول اپنی جیب میں ڈال لیا پھر اس نے مسکین کو دروازے سے باہر بھیجا اور چاروں ایک مرتبہ پھر قالین پر بیٹھ گئے۔

میں اس دوران میں بالکل خاموش رہا تھا۔ ان دونوں کے چہروں کے تاثرات اور لہجوں کے اتار چڑھاؤ سے ظاہر ہو رہا تھا کہ دھیرے دھیرے سلطان شاہ اپنی بات منوانے میں کامیاب ہو رہا تھا۔ میری طرح سرلینڈ نے بھی خاموشی اختیار کی ہوئی تھی۔ اس کے باپ نے وقتی طور پر اس کی حمایت کر کے اسے سرخرو ہونے کا ایک ہلکا سا موقع فراہم کردیا تھا لیکن اس کی لاعلمی میں ایک اجنبی لڑکی سے زوردار عشق لڑانے کی ممکنہ سزا میں سرلینڈ کے لیے بہرحال ایک ڈراؤنا خواب بنی ہوئی تھیں۔

آخر کار گفتگو دوبارہ اردو میں شروع ہوگئی۔ گلاب خان قائل ہو چکا تھا کہ میزبانوں کو دھوکا دے کر گھر میں گھس آنے والی لڑکی کو پناہ گزین تصور کر کے قانون سے مخاصمت مول نہیں لی جاسکتی۔ وہ ایک مخلص اور سادہ لوح آدمی تھا۔ ابتدا سے اس وقت تک نیک نیتی سے مذاکرات کرتا رہا تھا۔ اسے اپنے ابتدائی موقف سے پیچھے ہٹنے پر ذرا بھی ملال نہیں تھا۔

مجھے خوشی ہوئی کہ دیر سے سہی مگر بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی۔

سیتا بدستور مکان کے تہ خانے میں چھپی ہوئی تھی۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں ہمارے مذاکرات کے دوران مسکین نے اسے اوپر کے حالات سے باخبر نہ کردیا ہو مگر گلاب خان نے یقین دلایا کہ وہ اس کے گھرانے کا پرانا نمک خوار تھا۔ بھول کر بھی ایسی گستاخی حرکت نہیں کرسکتا تھا۔

سیتا بہت ذہین اور چالاک سیکرٹ ایجنٹ تھی۔ بظاہر یوں نظر آرہا تھا جیسے وہ چوہے دان میں پھنس چکی ہو لیکن اسے اس چوہے دان سے باہر نکالنا بھی ایک اہم مرحلہ تھا۔

ہم چاروں ایک ساتھ تہ خانے میں جاتے تو زینوں پر قدموں کی دھمک سے چوکنا ہو کر وہ خطرے کا ادراک کرسکتی تھی۔ کچھ دیر تک مغز زنی کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ صرف سرلینڈ کو تہ خانے میں بھیجا جائے اور وہ بہلا پھسلا کر اسے وہاں سے نکال لائے۔ وہ غیر مسلح تھی۔ اوپر آنے کے بعد ہم اسے آسانی سے دبوچ سکتے تھے۔

گوپال جو بہت زیادہ ٹیڑھا اور خطرناک تھا' آسانی سے ہماری گرفت میں آچکا تھا اور اسٹیشن فور میں بند تھا اس کے مقابلے میں وہ بے ساط لڑکی ہمارے لیے آفت کی پرکالہ بن گئی تھی۔ مجھے خوشی تھی کہ گوپال کی نشاندہی کے نتیجے میں اس کا انجام بہت قریب نظر آرہا تھا۔

اپنے باپ کو ہم دونوں کی حمایت پر کمربستہ دیکھ کر سرلینڈ کو خاصی مایوسی ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں اداسی نے ڈیرے ڈال دیے تھے۔ گلاب خان نے اسے ہدایت کی کہ وہ اسے تہ خانے سے نکال کر گھر میں لے جانے کے بجائے دوسرے دروازے سے باہر لے آئے جہاں ہم تینوں اس کا انتظار کریں گے۔

ہم چاروں ایک ساتھ اٹھے۔ سرلینڈ اندر چلا گیا۔ ہم تینوں نے برآمدے میں نکل کر اپنے اپنے جوتے پہن لیے۔

باہر سے پورچ میں گھوم کر ہم مکان اور احاطے کی دیوار کی درمیانی گلی میں پہنچے تو گلاب خان نے اس بند دروازے کی نشاندہی کی جس سے سیتا اور سرلینڈ کو برآمد ہونا تھا۔ میں نے تینوں کو دیوار سے لگادیا تاکہ سیتا دروازہ کھلتے ہی ہمیں نہ دیکھ سکے۔

وہ کام بہت طویل جیسی تھا مگر انتظار کے عالم میں وقت کی طوالت کا احساس خاصا تکلیف دہ تھا۔ چند منٹ بعد دروازہ کھلا۔ پہلے سرلینڈ ڈھیلی چال کے ساتھ برآمد ہوا۔ سیتا اس کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ اس کے داہنے ہاتھ میں موجود ریوالور سرلینڈ کے پہلو سے لگا ہوا تھا۔

"خوب!" وہ ہم تینوں پر نظر پڑتے ہی زہریلی آواز میں بولی "میرا اندیشہ درست تھا کہ سرلینڈ کو یکایک مجھے کھلی فضا میں لے جانے کا خیال کیسے آگیا۔۔۔ خبردار جو کسی نے اپنی جگہ سے ذرا بھی حرکت کی۔ میں سرلینڈ کو بے دریغ گولی مار دوں گی۔"

باہر آکر وہ پلٹی اور دوبارہ ہماری طرف متوجہ ہوئی تو اس کی نظریں میرے چہرے پر جم گئیں۔ بے اختیار میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں مگر پھر مجھے یاد آگیا کہ صرف گوپال نے دہلی میں مجھے مظہر خان کے روپ میں دیکھا تھا۔ سیتا مجھے ڈیڈ یا مظہر کی حیثیت سے نہیں پہچانتی تھی۔

"کل شام شاید تم ہی ہوٹل کی لابی میں ابرار کو گھور

Downloaded from https://paksociety.com

رہے تھے!" میرا خیال تھا کہ اس نے مجھے پشت سے دیکھا تھا اور ایک سرسری نظر میں میرا چہرہ نہیں دیکھ سکی تھی مگر اس کی نظریں بہت تیز تھیں۔ اسی کے ساتھ یادداشت بھی اچھی تھی کہ اسے بروقت پچھلی شام کا واقعہ یاد آگیا تھا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہمارے سامنے آنے کے بعد وہ یکایک مضطرب نظر آنے لگی تھی۔

"چلو' تم تینوں اپنے ہاتھ پشت پر باندھ کر برابر برابر میں' پورچ کی طرف چلو۔" اس نے بائیں ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا "میں اس پٹھان کو لے کر پیچھے آ رہی ہوں۔ یہ یاد رکھنا کہ مجھے کسی گڑبڑ کا شبہ بھی ہوا تو میں اسے مار دوں گی۔"

وہ بس لمحے بھر کے لیے خاموش ہوئی پھر خاص طور پر کسی کو مخاطب کیے بغیر' دوسرے ہی سانس میں پوچھا "دونوں گاڑیوں کی چابیاں کہاں ہیں؟"

"مسکین کے پاس!" گلاب خان نے عجلت میں جواب دیا۔ اپنے جوان بیٹے کو ریوالور کی نال پر دیکھ کر اس کی جان پر بن آئی تھی۔

وہ بہت نازک صورتِ حال تھی۔ وہ ہاتھ آتے آتے نکلتی جا رہی تھی۔ مجھے صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ سرمند کو یرغمال بنا کر' اسی کے ساتھ گلاب خان کی کسی گاڑی میں نکل جائے گی اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔ اسے میں نے پہلی بار قریب سے دیکھا تھا۔ وہ واقعی بہت خوب صورت تھی۔ اس کی آنکھوں میں ذہانت کی تیز چمک دور سے دیکھی جا سکتی تھی۔ اس کے بدن کے نشیب و فراز میں قدرت نے بلا کی کشش اور نزاکت عطا کی تھی جسے نظرانداز کرنا کسی زندہ دل مرد کے لیے ممکن نہیں تھا۔

"چلو!" ذرا سی تاخیر ہوتے ہی وہ غرائی۔

ہم تینوں نے بے بسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

ہمارے پاس سیتا کے نادر شاہی حکم پر عمل کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ ہم تینوں نے اپنے ہاتھ پشت پر کولہوں پر باندھے اور شانہ بہ شانہ پورچ کی طرف چل دیے۔ گلاب خان ہمارے درمیان تھا اور بار بار مایوسی سے اپنے سر کو جھٹک رہا تھا۔

"ساری غلطی میری ہے۔" وہ ایک گالی دے کر زیرِ لب بڑبڑایا "پٹھان روٹی کے بغیر زندہ رہ لیتا ہے' ہتھیار کے بغیر نہیں رہتا۔ سیتا کے پاس سرمند کا ریوالور ہے۔ تہ خانے میں بھیجنے سے پہلے مجھے اس کی جیب خالی کرا لینی چاہیے تھی۔"

میں ابتدا سے اسی الجھن میں تھا کہ سیتا اسٹیشن فورسے فرار ہوئی تو اس کے تن پر کپڑے تک نہیں تھے پھر اس کے پاس ریوالور کہاں سے آگیا تھا۔ گلاب خان کی بڑبڑاہٹ نے یہ گتھی سلجھا دی تھی۔ سرمند نے تہ خانے میں جا کر سیتا کو باہر نکلنے کی پیشکش کی ہوگی تو اس نے خطرہ بھانپ لیا ہوگا۔ اس وقت وہ دنیا سے چھپتی پھر رہی تھی۔ سرمند اسے اپنے باپ سے چھپا رہا تھا۔ ایسے حالات میں سرمند کا یکایک اسے باہر لے جانا خطرے کی گھنٹی سے کم نہیں تھا۔

سیتا اول درجے کی حرافہ تھی۔ سرمند کے سر پر اس کے عشق کا بھوت سوار تھا۔ سیتا نے اسے بہلا پھسلا کر اس کے ریوالور پر قبضہ کیا اور یوں اسے یرغمال بنا کر باہر آگئی۔ اس گھر میں اس کے لیے کوئی خطرہ پیدا ہو چکا تھا تو پھر سرمند کی مرضی کے خلاف' اس کا تہ خانے میں رکا رہنا زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔

ہم گلی کے سرے تک پہنچے تھے کہ سیتا نے اگلا حکم دیا "داہنی طرف کی دیوار سے منہ لگا کر کھڑے ہو جاؤ اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لو۔"

اس حکم میں بہترین جنگی چال بازی مضمر تھی ہم دیوار سے ناک لگائے کھڑے رہتے وہ ہمارے پیچھے سے گزر کر اطمینان سے اپنی مطلوبہ گاڑی تک پہنچ جاتی۔

میری پوری توجہ آہٹوں پر مرکوز تھی۔ وقت تیزی سے میرے ہاتھ سے نکلا جا رہا تھا۔ وہ اس بار نکل جاتی تو اسے ڈھونڈنا بہت مشکل ہو جاتا۔ ان دونوں کی آہٹیں ہمارے عقب سے گزرتی چلی گئیں۔ سرمند کی امکانی موت کے اندیشے سے میں کچھ بھی نہ کر سکا۔

"مسکین! چھوٹی گاڑی کی چابی لاؤ!" چند ثانیوں کے روح فرسا سکوت کے بعد فضا میں سرمند کی آواز گونجی۔

"لایا صاحب!" دور سے مسکین کی توانا آواز آئی۔

وقفہ خاصا ہو چکا تھا۔ میں نے آہستگی سے سر گھما کر دیکھا تو سیتا چھوٹی پجیرو میں سوار ہو چکی تھی' سرمند ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ ان دونوں کی توجہ پھاٹک کی طرف تھی جدھر سے مسکین کی آواز آئی تھی۔

میرے لیے بس میں وہی ایک موقع تھا۔ مسکین کی فکر میں سیتا کی توجہ میری طرف سے ہٹ چکی تھی۔ میں نے سینے

Downloaded from https://paksociety.com

کے بل فرش پر گر کر تیزی سے آگے سرکنا شروع کردیا۔ اس وقت میری پوزیشن بہت مخدوش تھی۔ سیتا مجھے دیکھ لیتی تو میرے لیے اس کی چلائی ہوئی گولی سے بچنا ممکن نہیں تھا۔

گیٹ کی طرف سے مسکین کے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز آئی۔ شاید وہ اپنے چھوٹے مالک کے لیے گاڑی کی چابی لا رہا تھا۔ سیتا کو شاید اندیشہ تھا کہ کہیں سرہلند اپنے ملازم کو کوئی اشارہ نہ کردے اس لیے وہ ایک ٹک اسی طرف دیکھے جارہی تھی۔

میں چھوٹی بیجرو سے ذرا سی دور تھا کہ مسکین نے چابی سرہلند کو دے دی۔ اس کی تحیر زدہ نظریں میرے رینگتے ہوئے وجود پر بھی پڑی تھیں لیکن اس نے کسی غیر معمولی ردِعمل کا مظاہرہ نہیں کیا۔ یہ مجھے بعد میں پتا چلا کہ اس وقت میں اکیلا نہیں رینگ رہا تھا۔ میرے بعد سلطان شاہ اور گلاب خان نے بھی میری تقلید کی تھی۔

میں گاڑی کے قریب پہنچا ہی تھا کہ ہیڈلائٹ آف ہونے پر اس کا انجن بیدار ہوگیا۔

گھر سے سیتا کی روانگی کے مراحل مکمل ہو چکے تھے۔ اس نے گردن سیدھی کی تو میں گاڑی کی اوٹ میں ہو چکا تھا۔ اس نے کھڑکی سے ہاتھ نکال کر' میرے پیچھے آنے والوں پر لگاتار تین فائر کیے اور اضطراری لہجے میں چیخی "جلدی چلو۔۔۔ گاڑی نکالو یہاں سے۔"

اس کی پہلی دو گولیاں ضائع ہوئیں مگر تیسرے فائر پر فضا گلاب خان کی چیخ سے لرز اٹھی۔ شاید گولی اس کے جسم کے کسی حصے کو چاٹ گئی تھی۔

وہ عجیب صورتِ حال تھی۔ باپ زخمی ہو چکا تھا۔ بیٹا یرغمال بنا ہوا تھا۔ سرہلند کے پاس سیتا کے حکم سے سرتابی کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ بیجرو بہت تیزی کے ساتھ کھلے ہوئے پھاٹک سے نکلتی چلی گئی۔ میں ریوالور کی رینج سے بہت دور تھا۔ سیتا فائر کرتی تب بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ میں تیزی سے اپنے قدموں پر کھڑا ہوگیا۔

مسکین اپنے مالک کی چیخ پر گیٹ سے دوڑتا چلا آرہا تھا۔ میں نے چیخ کر اس سے دوسری گاڑی کی چابی مانگی جو اس نے وہیں سے میری طرف اچھال دی۔

میں نے بس ایک نظر پلٹ کر دیکھا۔ شاید گلاب خان کی پنڈلی زخمی ہوئی تھی۔ سلطان شاہ اسے سنبھال رہا تھا۔ پنڈلی کا زخم کاری نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے لیے ابتدائی طبی دیکھ بھال ہی کافی تھی۔ قدرے بلندی سے آنے والی گولی نے بڑی کو کوئی نقصان پہنچایا ہوتا تو اس کی دیکھ بھال بعد میں ہو سکتی تھی۔ اس وقت سیتا کا تعاقب زیادہ اہم تھا۔ میں دوسری گاڑی میں گھس گیا۔

میں نے گاڑی اس رخ پر ڈالی تھی جدھر چھوٹی بیجرو گئی تھی پھر مجھے ذیلی سڑک کے سرے پر وہ گاڑی بائیں طرف مڑتی ہوئی نظر آگئی۔ میں نے گاڑی کی رفتار بڑھادی۔

اگلی سڑک پر خاصا ٹریفک تھا جس میں رفتار کے کمالات دکھا کر دوسروں سے آگے نکلنا آسان نہیں تھا۔ غنیمت یہ تھا کہ مجھے اس ہجوم میں سرہلند کی گاڑی رواں نظر آرہی تھی۔ ٹریفک کے معاملے میں اسے بھی وہی مسائل درپیش تھے جن کا مجھے سامنا تھا۔ یوں ہمارا درمیانی فاصلہ کم و بیش یکساں رہا تھا۔

کئی موڑ گھومنے کے بعد دونوں گاڑیاں شارع فیصل پر نکلیں تو اگلی گاڑی کی رفتار خاصی کم تھی۔ میں تیزی کے ساتھ اس کے قریب ہوتا چلا گیا۔ اس کے برابر میں پہنچتے ہی مجھے ایک شدید ذہنی جھٹکا لگا۔ گاڑی میں سرہلند اکیلا تھا۔ اس کے برابر والی نشست خالی پڑی ہوئی تھی۔

سرہلند کی نگاہیں سڑک پر مرکوز تھیں۔ وہ میری طرف متوجہ نہیں تھا۔ میں نے ہارن بجا کر اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی اور اسے رکنے کا اشارہ کیا۔ کچھ دور جانے کے بعد اس نے گاڑی کنارے سے لگادی میں اس کے پیچھے رک گیا۔ وہ نیچے اتر کر تقریباً دوڑتا ہوا میری طرف آیا تھا۔

"بابا کو کہاں گولی لگی۔۔۔ وہ خیریت سے تو ہیں نا!" اس نے آتے ہی متوحش آواز میں پوچھا۔

"وہ زندہ ہیں اور خیریت سے ہیں۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ بتاؤ کہ سیتا کہاں ہے؟"

"وہ پچھلے چوراہے پر اچانک اتر گئی تھی۔ اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ کوئی ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔" مجھے یوں لگا جیسے اس نے میرے سر پر اچانک لٹھ دے مارا ہو۔

"پھر تم ادھر کہاں جارہے تھے۔۔۔" اس نے میری بات درمیان سے اڑادی۔

"شارع فیصل پر آنا مجبوری تھی۔ پہلے موڑ سے واپس لوٹ جاؤں گا۔ مجھے بابا کی بہت فکر ہے۔ وہ میری وجہ سے زخمی ہوئے ہیں۔" وہ رندھی ہوئی جذباتی آواز میں بولتا چلا گیا "تم صحیح کہہ رہے تھے۔ سونیا ٹھیک عورت نہیں ہے۔ اس وقت اس کے تیور بدلے ہوئے اور بہت خراب تھے۔ وہ چھٹی ہوئی بدمعاش معلوم ہو رہی تھی۔"

مصروف سڑک کے کنارے زیادہ دیر تک رکنا مناسب نہیں تھا۔ وہ دونوں گاڑیاں گلاب خان کی تھیں۔ وہ خود زخمی

Downloaded from https://paksociety.com

ہو چکا تھا۔ سلطان شاہ کو بھی وہاں سے لینا تھا۔ میں نے سربلند کو واپسی کا اشارہ کیا اور اپنی گاڑی تیزی سے آگے نکال لے گیا۔

○*○

"میں کہتی ہوں کہ یہ کچھ بھی نہیں ہوا۔" ویرا نے اصرار کیا "وہ نظر آئی اور پھر تم دونوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر غائب ہو گئی۔ گلاب خان مفت میں اپنی پنڈلی تڑوا بیٹھا۔ سیتا کے بارے میں اب ہم پہلے سے زیادہ اندھیرے میں ہیں۔ ہمیں نہیں معلوم کہ اس بار وہ کہاں جائے گی۔"

"ہم اسے کباب سمجھ رہے تھے۔ پوری کی پوری بڑی نکلی ہے۔" سلطان شاہ نے مزاحیہ انداز میں کہا "تمہاری فکر کی عورت معلوم ہوتی ہے۔"

"تم نے پھر مجھے عورت کہا۔" ویرا نے ہلکی سی برہمی کے ساتھ احتجاج کیا۔

"تو پھر کیا تمہیں مرد کہنا شروع کر دوں؟" اس نے معصومیت سے سوال کیا۔

"تمہیں پہلے بھی کئی مرتبہ بتا چکی ہوں کہ میں عورت نہیں لڑکی ہوں لڑکی!"

"کم از کم اسے پہچاننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔" غزالہ نے کہا "رہا گلاب خان تو اس کا زخمی ہونا بدنصیبی ہے۔ کسی نے سوچا بھی نہیں ہو گا کہ وہ چار مردوں کے درمیان سے مکھن میں سے بال کی طرف صاف نکل جائے گی۔"

"دشمن کو حقیر اور خود کو برتر سمجھنے کا یہی نتیجہ نکلتا ہے۔" ویرا نے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر کہا۔

"کیا تم انہیں اپنے کارنامے کے بارے میں بتاؤ گی؟" غزالہ نے اس سے پوچھا۔

"اوہو! تو کیا ویرا نے بھی گھر میں بیٹھے بیٹھے کوئی تیر مارا ہے!" سلطان شاہ نے تعجب سے کہا۔

"میں نے ایک نہیں' دو تیر مارے ہیں۔" ویرا نے فخر سے بتایا "صبح کے اخبار بازار میں آئے ہوئے ہیں آدھا دن گزر چکا ہے ابھی تک کچھ نہیں ہوا۔ بے چاروں کے قیمتی اشتہار ضائع ہو رہے تھے۔ تم پورے شہر میں گھوم آئے ہو اور وہ اخباروں کے سمندر میں اشتہار کی ڈور ڈالے تمہارے پھنسنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے انہیں گھاروکی دوڑ لگوا دی ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟" میں نے غصے سے کہا "ان لوگوں کے پاس جدید ترین آلات ہیں۔ ان کو یہاں سے فون کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"میں لڑکی ضرور ہوں مگر نادان نہیں ہوں۔" وہ میری جھلاہٹ سے لطف اندوز ہوتے ہوئے مسکرائی "میں نے بازار کے ایک پی سی او سے فون کیا تھا۔ غزالہ بھی میرے ساتھ تھی۔"

"کوئی لائن پر موجود تھا یا ریکارڈنگ مشین لگی ہوئی تھی۔" میری طبیعت میں تجسس جاگ اٹھا۔

"آج اشتہار کا پہلا دن ہے۔ وہ خاصے پُر امید معلوم ہوتے ہیں۔ کوئی مقامی فون پر بیٹھا' امریکی لب و لہجے کی نقل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔" ویرا نے ہلکی ہنسی کے ساتھ اپنی بات شروع کی "میں نے اس بتایا کہ ڈینی نیشنل ہائی وے پر گھارو سے تین چار کلومیٹر آگے' معراج فارم ہاؤس میں روپوش ہے۔ کئی برسوں پہلے میں نے وہ فارم دیکھا تھا۔ اس نے خاصی دلچسپی لی اور میرے بارے میں جاننا چاہا تو میں نے کہہ دیا کہ ڈینی اگر معراج فارم سے پکڑا گیا تو میں اپنا انعام حاصل کرنے کے لیے مونا علی کے نام سے دوبارہ رابطہ کروں گی۔"

"یہ خاصی بچگانہ حرکت ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا "ان کے دوڑ لگانے سے ہمیں کیا حاصل ہو گا؟"

"تم نے بہت اچھا کیا۔" سلطان شاہ نے اس کی تعریف کی "ہمیں کچھ حاصل ہو یا نہ ہو' وہ ضرور ہلکان ہوں گے۔"

"شکریہ ڈارلنگ! ویرا نے آنکھ مار کر کہا "تمہیں کافی دنوں بعد میرا کوئی کام پسند آیا ہے مگر میری یہ بات یاد رکھنا کہ سیتا نے تمہیں اور ڈینی کو قریب سے دیکھ لیا ہے۔ وہ تم دونوں کے لیے ایک مستقل خطرہ بنی رہے گی۔ اس کی آزادی میرے لیے تشویش ناک ہے۔"

"اسے گولی مارو اور اپنے دوسرے کارنامے کے بارے میں بتاؤ۔" میں نے مطالبہ کیا۔

ویرا مجھے چڑانے کے لیے خاموشی سے مسکراتی رہی۔ غزالہ اس کی یہ زیادتی برداشت نہیں کر سکی اور بولی "ویرا نے اسی پی سی او سے دوسرا فون سوبھراج کے گھر کیا تھا۔ دو میں سے ایک نمبر مسلسل مصروف تھا لیکن دوسرے پر پہلی کوشش میں ہی رابطہ ہو گیا۔"

"یہ اچھی اور حوصلہ مندانہ کوشش تھی۔" میں نے ویرا سے مخاطب ہو کر کہا "اس کا کیا نتیجہ نکلا۔"

"وہ خود موجود نہیں تھا۔" ویرا نے لب کشائی کی "اس کے پرسنل سیکریٹری سے میری بات کروا دی گئی۔ اس نے سوبھراج کے انٹرویو کے لیے مجھے کل شام پانچ بجے کا وقت دیا

Downloaded from https://paksociety.com

ہے۔"

"سوبھراج کا انٹرویو!" میں نے حیرت سے دہرایا "وہ کس سلسلے میں ہوگا۔"

"اس وقت مسلم ریاستوں میں دوسری اقلیتوں کی مذہبی اور سیاسی آزادیوں کے بارے میں مغرب بہت حساس ہے۔" ویرا نے بائیں آنکھ دبا کر کہا "سی بی ایس اس سلسلے میں پاکستان پر ایک پروگرام نشر کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ یہ انٹرویو اسی سلسلے کی ایک کڑی ہوگا۔ اس میں سوبھراج کے جوابات اسی کی آواز میں سنوائے جائیں گے۔"

"یہ سی بی ایس کیا بلا ہے؟" میں نے اشتباہ آمیز لہجے میں پوچھا۔

"یہ نوویڈا میں قائم سنٹرل براڈ کاسٹنگ اسٹیشن کا مخفف ہے۔" اس نے ہلکے سے قہقہے کے ساتھ جواب دیا۔

"کیا امریکا میں اس نام کے کسی ریڈیو اسٹیشن کا وجود ہے؟"

"پتا نہیں!" اس نے اپنے شانے اچکا کے بے پروائی سے کہا "یہ نام میرے ذہن میں آیا ہے تو اس کا وجود بھی ہونا چاہیے۔"

"تمہیں مذہب اور سیاست سے خاک دلچسپی نہیں ہے۔ تمہارے سطحی سوالات سے اسے شبہ ہو گیا تھا تو وہ تمہاری شناخت مانگ سکتا ہے۔ تم بری طرح پھنس جاؤ گی۔" میں نے اسے تنبیہہ کی۔

"ہائے!" اس نے اپنے سینے پر بایاں ہاتھ مار کر بولے سے کہا "ماضی بھی کیا ہوتا ہے۔ ایک زمانہ تھا جب بیسیوں فرضی شناخت نامے اور کارڈ میرے پاس ہر وقت تیار رہتے تھے۔ جب سے تم نے مجھے دربدر کیا ہے یہ سارے ٹھاٹ خاک میں مل گئے۔ اب بدلنے سے پہلے سوچنا پڑتا ہے۔ میں تمہیں یہ بتا دوں کہ اس کا سیکریٹری سی بی ایس کے نام سے مرعوب ہو گیا تھا۔ تمہارے لیڈر اور سیاست داں بین الاقوامی ذرائع ابلاغ میں اپنی آوازوں اور تصویروں کی کشیر کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔ یہ سحر سوبھراج پر بھی کام کرے گا۔ ویسے میری معلومات اتنی بری نہیں ہیں۔ پاکستان میں اقلیتوں کو آئینی طور پر مکمل آزادی حاصل ہے لیکن عملی طور پر معاملہ ذرا مختلف ہے۔ مسلمانوں کے ردعمل کے خوف سے سب اپنی چار دیواری میں محبوس رہتے ہیں۔"

"میں تمہیں وہاں جانے سے نہیں روکتا۔ اس پر ہاتھ ڈالنے کے لیے ایسے ہی خطرات مول لینا پڑیں گے مگر ہوم ورک کا مکمل کرنا ضروری ہے۔"

"میں سلطان شاہ کو اپنے معاون کے طور پر ساتھ لے جاؤں گی۔"

"یہ سب سے بڑی خبر ہے۔" غزالہ خوش ہو کر بولی۔

"آج تم دونوں کے ستارے کافی مل رہے ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے وہ تمہاری تعریف کر رہا تھا۔ اب تم نے اسے اپنے ساتھ لے جانے کا اعلان کیا ہے۔ کاش تم دونوں کے درمیان مفاہمانہ فضائیں ہی پروان چڑھتی رہتیں۔"

"اس بارے میں اول خان کا مشورہ بھی سود مند رہے گا۔" سلطان شاہ، غزالہ کے تبصرے کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا "آج گلاب خان کے گھر کا پتا اسی نے فراہم کیا تھا لیکن تم نے وہاں جانے کے بارے میں اسے اعتماد میں نہیں لیا۔ وہ حساس آدمی ہے۔ بہت برا منائے گا۔"

"وہ برا منائے، میں اسے منا لوں گا۔ وہ ہمارا دوست ضرور ہے لیکن کبھی کبھی مجھے یوں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے ہم اس پر زیادہ انحصار کرنے لگے ہیں۔۔۔۔"

"اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔" ویرا نے میری قطع کلامی کرتے ہوئے کہا "اس نے سرور کو میدان میں نہ اتارا ہوتا تو ہم لوگ کئی دنوں تک گلاب سنگھ کی تلاش میں بھٹکتے رہتے۔"

"میں بھی یہی کہہ رہا ہوں۔ اس کی وجہ سے میسر آنے والی آسانیوں نے ہمیں تن آسان بنا دیا ہے۔ جہاں تک گلاب خان کا معاملہ ہے تو میں نے اسے نظر انداز نہیں کیا۔ بس اچانک ادھر جانے کا پروگرام بن گیا۔ ویسے بھی وہاں کسی لاؤ لشکر کی ضرورت نہیں تھی۔ اب اس سے بات یا ملاقات ہوگی تو اسے بھی سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"سوبھراج آسانی سے قابو میں آنے والی آسامی معلوم نہیں ہوتا۔" ویرا سگریٹ سلگا کر دھیرے سے بولی "اس کے لیے ہمیں ایس بی ایف کے وسائل اور نفری کی ضرورت پیش آئے گی۔"

"ضرورت پڑے گی تو ہم ان سے ضرور مدد لیں گے۔" میں نے اسے یقین دہانی کرائی۔

"تم نے ابھی تک سوبھراج کے سیٹ لائٹ فون کا کوئی مصرف نہیں سوچا۔" ویرا نے اپنی دانست میں مجھے یاد دلایا "یہ پتا چلنا چاہیے کہ گوپال نے تمہیں کوئی غلط نمبر دے کر گمراہ کرنے کی کوشش تو نہیں کی۔"

"میرے لیے سوبھراج زیادہ اہم ہے۔ میں اس سے بھی بات کروں گا لیکن اس وقت مجھے مجبوڑا اسے بھول کر سیتا کے پیچھے جانا پڑا۔ وہ چھلاوا بنی ہوئی ہے۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں

Downloaded from https://paksociety.com

میرے پہنچنے سے پہلے ہی وہ گلاب خان کے گھر سے کہیں اور کوچ نہ کر جائے۔"

"اس بھاگ دوڑ کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔" ویرا بے پروائی سے بولی "پہلے نہ سہی وہ تمہارے جانے کے بعد نکل گئی۔"

"بس یہ ہمارے مقدر کی خرابی تھی کہ وہ نکل گئی ورنہ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ گلاب خان کے گھر سے نہیں نکل سکے گی۔ اب دیکھو کہ وہ دوبارہ کب ہمارے سامنے آتی ہے۔"

ہم اپنی اپنی کوفت دور کرنے کے لیے ادھر اُدھر کی باتوں میں مصروف تھے کہ اول خان کا فون آگیا۔ وہ دفتر سے باہر مصروف رہا تھا اور اس وقت بھی راستے میں تھا۔ اس نے ہمارے پروگرام کے بارے میں پوچھ کر اطلاع دی کہ وہ ایک اچھی خبر کے ساتھ تھوڑی دیر میں ہمارے گھر آرہا تھا۔

"حیرت ہے کہ اس نے تم سے سیتا یا گلاب خان کے لڑکے کے بارے میں نہیں پوچھا۔" اول خان سے گفتگو ختم ہوتے ہی ویرا بولی۔

"وہ یہاں آرہا ہے۔" میں نے ان سب کو مطلع کیا اور سگریٹ سلگا کر صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔ اس وقت میرے ذہن پر صرف اور صرف سوبھراج سوار تھا۔

تھوڑی دیر بعد اول خان آگیا۔ چہرے سے وہ خاصا بشاش اور خوش نظر آرہا تھا۔ اس نے آتے ہی بتایا کہ سوبھراج کے چہرے پر داڑھی کے اضافے کے نتیجے میں حشمت کی شخصیت وجود میں آئی تھی اس نے سوبھراج کی چند تصاویر حاصل کر کے ایک آرٹسٹ سے ان میں مطلوبہ اضافے کرائے۔ وہ تصاویر ہوٹل کے عملے کو دکھائی گئیں تو ہر فرد نے فوری طور پر انہیں حشمت کی مختلف تصاویر کے طور پر پہچان لیا۔ یہ بات ہر شک و شبے سے بالاتر ہو چکی تھی کہ سوبھراج، حشمت اور کوبرا ایک ہی شخصیت کے تین نام اور روپ تھے۔ صرف سوبھراج کے گریبان پر ہاتھ ڈال کر ہم ان تینوں کے کالے کرتوتوں کا حساب بے باق کر سکتے تھے۔ وہ اپنی سیاسی پوزیشن سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے جرائم کا بازار گرم کیے ہوئے تھا۔

"آج میں صبح سے اسی کے چکر میں لگا رہا۔" اول خان کہہ رہا تھا "سرور کی رپورٹ ملتے ہی میں نے تم کو گلاب خان کا پتا بتایا اور اپنے کام پر نکل کھڑا ہوا۔ اب فرصت ملی ہے تو سیدھا ادھر آیا ہوں۔ تم نے گلاب خان کے بارے میں کیا سوچا ہے۔"

"سوچنے سمجھنے کے سارے مراحل گزر چکے ہیں۔ میں نے ہنستے ہوئے' سرسری انداز میں اسے بتایا "میں سلطان شان کے ساتھ اس کے گھر ہو آیا ہوں۔" میں غیر ارادی طور پر لمحہ بھر کے لیے خاموش ہوا تو اول خان میری اس کوشش کے نتیجے کے بارے میں کوئی سوال کر بیٹھا۔ میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا "وہ وہیں تھی مگر ہمیں جل دے کر دوبارہ نکل جانے میں کامیاب ہو گئی۔"

اس واقعے کی تفصیل اول خان کے لیے حیران کن ثابت ہوئی۔ اس کی رائے تھی کہ سیتا کے لیے سرہلند خان کے دل میں بھڑکتی ہوئی آتشِ محبت نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس کی باتوں سے سیتا نے اندازہ لگا لیا کہ یہ خانے سے باہر نکلتے ہی اس پر برا وقت آجائے گا۔ بروقت معلومات حاصل ہونے کی وجہ سے اسے اپنے فرار کا نیا منصوبہ تیار کرنے کی مہلت مل گئی۔ اس نے یہاں تک کہہ دیا کہ شاید سرہلند خان نے خود ہی اپنا ریوالور سیتا کے حوالے کیا ہو تاکہ وہ اس کی مدد سے وہاں سے فرار ہو سکے۔

"عشق کی سمت صحیح ہو تو یہ بہت پاکیزہ جذبہ ہے۔" غزالہ نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا "اندھی محبت کی صورت میں آدمی کی عقل پر پردے پڑ جاتے ہیں اور وہ برے بھلے کی ہر تمیز کھو بیٹھتا ہے۔ سرہلند ننھا سا بچہ نہیں تھا کہ سیتا نے اسے بہلا پھسلا کر ریوالور اپنے قبضے میں لے لیا ہو۔"

"اس بارے میں مجھے سرہلند سے پوچھ گچھ کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔" میں نے بتایا "گلاب خان کے ناگہانی زخمی ہو جانے کی وجہ سے اس کے گھر میں ایک کہرام سا مچا ہوا تھا۔ ہم دونوں الگ الگ گاڑیوں میں وہاں پہنچے تو سرہلند اپنے زخمی باپ کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گیا۔ میں سلطان شاہ کو اپنے ساتھ لے کر وہاں سے نکل آیا۔"

"میری دانست میں یہ معلوم ہونا ضروری ہے۔" اول خان نے زور دے کر کہا "اگر سرہلند نے اس کے ساتھ غیر معمولی ہمدردی کا مظاہرہ کیا ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس نے سیتا کو کسی نئے ٹھکانے کے بارے میں بھی بتایا ہو جہاں وہ محفوظ رہ کر سرہلند سے ملتی جلتی رہے۔"

"سرہلند کے بارے میں تمہاری رائے قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے۔" ویرا نے پرزور لہجے میں کہا "اس سے ذرا سختی سے باز پرس کی جائے تو وہ سب کچھ اگل دے گی۔ پڑھا لکھا آدمی کسی بھی قوم یا طبقے سے تعلق رکھتا ہو' سمجھ دار اور مصلحت پسند ہوتا ہے۔ وہ اپنے بچاؤ کو ہر چیز پر فوقیت دیتا ہے۔"

"دو عورتوں یا لڑکیوں کی رائے ایک ہے تو ہو سکتا ہے

Downloaded from https://paksociety.com

کہ وہ درست ہو مگر میں ان میں سے کسی سے متفق نہیں ہوں۔" میں نے کہا "راستے میں میری اس سے مختصر سی بات ہوئی تھی اور اس نے سیتا کو ایک بدمعاش عورت قرار دیا تھا۔

"یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ تہ خانے میں سیتا کا ہیپ کچھ اور ہی رہا ہوگا۔" ویرا اپنی بات پر اڑی رہی۔ "وہ اپنے اناڑی پن کی وجہ سے اس سے دھوکا کھا گیا۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اس نے اپنے باپ کے زخمی ہونے پر احتجاج کیا ہوگا اور سیتا کے ساتھ جانے سے انکار بھی کردیا ہوگا۔ اس وقت سیتا نے اپنے تیور بدل کر اسے آنکھیں دکھائی ہوں گی۔ وہ زندگی اور موت کے درمیان پھنسی ہوئی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنی ہدایت سے انحراف کی صورت میں سرہلند کو گولی مارنے کی دھمکی دے کر اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کیا ہو۔"

وہ باتیں بعید از قیاس نہیں تھیں۔ حالات میں ساری تبدیلیاں تہ خانے کے باہر رونما ہوئی تھیں۔ اگر سرہلند نے نئی کمین گاہ کے سلسلے میں سیتا کو کوئی مشورہ دیا بھی تھا تو مجھے امید نہیں تھی کہ اس چالاک عورت نے اس پر عمل کیا ہوگا۔ وہ سرہلند کی بتائی ہوئی کمین گاہ میں روپوش ہو کر یہ خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی کہ وہ اپنے باپ کو بے رحمی سے زخمی کرنے والی کی مخبری کر کے اسے وہاں سے پکڑوا دے۔ میری نپی تلی رائے تھی کہ سیتا ہمارے ہاتھ سے نکل چکی تھی اور ہمیں از سرنو اس کی تلاش کی مہم شروع کرنی تھی۔

نتیجہ کچھ بھی نکلے، سرہلند پر ایک مرتبہ ذرا سی محنت کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" اول خان نے ویرا کی ابتدائی تجویز کی حمایت میں کہا "ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تہ خانے میں سیتا اور سرہلند کے درمیان کیا مذاکرات ہوئے تھے اور اس نے کن حالات میں سرہلند کے ریوالور پر قبضہ کیا تھا۔"

اول خان نے ایک فیصلہ صادر کردیا تھا۔ اس معاملے میں مزید رائے زنی کی کوئی گنجائش نہیں رہی تھی۔

"میں گلاب خان کی طرف گیا ہوا تھا۔ ویرا نے دوسری طرف چھیڑ چھاڑ شروع کر دی "ایک موضوع پر گفتگو ختم ہونے کے بعد میں نے اول خان کے کسی سوال سے پہلے اسے ویرا کی دونوں ٹیلی فون کالز کے بارے میں بتانا شروع کر دیا۔

امریکی اشتہار کے حوالے سے کی جانے والی فون کال کی اہمیت ایک کھیل یا شرارت سے زیادہ نہیں تھی۔ اول خان نے اسے ہنس کر نظرانداز کردیا لیکن سوبھراج کے نمبر پر کی جانے والی کال کی تفصیل سن کر اسے خاصی خوشی ہوئی "تم نے شیر کے منہ میں ہاتھ ڈالا ہے۔ حیرت ہے کہ اس کے پرسنل سیکریٹری نے تمہیں آسانی سے ملاقات کا وقت دے دیا۔"

"اس نے تم سے ضرور پوچھا ہوگا کہ تم کراچی میں کہاں مقیم ہو!" میں نے ایک فوری خیال کے تحت ویرا سے پوچھا۔

"پوچھا تھا۔" ویرا ایک گہرا سانس لے کر بولی "حیرت ہے کہ یہ اہم سوال تمہیں پہلے یاد نہیں آیا۔ میں نے اس سے کہہ دیا کہ میں آج حیدر آباد جا رہی ہوں۔ کل صبح واپس آؤں گی اور جس ہوٹل میں کمرا مل گیا، وہیں ٹھہر جاؤں گی۔"

"اور تمہارا خیال ہے کہ تمہارے اس مشتبہ جواب پر یقین کرلیا گیا ہوگا۔" سلطان شاہ بولا۔

"اسے تم کمزور جواب کہہ سکتے ہو کیونکہ تم ہر بات سے واقف ہو۔ اس کے شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ میں یہاں ہوٹلوں میں آرام کرنے کے لیے نہیں آئی۔ سی بی ایس نے بھاری رقم خرچ کر کے یہاں ایک پروگرام مکمل کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ اس کے لیے میرا ہر وقت متحرک رہنا ضروری ہے۔"

"سی بی ایس کی طرف سے کوئی امریکی لڑکی ہی آسکتی ہے۔ میں نے امریکی لب و لہجے والی انگریزی استعمال کی تھی۔" اس نے فخریہ لہجے میں بتایا "اردو میں بات کرنے کے بعد میں ان کے سامنے جاتی تو وہ میرے رنگ اور خدوخال سے بری طرح چونک پڑتے۔ اخبارات میں اشتہار تازہ ہے اس میں چھپنے والی میری تصویر کافی پرانی لیکن صاف ہے۔ اس میں میری کچھ نہ کچھ شباہت موجود ہے۔ اپنے سامنے مجھے اردو بولتا دیکھ کر انہیں لامحالہ شبہ ہو سکتا تھا۔"

"شبہ ہونے کے امکانات اب بھی موجود ہیں۔" اول خان تشویش سے بولا "یہ فیصلہ عجلت میں نہیں کیا جا سکتا۔ میں تمہیں شیر کی کچھار میں داخل ہونے کا مشورہ نہیں دوں گا۔ ہمیں اس بارے میں سوچ سمجھ کر کچھ طے کرنا ہوگا۔"

"اتفاق کی بات ہے کہ میرے ذہن میں انٹرویو کا بہانہ آگیا اور وہ رضامند بھی ہوگیا۔ بار بار ایسے بہانے بنائے جا سکتے ہیں اور نہ وہ کامیاب ہوں گے۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ خود ہی انٹرویو سے بھاگ جائے۔" میں نے پُرخیال لہجے میں کہا "ابھی میرے پاس ایک ٹرمپ کارڈ باقی ہے۔"

"وہ کیا۔" تقریباً چاروں نے ہی بہ یک آواز پوچھا تھا۔

"گوپال نے اس کا سیٹ لائٹ فون نمبر دیا تھا۔ اس پر سوبھراج کو خوفزدہ کرنے کے لیے خاصا مواد جمع ہو چکا ہے۔" میں نے کہا۔

"بالکل۔" اول خان پرزور لہجے میں بولا "اسے تو میں بھول ہی گیا تھا۔ یہ نیک کام تمہیں ابھی کرلینا چاہیے۔"

"شاید اس کے لیے تمہیں کسی پی سی او کا رخ کرنا پڑے گا۔" ویرا بولی "جب سی ایس ڈی کی وجہ سے موبائل فون پر بات نہیں ہو سکتی تو سیٹ لائٹ فون پر کیا ہوگی۔ اس میں بھی کئی درمیانی سرکٹ ملوث ہوتے ہوں گے۔ سی ایس ڈی دوسرا سرکٹ ملتے ہی لائن کاٹ دیتی ہے۔"

مجھے یاد آیا کہ گوپال نے بھی پچھلی شام پی سی او سے ہی کویرا کا نمبر ملایا تھا لیکن وہ مسئلہ دیگر تھا۔ شاید وہ رازداری کے پیش نظر اس رابطے کے لیے موبائل کا فون استعمال نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔ ایک زمانہ وہ تھا جب کہیں کہیں لگے ہوئے اِکاڈُکا پبلک فون بوتھ صرف لوکل کال کرنے کے لیے استعمال کیے جا سکتے تھے لیکن کارڈ فون کے رواج پانے کے بعد بیشتر جدید فون بوتھ مقامی سے بین الاقوامی کالز تک کے لیے استعمال ہونے لگے تھے۔

"ضرورت پڑی تو پبلک بوتھ بھی دیکھ لیا جائے گا۔ فی الحال یہاں سے ایک کوشش کرلینے میں کیا حرج ہے!" سلطان شاہ ویرا کے اٹھائے ہوئے نکتے کا جواب دے رہا تھا۔

سلطان شاہ کی تجویز بہتر تھی۔ کورم بھی پورا تھا۔ میں نے کہا "یہ کام اسی وقت کرلینا چاہیے۔ دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے؟"

سلطان شاہ نے نہایت سعادت مندانہ انداز میں اسپیکر فون میرے آگے سرکا دیا۔

گوپال کا بتایا ہوا فون نمبر اول خان نے نوٹ کیا تھا جو بعد میں، میں نے بھی ایک کاغذ پر لکھ لیا تھا۔ دونوں کے پاس اپنے اپنے کاغذ موجود تھے۔ میں نے ایک مرتبہ دونوں نمبروں کا موازنہ کیا۔ وہ بالکل یکساں تھے۔ میں نے اسپیکر فون پر وہ نمبر ملانا شروع کردیا۔

نمبر ملانے کے بعد مجھے کئی سیکنڈ تک انتظار کرنا پڑا لائن پر گہرا سکوت چھایا ہوا تھا۔ سب کی مستفسرانہ نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں پھر اچانک ہی دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور میں نے بے ساختہ اپنا داہنا ہاتھ فضا میں اچھال کر کامیابی کا اعلان کردیا۔ شاید سیٹ لائٹ کے ذریعے براہِ راست رابطے میں موبائل کی طرح کوئی اور سرکٹ موجود نہیں تھا۔

میں نے ریسیور واپس رکھ کر بہت تیزی سے اسپیکر فون آن کیا تھا۔ پہلی گھنٹی اسپیکر فون پر مکمل ہوئی۔ قدرے وقفے سے دوسری گھنٹی کی آواز ابھری اور اسی کے درمیان دوسری طرف سے ریسیور اٹھا لیا گیا۔ "ہیلو!" میرے کانوں میں ایک گو نجیلی اور رعب دار مگر خوابیدہ سی آواز آئی۔

"کیا سو رہے تھے؟" میں نے اس کی آواز میں نیند کا خمار محسوس کرتے ہوئے طنز کیا "پورا شہر جاگا ہوا ہے اور تم گدھے گھوڑے بیچ کر سو رہے تھے۔"

"تم کون ہو اور تم کو یہ فون نمبر کہاں سے ملا؟" آواز میں غراہٹ اور خفگی عود کر آئی۔

"دونوں ملین ڈالر کے سوال ہیں۔ آج کے امریکی اشتہار نے پہلے سوال کی قیمت اور بڑھا دی ہے۔"

"تم کیا اول فول بک رہے ہو۔ کس اشتہار کی بات کر رہے ہو؟"

میرا مقصد اسے سلگانا اور مشتعل کرنا تھا۔ میں نے اس کے سوال کو نظرانداز کر کے کہا "دنیا آنکھیں بند کر کے سوتی ہے۔ تم آنکھیں کھلی رکھ کر سوتے ہو گے۔ سنا ہے کہ سانپ کی آنکھوں کے پپوٹے نہیں ہوتے۔ اس لیے وہ سوتے ہوئے بھی جاگتا نظر آتا ہے۔ تم کوبرا ہو۔ تمہارے بھی یہی خواص ہوں گے۔ حیرت ہے کہ پھر بھی تم بے خبر ہو۔"

"میں پوچھ رہا ہوں کہ تمہیں یہ فون نمبر کہاں سے ملا؟" اس کی آواز سے نیند کا خمار کافور ہو گیا۔ اس کی آواز پھاڑ کھانے والی تھی۔

"تم ایس کے کو تو جانتے ہو گے!" میں نے اس کی کیفیت کے تصور سے محظوظ ہوتے ہوئے پوچھا۔

"اگر تم نے پاگلوں جیسی بے مقصد باتیں ختم نہ کیں تو میں فون بند کردوں گا۔" اس نے دھمکی دی۔

"کوئی بات نہیں۔ میں دوبارہ فون کرلوں گا۔ ویسے میں سونیا کمال کی بات کر رہا ہوں۔ وہی جو ارجن کے ہوٹل میں ٹھہری ہوئی تھی۔"

"اس سے تمہارا کیا واسطہ؟ وہ تمہیں کہاں مل گئی؟"

"اب ان نازک سوالوں کو چھوڑو۔ میں یہ بتا رہا تھا کہ تمہارا فون نمبر اسی نے دیا ہے۔" میں نے اسے غلط فہمی میں ڈالنے کے لیے اس کے فون نمبر کا افشا دانستہ سیتا کے سر ڈال دیا۔

"میں مان ہی نہیں سکتا۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"میری سچائی کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہوگا کہ میں اس وقت تمہارے سیٹ لائٹ فون پر تم سے بات کر رہا ہوں۔"

"اگر تم سچے ہو تو یہ بتاؤ کہ وہ تمہیں کہاں ملی تھی۔"

Downloaded from https://paksociety.com

اس کا غصہ آخر کار تجسس میں تبدیل ہونے لگا۔

"ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ تو میرے سائے سے بھی بھڑکتی ہے۔ میں نے اسے ہوٹل کی پارکنگ سے بے ہوش کر کے اغوا کر لیا تھا۔"

"یہ خواب تم نے کب دیکھا تھا؟" اس کی زہریلی آواز آئی۔

"یہ کل شام کی بات ہے۔" اس بار میں نے سنجیدگی اختیار کر لی تھی۔

"اگر وہ کل شام سے تمہاری قید میں ہے تو پھر اس نے تمہارے ایما پر ہی مجھے فون کیا ہو گا..... مجھ سے ہوش میں رہ کر بات کرو۔ میں اپنے دشمنوں کو چیونٹی کی طرح مسل دینے کی طاقت رکھتا ہوں۔ میری اس سے رات کو فون پر بات ہوئی ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس نے میرا فون نمبر تمہیں دیا ہو یا وہ تمہارے ہاتھ آئی ہو۔"

یہ ایک نیا انکشاف تھا کہ سیتا نے اسٹیشن فور سے فرار ہونے اور گلاب خان کے گھر پہنچنے کے درمیان، کہیں سے کوبرا کو فون کیا تھا اور اپنے اغوا کا ذکر گول کر دیا تھا۔

"دیکھو پیارے کوبرا! میری بات کا یقین کر لو ورنہ مجھے کچھ ناگفتنی باتیں دہرانی پڑ جائیں گی۔"

"میرا یہ فون نمبر ٹاپ سیکرٹ ہے۔ یہ کسی ایرے غیرے کے ہاتھ نہیں لگ سکتا۔ مجھے صرف اس ایک بات نے فکر مند کیا ہوا ہے۔ اگر تمہاری یہی کال میرے کسی عام فون پر آئی ہوتی تو میں نے اب تک دس دفعہ تمہارے منہ پر تھوک کر فون بند کر دیا ہوتا۔"

"سنا ہے کہ سانپ کا تھوک بھی بہت زہریلا ہوتا ہے۔ دوسری اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ چیونٹی ہاتھ میں آجائے تو مسلی جاتی ہے۔ آنکھ بچا کر کسی طرح ناک کے راستے دماغ میں گھس جائے تو آدمی کو مار دیتی ہے اس لیے زیادہ بڑے بول نہ بولو۔ جس طرح میں نے تمہارے فون نمبر کا سراغ لگایا ہے اسی طرح میں تمہارے ٹھکانے تک بھی پہنچ سکتا ہوں۔ ذرا سی برے وقت سے جب تمہیں میرے ہاتھوں سے روئے زمین پر کہیں امان نہیں ملے گی۔"

"اوہ!" فون پر یکایک اس کی تحیر زدہ آواز ابھری جیسے اس کے ذہن میں کوئی نیا خیال آیا ہو "ابھی تم نے اشتہار کی بات کی تھی اور اب تمہاری باتوں سے نخوت کی بو آ رہی ہے۔ کہیں تم ڈینی تو نہیں ہو۔ میں نے سنا ہے کہ وہ اسی طرح بڑی بڑی باتیں کرتا ہے۔"

"غنیمت ہے کہ تم نے خاکسار کو پہچان لیا۔ تم نے یہ بھی ضرور سنا ہو گا کہ میں جو کہتا ہوں اس پر عمل ضرور کرتا ہوں۔"

"اب میں تم سے کچھ دیر تک بات کر سکتا ہوں، جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ مخاطب کون ہے تو بات کرنے میں خاک مزہ نہیں آتا۔" الفاظ کے ساتھ اس کے لہجے میں نمایاں تبدیلی آگئی۔ "اب ذرا ناگفتنی باتیں بھی دہرا دو تاکہ میں تمہاری کسی بات کا اعتبار کر سکوں۔"

میں نے ایک نظر دونوں عورتوں کی طرف دیکھا۔ ویرا ڈھیٹ اور بے شرم تھی۔ اس کے اٹھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اسے میں کوئی اشارہ کرتا تو وہ میری ضد میں اور جم کر بیٹھ جاتی۔ وہ ہر قسم کی گفتگو سے لطف اندوز ہونے کی عادی تھی لیکن میں کم از کم غزالہ کے سامنے وہ سب نہیں کہہ سکتا تھا جو میرے ذہن میں کلبلا رہا تھا۔ میں نے غزالہ کو آنکھ سے اشارہ کیا۔ ناگفتنی باتوں کا ذکر آجانے پر وہ خود بھی پریشان تھی۔ فوراً اٹھ کر ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئی۔

"سونیا کمال کو میں نے کل شام کو اٹھایا تھا۔ وہ واقعی کمال کی ہے اور بہت مزے دار عورت ہے۔" میں نے قدرے توقف کے بعد ایک ایسی کہانی چھیڑ دی جو سیتا اور کوبرا کے درمیان نفرتوں کی ایک وسیع خلیج پیدا کر سکتی تھی "سونیا کو یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ میرے چنگل سے کسی بھی طرح نجات حاصل نہیں کر سکے گی۔ اس نتیجے پر پہنچتے ہی اس نے میرے ساتھ دوستانہ رویہ اختیار کر لیا۔ اس کے وجود کی مہک میں ابھی تک اپنے سانسوں میں محسوس کر رہا ہوں....." میں نے اپنی کہانی میں رنگ بھرنا شروع کیا، ہ ادھورا رہ گیا۔

"اس معاملے میں وہ آوارہ کتیا ہے۔" اس نے مضطربانہ لہجے میں میری بات کاٹ دی "مجھے تمہاری اور اس کی ان گھٹیا سرگرمیوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"کمال ہے کہ تم ان باتوں کو ہنیا سرگرمیاں قرار دے رہے ہو۔ میں نے تو سنا ہے کہ تم ان ہی رنگینیوں کو زندگی کا نچوڑ سمجھتے ہو۔"

"کہنے اور کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ عملی زندگی کی ہر بات زبان پر نہیں لائی جاتی۔"

"میں اسی لیے ناگفتنی باتوں کا ذکر کر رہا تھا۔ تفصیلات کا ذکر میں نے تمہارے اصرار پر چھیڑا ہے۔"

"بس اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے کتیا پن پر اتر آئی۔ میں یہ جاننا چاہ رہا تھا کہ اس نے تمہیں فون نمبر کیسے دے دیا۔"

"میں بھی وہی بتا رہا تھا۔ جذبات کی روانی میں، ب

Downloaded from https://paksociety.com

وجود پگھلتے ہیں تو زبان پر بھی اختیار نہیں رہتا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ میرے لیے لڑکیوں کا قحط ہے۔ میں اسے ساری عمر اپنی قید میں رکھوں گا۔ تمہاری اس سیکرٹ ایجنٹ کو یہ پتا نہیں تھا کہ شوقین مزاج لوگ چوسے ہوئے آم کو دوبارہ منہ نہیں لگاتے۔۔۔"

"تو اس اُلّو کی پٹھی نے تمہیں یہ بھی بتادیا کہ وہ سیکرٹ ایجنٹ ہے!" وہ میری بات کاٹ کر غرایا۔

"سیکرٹ ایجنٹ کیا' وہ تو بلیک کیٹ ہے۔ اگر میری باتوں پر اب بھی اعتبار نہ آیا ہو تو میں کچھ اور بھی بتا سکتا ہوں۔"

"بتاؤ' ضرور بتاؤ۔ میں سب کچھ جاننا چاہتا ہوں۔"

"سب کچھ نہ کہو۔ بہت کچھ تو تم سننے کے روادار ہی نہیں ہو۔ اس کا اصل نام سیتا کانت ہے اور کوڑی سی دوسو پندرہ" میں نے ویرا کو آنکھ مار کر کہا "مجھے یقین نہیں آیا تھا کہ ایک منجھی ہوئی سیکرٹ ایجنٹ اتنی آسانی سے اپنی شناخت بتا سکتی ہے۔ اپنا یقین دلانے کے لیے اس نے اپنا زیر جامہ دکھایا جس کے اندر اسی نام اور کوڈ کا ٹیگ سلا ہوا تھا۔"

"تمہاری باتیں میرے لیے حیران کن ہیں۔ میں انہیں سچ مان لوں تو پھر اس نے مجھے فون کیسے کیا تھا۔ اس کی آواز سے پریشانی مترشح ہونے لگی تھی۔

"چوسا ہوا آم کچرے میں پھینک دیا جاتا ہے۔ وہ دہلی سے مجھے مارنے آئی تھی مگر خود زیر دام آگئی تھی۔ میں نے اس سے سب کچھ اگلوا لیا تھا۔ وہ میرے لیے بے کار ہو چکی تھی۔ رات کو میں نے اسے آزاد کر دیا۔ آزادی حاصل کرنے کے بعد اس نے کہیں سے تمہیں فون کیا ہوگا۔"

وہ غدار نکلی۔ اس نے اپنے ساتھ میرا منہ بھی کالا کر دیا۔ اس نے ہماری ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا لیکن یہ یاد رکھنا کہ تم اب بھی ہمارے نشانے پر ہو۔ تمہارا وقت بہت قریب آچکا ہے۔ سیتا نہ سہی' کوئی اور تم تک پہنچ کر تمہارا کام تمام کر دے گا۔ میں ابھی تک یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم نے یہ سب باتیں مجھے کیوں بتائی ہیں!"

"میں نے از خود تمہیں ایک لفظ نہیں بتایا۔ تمہارے اصرار اور فرمائش پر بات سے بات نکلتی چلی گئی۔ میں تمہیں یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ اب ہم تمہاری شہ رگ سے بہت قریب پہنچے ہوئے ہیں۔ یہ تمہاری بے خبری میں کسی بھی وقت کاٹ دی جائے گی اور تم جہنم واصل ہو جاؤ گے۔"

"اور یہی بات تمہارے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے۔" قدرے بہتر فضا میں ہونے والی گفتگو میں یکایک تلخی گھل گئی تھی "یہ نہ سمجھنا کہ ایک بلیک کیٹ کو غداری پر اکسا کر تم نے کوئی بڑا پالا مار لیا ہے۔ ہم بھی تمہارے اردگرد منڈلا رہے ہیں۔ جال لحہ بہ لحہ تنگ ہو رہا ہے۔ کسی بھی وقت ڈوریاں کھنچ جائیں گی۔"

"اپنی غلط فہمی دور کر لو۔ بات صرف ایک بلیک کیٹ کی نہیں ہے۔ سیتا کو میں نے پکڑا تھا۔ اس کی نشان دہی پر اب گوپال راج میرے قبضے میں ہے۔ تمہاری ساری بساط درہم برہم ہو چکی ہے۔ یہ ارجن کے خون کا خمیازہ ہے جو تم کو بھگتنا پڑے گا۔"

میں نے اپنی بات ارجن کے قتل تک محدود رکھی تھی۔ یہ کہنے سے گریز کیا تھا کہ کوبرا نے نک کے ایما پر ارجن کو مروایا تھا۔ حالانکہ میرے لیے وہ بات بہت زیادہ واضح ہو چکی تھی۔ اس کے اظہار میں خرابی یہ تھی کہ وہ بات مجھے کرنل داور کی حیثیت سے معلوم ہوئی تھی اور میں حتی الامکان اپنے ان دونوں کرداروں کو ایک دوسرے سے الگ رکھنے کے لیے کوشاں تھا۔

"تم نے اسے بہت گنداکر کے چھوڑا ہے۔ اب یہ عورت میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکے گی۔ میں اس کی بوٹیاں اڑا دوں گا۔" گوپال کے انجام کی خبر سن کر حشمت بلکہ سوبھراج کی آواز میں وحشیانہ حد تک تندی آگئی "مجھے یہی فکر کھائے جا رہی تھی کہ سیتا ہوٹل سے بھاگ گئی ہے تو گوپال کہاں مرا ہوا ہے۔ میں اسے شہر کے سارے اسپتالوں میں تلاش کروا رہا ہوں۔۔۔۔"

"اب یہ مشقت ختم کر دو۔ اسے لے جانے والے میرے ساتھی تھے۔" جب تک وہ زبان نہیں کھولتا' میں احتیاط سے اس کی مہمان داری کروں گا۔ جس لمحے اس کی زبان چل پڑی' میں اسے آزاد کر دوں گا۔ میں ایک نیک اور شریف آدمی ہوں۔ بے مقصد خون خرابے سے ہمیشہ اپنا دامن بچاتا ہوں۔"

"مجھ سے چبا چبا کر باتیں نہ کرو۔ مجھے معلوم ہے کہ کون کون تمہاری پشت پر ہے۔ گوپال کو یقیناً ایس ٹی ایف والے اسپتال کے بہانے لے گئے ہوں گے۔ ایک فائیو اسٹار ہوٹل سے تم جیسا آدمی کسی کو نکال کر نہیں لے جا سکتا۔ اس کے لیے حوصلہ اور اتھارٹی کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"جب تم جیسے دو ٹکے کے سانپ اس ہوٹل میں اپنے ایک گرے دوست کو ڈس سکتے ہیں تو پھر مجھے کون روک سکتا تھا۔"

"تم نے دوسری بار یہ بکواس کی ہے۔ میں تمہاری خرافات سے ڈرتا ہوں نہ الزام تراشی سے خوف زدہ ہوں۔

Downloaded from https://paksociety.com

صرف تمہاری غلط فہمی دور کرنے کے لیے بتا رہا ہوں کہ مجھے ارجن کے ناگہانی قتل کا گہرا قلق ہے۔ میں تم سے اس کے خون کا حساب بھی لوں گا۔"

اس کی دیدہ دلیری پر سب حیران رہ گئے۔ اس کا منہ توڑنے کے لیے وہ باتیں دہرانی ضروری تھیں جو میں نے کرنل داور بن کرنک کی زبان سے سنی تھیں۔ میں انہیں زبان پر نہیں لا سکتا تھا۔ میں نے رسانیت سے کہا "یہ آنے والا وقت بتائے گا کہ کون کس سے کس کے خون کا حساب لیتا ہے۔ ارجن کے قتل کے وقت تم کہاں تھے یہ تمہارا دل جانتا ہوگا۔ میں جلد ہی اس کا سراغ بھی لگا لوں گا۔ میں باتوں کی روانی میں اس سے حشمت کا ذکر کرتے کرتے رہ گیا۔ اس وقت اسے یہ بھنک نہیں ملنی چاہیے تھی کہ میں اس کے مختلف ناموں سے واقف ہو چکا تھا۔

وہ بلیک کیٹس سے کوبرا بن کر ہوٹل کے مختلف خالی کمروں میں ملتا رہا تھا مگر نک نے مجھے کرنل داور کے روپ میں جو مشورے دیے تھے ان سے ثابت ہو چکا تھا کہ سوبھراج ارجن کی مدد سے حشمت بن کر ہوٹل کے کسی کمرے میں قیام کرتا تھا اور پھر کوبرا کے روپ میں اپنے خفیہ دھندے چلاتا تھا۔

"تم نے اسے خود نہیں مارا مگر اسے تمہارے اشارے پر مارا گیا ہے۔" میں نے تلخی سے کہا "تمہاری چہیتی سیتا مجھے یہ بھی بتا چکی ہے کہ پہلے تم ان دونوں سے کوبرا کے روپ میں روزانہ ایک بار ضرور ملتے تھے مگر ارجن کے قتل ہوتے ہی گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو گئے۔ یہ محض اتفاق نہیں تھا۔ قاتل اپنی واردات مکمل کرنے کے بعد اسی طرح جائے وقوع سے غائب ہوتے ہیں۔"

"ڈینی! میں تمہیں یہ بتا دوں کہ تمہاری موت میرے ہاتھوں لکھ دی گئی ہے۔ تم زیادہ دنوں تک نہیں جی سکو گے!"

"تمہارے دو مضبوط ترین مہرے پہلی چال پر پٹ چکے ہیں۔ اگر تم را والوں کے بھی سرپرست تھے تو وہ بھی بری طرح مارے گئے۔ تمہارا سارا نیٹ ورک تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ تمہارے امریکی چہیتے بوکھلا کر دوبارہ اشتہار بازی پر اتر آئے ہیں۔ وہ جب کوئی بڑی زک اٹھاتے ہیں' کھسیانی بلی کی طرح یوں ہی کھمبا نوچنا شروع کر دیتے ہیں۔"

"اب میں نے بھی تمہاری کمر توڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تم تک پہنچنے کے لیے اول خان کو راستے سے ہٹانا ضروری ہو گیا ہے کیونکہ اس وقت لڑائی میں وہی ایس ٹی ایف کا سرغنہ ہے۔" اس کی آواز میں نفرت اور حقارت کی آمیزش تھی۔

وہ گفتگو الزامات اور جوابی الزامات میں الجھ گئی تھی لیکن دونوں میں سے کوئی بھی اس بات چیت کو ختم کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ جس طرح مجھے کوبرا کا دماغ پڑھنے اور اس کے اگلے اقدامات کا اندازہ لگانے کا موقع مل رہا تھا' شاید اسی طرح وہ بھی میرے جوابات سے کچھ کارآمد نتائج اخذ کر رہا تھا۔

ہم سب کے لیے اس کی آخری دھمکی بہت سنگین اور تشویش ناک تھی۔ ہم چاروں پس پردہ اور کسی حد تک زیر زمین رہ کر کام کر رہے تھے لیکن اول خان کے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں تھا۔ اپنے روزمرہ کے فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں اسے ہر وقت موجود اور متحرک رہنا پڑتا تھا۔ اگر سوبھراج جیسا بارسوخ شخص اس کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا تو یہ فکر و تشویش کی بات تھی۔ کرایے کا کوئی بھی قاتل اول خان کے معمولات کی نگرانی کر کے اپنی پسند کے وقت اور موقع پر کامیاب قاتلانہ حملہ کر سکتا تھا۔

سوبھراج کو ایسی کسی حرکت سے روکنا بہت ضروری تھا۔ میرے لیے وہ نازک موقع تھا۔ کوئی بڑی اور انتہائی خوفناک جوابی دھمکی ہی اسے اول خان کے خلاف قاتلانہ سازش سے روک سکتی تھی۔ میں نے چند لمحوں کے لیے سوچا اور پھر وہ سب کہہ ڈالنے کا فیصلہ کر لیا جسے میں اس وقت تک اپنی زبان پر لاتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔

"تم کان کھول کر سن لو کہ اب اول خان کا بال بھی بیکا ہوا تو میں نتائج کی پروا کیے بغیر تمہاری اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔ آج وہ حالات نہیں ہیں جب تمہارے بلیک کیٹس اول خان کا بازو زخمی کر کے صاف بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ تمہارے خلاف میرے پاس مضبوط شواہد موجود ہیں....."

اس نے میرے معاندانہ لہجے کی پروا کیے بغیر میری بات کاٹ دی اور کہا "میں تمہاری ان ہرزہ سرائیوں سے ڈرنے والا نہیں ہوں۔ تم کبھی میری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔"

"کل تم یہ دعویٰ کر سکتے تھے۔ آج اس خوش فہمی کو اپنے ذہن سے نکالا دو۔" میں نے حقارت سے کہا "پولیس ریکارڈ پر حشمت کا نام آ چکا ہے....."

"تم کس حشمت کی بات کر رہے ہو؟" اس بار اس نے یقیناً کچھ سوچے سمجھے بغیر' اضطراری انداز میں میری بات کاٹی تھی۔

"وہی حشمت جو ارجن کے قتل کے وقت ہوٹل کے کمرا نمبر تین سو دس میں ٹھہرا ہوا تھا اور ارجن کے قتل کی افراتفری میں خاموشی سے کسی وقت ہوٹل سے بھاگ گیا۔ اس نے فون پر اپنی مزید بکنگ منسوخ کرا دی اور اب اس کا نام میری لسٹ پر ہے۔"

"یہ سب تم مجھے کیوں سنا رہے ہو؟ حشمت سے میرا کیا تعلق؟" اس کی آواز ایک دم ڈھے گئی۔ میری زبان سے اچانک حشمت کا تذکرہ سن کر اس کی آواز میں پریشانی کا عنصر پیدا ہو گیا تھا۔

"اب میں تمہیں سب کچھ بتاؤں گا۔" میں نے مضبوط اور فیصلہ کن آواز میں کہا "تم ہوٹل کے مختلف خالی کمروں میں کوبرا بن کر بلیک کیٹس سے ملتے رہے اور سمجھتے رہے کہ تمہارا راز ارجن کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہو سکے گا۔ تم یہ بھول گئے کہ وہ دونوں تجربے کار سیکرٹ ایجنٹ ہیں۔ وہ تمہارے تابع نہیں تھے۔ تمہیں بیچ کے پیغام رساں کے طور پر استعمال کر رہے تھے۔ انہیں تجسس تھا کہ کوبرا کے سیاہ نقاب کے پیچھے کون ہے۔ دو دن پہلے انہوں نے تم سے ملنے کے بعد چھپ کر کمرے کی نگرانی کی۔ وہاں سے نقاب پوش کوبرا کے بجائے حشمت خان برآمد ہوا جو اپنے گردوپیش کی پروا کیے بغیر کمرا نمبر تین سو دس کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ کیا تم میری بات سن رہے ہو؟"

اسے اول خان کے خلاف کسی اقدام سے روکنے کے لیے میں نے وہ کہانی اسی لمحے گھڑی تھی اور اسے بھی سیتا کے کھاتے میں ڈالنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ اس طرح ایک پنتھ دو کاج ہو رہے تھے۔ ایک طرف کوبرا اور حشمت کا تعلق ثابت ہو رہا تھا۔ دوسری طرف سیتا اور کوبرا کے درمیان نفرت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اگر سیتا' گلاب خان کے گھر سے فرار ہونے کے بعد ہر طرف سے مایوس ہو کر کوبرا سے پناہ کی طلب گار ہوتی تو وہ اسے اپنے جال میں پھانس کر' اس کی کوئی وضاحت سنے بغیر' بے رحمی سے موت کے گھاٹ اتار دیتا۔

سیتا کسی معافی کی مستحق نہیں تھی' اسے ہر قیمت پر اپنے کیفر کردار کو پہنچنا چاہیے تھا۔

"میں سب سن رہا ہوں۔" اس بار قدرے سکوت کے بعد اس کی بوجھل آواز آئی تھی۔ "تھوڑی دیر پہلے تم نے کہا تھا کہ گوپال نے ابھی تک زبان نہیں کھولی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ من گھڑت بکواس بھی سیتا نے تمہیں' تمہارے سینے سے لگ کر سنائی ہوگی۔"

"میں بار بار کچھ نہیں کہوں گا۔ تم خود سمجھ دار ہو۔ اندازہ لگا سکتے ہو کہ اندر کی باتیں کون کھول سکتا ہے۔"

اپنی بات پوری کرتے ہوئے میری نظر ویرا پر پڑیں تو وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے کان پکڑے مجھے گھور رہی تھی۔ دوسروں کے ہونٹوں پر جاندار مسکراہٹیں تیر رہی تھیں۔ ان میں غزالہ بھی شامل تھی۔ وہ میری بے خبری میں' کسی کے ایما پر یا اپنے تجسس سے مجبور ہو کر دوبارہ ڈرائنگ روم میں آن بیٹھی تھی۔

اول خان نے اپنا داہنا مکا بند کر کے انگوٹھا اوپر اٹھا کر ستائشی انداز میں اسے زوردار جھٹکا دیا۔ اس کی دانست میں' میں صحیح جا رہا تھا۔

"اس کے تابوت میں آخری کیل اسی وقت ٹھک گئی تھی جب اس نے تمہیں میرا سیکرٹ سیٹ لائٹ فون نمبر دیا تھا۔ یہ سب اس کے خلاف اضافی شہادتیں ہیں۔"

"لیکن یہ تمہارے خلاف بھی ہیں۔ میں نے اسے یاد دلاتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی "میں نے حشمت کا فیصل آباد کا پتا چیک کیا تھا۔ وہ سرے سے بے بنیاد ہے۔ تم نے ہر احتیاط کر لی مگر اپنی آستین میں پلے ہوئے سانپوں کو بھول گئے۔ تمہارا خیال تھا کہ کوبرا کو کوئی نہیں ڈس سکتا مگر تم ڈس لیے گئے۔ حشمت خان کا حلیہ اب بدل چکا ہوگا۔ وہ کوئی اور تھا' جو بھی تھا' اسے یاد نہیں رہا کہ داڑھی اور مونچھوں میں اس کے طوطے کی چونچ کی طرح آگے سے خم دار ناک نہیں چھپ سکے گی۔"

اس بار سکوت قدرے طویل تھا۔ ایک گہرے سانس کے بعد آواز ابھری "ناک کا تفصیلی ذکر میں نے کہیں نہیں سنا۔"

"یہ میری اپنی تحقیق ہے اور ابھی میری ذات تک محدود ہے۔"

"ڈینی! تم بہت خطرناک ہو گئے ہو۔ فوری طور پر تمہارا سر کچلنا ضروری ہو گیا ہے۔"

"کوشش کرتے رہو۔ مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔ یہ یاد رکھنا کہ میری زندگی میں اگر کسی نے بھی اول خان کو کوئی نقصان پہنچایا تو تمہاری ناک والی خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل جائے گی۔ تمہیں داڑھی مونچھیں لگا کر پولیس ارجن کے ہوٹل میں لے جائے گی تو کسی شناختی پریڈ کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ سارا عملہ ہاتھ اٹھا اٹھا کر تمہیں حشمت خان کے نام سے سلام کرے گا۔ میں تمہاری ساکھ اور عزت خاک میں ملا دوں گا۔"

"تم مجھے بلیک میل کر رہے ہو؟" دوسری طرف سے سرد لہجے میں سوال کیا گیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

"یہ سودے بازی ہے۔ تم اسے اپنی مرضی کا کوئی بھی نام دے سکتے ہو۔ جب تک اول خان محفوظ رہے گا' حشمت کی ناک کی بناوٹ میرے دل و دماغ میں محفوظ رہے گی۔ جوں ہی اسے زک پہنچی' یہ بات ہر طرف پھیل جائے گی۔ سودے کو منظور یا منظور کرنا تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔"

"کیا تم یہ کہہ رہے ہو کہ جب تک اول خان محفوظ رہا میں بھی بچا رہوں گا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تم مجھے تلاش کرتے رہو' میں تمہاری گھات میں لگا رہوں گا۔ یوں سمجھ لو کہ یہ ایک طرح سے ہمارا ذاتی جھگڑا ہو گا۔ جس کا پہلے داؤ چل گیا' وہی فاتح ہو گا۔ دوسری صورت میں سب سے پہلے قانون تمہارے خلاف حرکت میں آئے گا۔"

"میں قانون کی پروا نہیں کرتا' بس بدنامی سے خوف ضرور آتا ہے۔"

اس وقت تک میں نے سوبھراج کا نام نہیں لیا تھا لیکن وہ واضح طور پر سمجھ چکا تھا کہ بات کس خطرناک رخ پر جا رہی تھی۔

"اس بار قانون پوری قوت کے ساتھ حرکت میں آئے گا۔ یہ نہ سمجھنا کہ کسی کارتبہ قانون کے آڑے آ سکے گا۔"

"تم بہت سخت اور ضدی ہو۔ سیتا نے تمہارے سحر میں گرفتار ہو کر واقعی بہت کچھ برباد کر دیا۔ مجھے فیصلہ کرنے کے لیے کل تک کا وقت درکار ہے۔"

"اس مہلت میں تم میری کمر توڑنے کے لیے اول خان کا کام تمام کر دو گے۔" میں نے طنز سے پوچھا۔

"قسمت خراب ہو اور اسے کوئی حادثہ پیش نہ آ جائے تو اور بات ہے۔ میری طرف سے اس پر کوئی وار نہیں ہو گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔ لوگ جانتے ہیں کہ سوبھراج کا وعدہ پتھر کی لکیر کی طرح اٹل ہوتا ہے۔"

میرا دل خوشی سے اچھل کر حلق میں آ گیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ کسی نے میرے سینے پر ہلکی سی برف رکھ دی ہو۔ سب کے چہرے مسرت سے تمتما اٹھے۔ ایک تھکا دینے والی طویل ذہنی جنگ کے بعد آخر کار وہ اپنی زبان سے اپنا نام لینے پر مجبور ہو گیا تھا۔

"پھر میں کل شام پانچ بجے تم کو فون کروں گا۔" میں نے اسے واضح طور پر بتا دیا تھا اور اس کے پرسنل سیکریٹری نے ویرا کو سوبھراج کے اٹھ جانے کا اشارہ کر دیا تھا۔ سوبھراج اب واقعی زخمی سانپ بن چکا تھا۔ وہ اپنی زد میں آئے ہوئے سایوں پر بھی پھن مار سکتا تھا۔ اس نازک موقع پر ویرا کا اس کے روبہ رو جانا قطعی مناسب نہیں تھا۔

"ٹھیک ہے۔ میں انتظار کروں گا۔ مجھے اپنا نمبر بھی دے دو تاکہ ضرورت ہو تو میں تم سے رابطہ کر سکوں۔"

"میں نے کچی گولیاں نہیں کھیلیں۔" اس بار میں نے سرد اور سخت آواز میں کہا "میں نے نہ جانے کیسے کیسے جتن کر کے تمہارا خفیہ نمبر حاصل کیا تھا۔ تم بھی اتنی ہی محنت کرو گے تو تمہیں میرا نمبر مل جائے گا۔ تم نے ابھی سے ہوشیاری دکھانی شروع کر دی۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔"

"میرا سیٹ لائٹ نمبر خفیہ ہے۔ دوسرے نمبر ڈائریکٹری میں موجود ہیں۔ میں نے تمہارا فون نمبروں ہی پوچھ لیا تھا۔" اس کی بے پروایانہ آواز آئی۔

"میرا ایک ہی نمبر ہے اور وہ خفیہ ہے۔" میں نے اسے بتایا "ہمیں اپنی گفتگو کو صرف ضروری باتوں تک محدود رکھنا چاہیے۔ غیر ضروری باتوں سے غلط فہمیاں جنم لیں گی۔"

"کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ تمہارے چنگل سے رہائی کے بعد سیتا کہاں مل سکے گی۔ تمہارے کسی آدمی نے ضرور اس کا پیچھا کیا ہو گا۔ تم اسے آزاد کر چکے ہو۔ اب وہ میری مجرم ہے۔ اس سے اپنا حساب بے باق کر کے میرے دل میں ٹھنڈک پڑ جائے گی۔" وہ اسی ٹھنڈک کا متلاشی تھا جو ذرا سی دیر پہلے مجھے حاصل ہو چکی تھی۔

"میں کسی سلسلے میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔" میں نے اسے ٹکا سا جواب دے دیا "تم بھول رہے ہو کہ ہم ایک دوسرے کے حلیف نہیں حریف ہیں۔ ہمارے درمیان ایک نکتے پر سمجھوتا ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہماری دشمنی دوستی میں بدل گئی ہے۔ ہماری راہیں ہر حال میں جدا جدا ہیں۔"

"تم شی کی سنڈیکیٹ میں رہ چکے ہو۔" ایک گہرے سانس کے ساتھ اس کی آواز آئی "یہ جانتے ہو گے کہ سمجھوتے سے انحراف کا انجام کیا ہوتا ہے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں جرائم کی دنیا سے تائب ضرور ہو چکا ہوں لیکن اس کے سارے قواعد و ضوابط مجھے آج بھی ازبر ہیں۔"

"میں مجرم نہیں ہوں' میں نے کوئی جرم نہیں کیا....."

وہ میری زبان سے جرائم کی دنیا کا ذکر سن کر بھڑکا مگر میں نے درمیان سے ہی اس کی بات اچک لی اور کہا "ہر بڑا مجرم ابتدا میں خود کو مصلح سمجھتا ہے۔ وہ اپنے ہر جرم کو بے داغ اور مکمل سمجھتا ہے لیکن درحقیقت کوئی جرم مکمل نہیں ہوتا۔ ہر مجرم اپنا کوئی نہ کوئی سراغ ضرور چھوڑ جاتا ہے۔ کوئی

Downloaded from https://paksociety.com

ں سراغ تک نہیں پہنچے تو جرم بے داغ کہلاتا ہے۔ اس
انی کی نشان دہی ہو جائے تو مجرم پکڑا جاتا ہے۔ یہ ایسا ہی
ئیے تمہاری آگے سے مڑی ہوئی ناک۔ پولیس سمیت
ا سب بھولے رہے۔ یہ نکتہ میرے علم میں آگیا۔"

"اس وقت تم اپنی مرضی کے مالک ہو۔ جو چاہو کہہ
ہو۔ میں تمہیں نہیں روک سکتا مگر یہ ضرور کہوں گا کہ
نے کوئی جرم نہیں کیا۔ تم بلاوجہ ہذیان میں مبتلا ہو۔۔۔۔"

"شاید تم نے جرم نہ کیا ہو۔" میں نے اشتعال آمیز لہجے
ں کہا "لیکن تم بڑے مجرموں اور دہشت گردوں کی سرپرستی
رہے ہو۔ کل گوپال نے ایمپریس مارکیٹ کے قریب
تاب خانے میں ٹائم بم چھپایا تھا جسے ٹھیک پانچ بجے پھٹنا
ہ وہ پھٹ جاتا تو صدر کے اس مصروف علاقے میں نہ
نے کتنا جانی و مالی نقصان ہوتا۔"

"یہ خبر تم کو کس نے دی ہے؟" اس نے میرا فقرہ مکمل
تے ہی سوال داغ دیا۔

"اس کے لیے کسی مخبر کی ضرورت نہیں تھی۔ اس
ں میں گوپال کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ میں ٹائم بم کی تلاش میں
ں نہ رک گیا ہوتا تو شاید وہ کسی بکھیڑے کے بغیر میرے قابو
ی آجاتا اور تمہیں اس کو شہر کے اسپتالوں میں نہ ڈھونڈنا
تا۔"

"تمہیں اس وقت اپنی کامیابیوں پر ہرزہ سرائی کا پورا
ی حاصل ہے لیکن جلد ہی تمہیں خاک چاٹنی پڑے گی۔"
ی زہریلی آواز آئی۔

"ون خاک چاٹتا ہے۔ یہ آنے والا وقت بتائے گا۔
ں وقت میں تمہیں تمہارے جرم کے بارے میں بتا رہا
ں۔"

"گوپال نے کہیں بم رکھا تھا تو وہ اس کا انفرادی فعل
ہ وہ میرا جرم کیسے بن گیا؟" اس کی آواز چڑچڑی ہو گئی۔

"شام سوا چھ بجے اس نے ہوٹل کی ابالی سے تمہیں فون
تھا۔ تم نے اسے بتایا کہ متوقع دھماکا نہیں ہو سکا۔ منصوبہ
ام ہو گیا۔ تم گوپال کے اس جرم میں برابر کے شریک
ہو۔"

"جب گوپال نے زبان ہی نہیں کھولی تو تمہیں یہ ساری
ات کس نے بتا دیں!"

"اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا لیکن تم سے بات ہونے
بعد سیتا سے ضرور تبادلہ خیال کیا تھا۔" میں نے معنی خیز
ہ میں کہا "اس بھول میں نہ رہنا کہ تمہارا کیس کمزور
ہے۔"

تم ان خرافات کو دہرا کر مجھے ہراساں نہیں کر سکتے۔"
تلخ آواز میں جواب آیا "بس میری ایک بات یاد رکھنا کہ
معاہدے کی پوری پوری پاس داری ہونی چاہیے۔ میں اول
خان کو نہیں چھیڑوں گا۔ تم اپنی زبان بند رکھو گے۔ میری
عزت اور ساکھ پر ذرا سی بھی آنچ آئی تو میں نتائج کی پروا کیے
بغیر سب کچھ تباہ کر دوں گا۔ تم جانتے ہو کہ جب کوئی بڑا جہاز
ڈوبتا ہے تو اپنے ساتھ نہ جانے کیا کچھ لے ڈوبتا ہے۔ میرے
ساتھ سب سے پہلے تم ڈوبو گے۔ تمہارے حواریوں میں سے
کوئی بھی نہیں بچے گا۔"

"چوٹ کھایا ہوا۔ مشتعل سانپ خطرناک ہوتا ہے۔
اس وقت تم بھی جذباتی ہو رہے ہو۔" میں نے اسے مزید تاؤ
دلانے کے لیے مربیانہ انداز میں کہا "میں مزید کچھ نہیں کہوں
گا۔ تم سے باقی باتیں کل شام کو ہوں گی۔ میں ٹھیک پانچ بجے
رنگ کروں گا۔"

"خدا کی پناہ!" ویرا دونوں ہاتھوں سے اپنے کان
مروڑتے ہوئے بولی "تم کس قدر روانی سے اور کیسے سفید
جھوٹ بولتے ہو۔ ہر بات کھینچ تان کر اس طرح سیتا کے سر
ڈال دی کہ وہ بھی تمہاری باتوں میں آگیا۔ ان باتوں سے تم کیا
نتیجہ حاصل کرنا۔۔۔۔"

"تم نے بہترین گفتگو کی۔" اول خان نے ویرا کی بات
کاٹ کر کہا "اب سومبھراج اس کے خون کا پیاسا ہو گیا ہے۔
سیتا ادھر کا رخ کرے گی اور ماری جائے گی۔ اس پر ایک
کمین گاہ کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند ہو چکے ہیں۔ میں
شرمندہ ہوں کہ مجھے بچانے کے لیے تمہیں اس خبیث سے
ایک سمجھوتا کرنا پڑا۔ وہ اپنے مردود پن پر اتر جائے تو کسی بھی
وقت مجھے مروا سکتا ہے۔ مجھے اپنے فرائض کی بجا آوری کے
سلسلے میں وقت بے وقت شہر کے کسی حصے میں جانا پڑتا ہے۔
اس کے آدمی گھات لگا کر مجھے نشانہ بنا سکتے ہیں۔"

"بظاہر سمجھوتا ہو گیا ہے لیکن میں اس پر اعتبار نہیں کر
سکتا۔ تمہیں ہر وقت محتاط رہنا ہو گا۔" میں نے اسے سمجھایا
"تمہاری پیشہ ورانہ مجبوریاں میری نظروں میں ہیں۔ اسی لیے
میں نے بروقت اس کی بات پکڑ لی اور غنیمت ہے کہ وہ بھی
جھکنے پر آمادہ ہو گیا۔"

"آمادہ کیسے نہیں ہوتا آپ نے اول خان کی سلامتی کو
اس کی ناک کا مسئلہ بھی تو بنا دیا تھا۔" غزالہ نے ہلکی سی مترنم
ہنسی کے ساتھ کہا۔

"یہ تمہارے لیے خاصا کڑا وقت ہے۔" ویرا ہم دونوں
کی تائید کرتے ہوئے اول خان سے بولی "ایک طرف

Downloaded from https://paksociety.com

سوبھراج تمہارے خون کا پیاسا ہو رہا ہے تو دوسری طرف تک تمہارا تبادلہ کرنے کے لیے ہاتھ پیر مار رہا ہے۔ اس وقت تمہیں اپنے سایے سے بھی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"اس وقت مجھے کسی خطرے کی پروا نہیں ہے۔" اس نے فخریہ لہجے میں کہا "جن لوگوں کو ڈینی جیسے خیر خواہ میسر ہوتے ہیں' ان کا کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا۔ اس وقت ڈینی نے سوبھراج کو ہر طرح باندھ کر رکھ دیا تھا۔"

"ایک بات میرے دماغ میں آ رہی ہے۔ کہو تو میں کہہ ڈالوں!" سلطان شاہ نے مجھ سے پوچھا اور میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ تم نے بہت تسلسل اور اعتماد سے سوبھراج سے جھوٹ بولے ہیں۔" اس نے میرا اشارہ پا کر کہنا شروع کیا "ہمیں ان کا شرلس اسی وقت تک ملے گا جب تک سیتا اور سوبھراج کے درمیان بات نہیں ہوتی۔ ایک بار ایسا رابطہ ہو گیا اور سوبھراج نے اپنی بربھی دکھائی تو سیتا بھی اپنی صفائی پیش کرے گی۔ اس کے نتیجے میں تمہاری پھیلائی ہوئی ساری غلط فہمیاں دور ہو سکتی ہیں۔"

"میں الل ٹپ نہیں بول رہا تھا۔" میں نے سگریٹ کا ایک کش لے کر کہا "میرے ذہن میں گوپال کی کہی ہوئی بات اپنے پورے سیاق و سباق کے ساتھ تازہ تھی۔ وہ بتا چکا تھا کہ اس کی اور سیتا کی متفقہ رائے تھی کہ کام کوبرا نے خراب کیا ہے پھر بھی سیتا ایک بار اسے اپنی روپوشی کی رپورٹ دے چکی ہے تاکہ حالات بگڑنے کی خبر دہلی والوں تک پہنچ جائے۔ اب وہ دوبارہ کوبرا سے رابطہ نہیں کرے گی۔ اس کے فون کے بارے میں خود سوبھراج بتا چکا ہے۔"

"سوبھراج اس کے خلاف طیش میں آیا ہوا ہے۔ وہ اپنے آدمیوں سے کسی نہ کسی طرح اس کا کھوج نکلوا لے گا اور وہ بے کسی کی موت ماردی جائے گی۔ یہ سب اس طرح نہ ہوا تو واقعی گڑبڑ ہو جائے گی۔" اول خان نے سلطان شاہ کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"گڑبڑ ہو ہی نہیں سکتی۔" میں نے اصرار کیا "سیتا کہے گی کہ اس نے کبھی کوبرا کا پیچھا نہیں کیا۔ سوبھراج اسے نہیں مانے گا۔ وہ جاننا چاہے گا کہ پھر مجھے کیسے پتا چلا کہ دشمت تین سو دس میں ٹھہرا ہوا تھا اور خالی کمروں میں کوبرا بن کر ان سے ملا کرتا تھا۔ اس کے لیے اہم ترین مسئلہ سیٹ لائٹ فون نمبر کا ہے۔ سیتا نے گناہی کا دعویٰ کرے گی تو یہ سوال پیدا ہو گا کہ میرے پاس وہ خفیہ ترین فون نمبر کیسے آیا۔ یہ بہت منطقی باتیں ہیں۔ سیتا کے لیے سوبھراج کے سامنے اپنا دفاع کرنا مشکل ہو جائے گا۔"

"سیتا نے کوبرا کو اپنی قید اور پھر فرار کے بارے میں ایک لفظ نہیں بتایا۔" اس وقت سلطان شاہ کا ذہن صحیح خطوط پر کام کر رہا تھا "اس نے یہی کہا ہو گا کہ ہوٹل کے حالات مخدوش ہونے کی وجہ سے وہاں سے نکل آئی۔ اس کی یہ بڑی دلیل یہ ہو گی کہ وہ ڈینی سے ملی ہی نہیں تو اسے اول معلومات کیسے فراہم کر سکتی تھی۔"

"سیتا اپنے دفاع میں سب کچھ کہہ سکتی ہے۔ اس کا اعتبار کون کرے گا۔ مجھے اس کے نام اور کوڈ سے لے کر سوبھراج کے خفیہ فون نمبر تک بہت سی باتیں معلوم ہیں۔ میں نے کہا ہے کہ یہ سب سیتا نے بتایا ہے۔ یہ اس کے خلاف اٹل ثبوت ہیں۔"

"کیا وہ یہ نہیں کہہ سکتی کہ ڈینی کو یہ ساری باتیں کوبرا نے بتائی ہوں گی جسے دیدہ دلیری کے ساتھ ہوٹل سے اغوا کیا ہے؟" غزالہ نے پوچھا۔

"سوبھراج کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو گا کہ مجھے کوبرا کی کہی ہوئی باتوں کو سیتا سے منسوب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" میں نے اپنی کمانی کا دفاع کیا "اس کا مقصد مجھے غلط ہم سب کو معلوم ہے۔ سیتا مر کر بھی سوبھراج کے اس سوال کا جواب نہیں دے سکے گی۔"

"خفیہ فون نمبر کے افشا کے ساتھ' سوبھراج کے ذہن یا ان دونوں کا دوسرا بڑا قصور وہ فرضی تعاقب ہو گا جس کے نتیجے میں ان پر کوبرا کی اصل شخصیت منکشف ہوئی۔" وہ پرسکون لہجے میں بولی۔ کوبرا کو سوبھراج ثابت کرنے کے لیے وہ ڈینی کے جھوٹ کا ایک شان دار موڑ تھا۔ کوبرا نے نقاب اتار دیا تو اندر سے حشمت برآمد ہوا۔ حشمت کی ناک نمایاں ہے جسے کسی بھی طرح نہیں چھپایا جا سکتا اس لیے وہ داڑھی مونچھوں میں چھپا ہوا سوبھراج تھا۔ ساری کڑیاں اسی طرح سے یک جا ہوئی ہیں۔"

"بار بار میرے جھوٹ کا ذکر کر کے مجھے شرمندہ کرنے کی ناکام کوشش مت کرو۔ میری ہر بات اپنی جگہ درست اور اٹل ہے۔ بس کرداروں کے ناموں میں ذرا سا ہیر پھیر ہوا بڑا۔ سوبھراج کو محض جھوٹ کے سہارے دیوار سے لگانا ممکن نہیں تھا۔"

"اصل بات یہی ہے۔" میرے اعتراض پر غزالہ خفا ہو کر بولی "آپ پر دروغ گوئی کا الزام سراسر بے بنیاد ہے۔"

"ڈینی نے تمہیں یہاں سے بھگا دیا تھا۔ اس کا سب سے بڑا جھوٹ ہم تینوں نے اپنے کانوں سے سنا ہے۔" وہ اسے چڑانے کی نیت سے کہا "وہ باتیں تم نے سن لی ہوں تو حسد اور رقابت کی ایک آگ سی تمہارے سینے میں بھڑک اٹھتی۔ وہ ڈینی پر مر مٹی۔۔۔"

"تو۔۔۔ ویرا' اب آگے نہ بولنا۔" اول خان نے اسے وہیں روک دیا "کیوں اس بے چاری کا دل خراب کر رہی ہو۔"

"ہمارا رشتہ مضبوط ہے۔" میں نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا "ایسی چھوٹی موٹی اور فرضی باتوں سے ہمارے دلوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔"

"آج میں تمہیں مان گئی۔" ویرا نے کھلے دل سے اعتراف کیا "تمہاری باتوں کے گھیراؤ میں اسے خود قبول کرنا پڑا کہ وہ سوبھراج ہے۔ بس تم نے سیتا کا نام بہت بے رحمی سے استعمال کیا۔"

"اس لمحے مجھے نرگس یاد آئی تھی۔ وہ میرے قریب ہوتی تو میں بے اختیار اس کی پیشانی چوم لیتا۔ اس نے مجھے سب سے اہم سراغ فراہم کیا تھا۔"

"یہ ہوتا ہے شوہروں کو ڈھیل دینے کا نتیجہ!" ویرا نے بے ساختہ فقرہ چست کر دیا "غنیمت ہے کہ وہ اس وقت یہاں نہیں ہے۔ ہوٹل کے کسی کمرے سے جھوٹے برتن سمیٹ رہی ہو گی۔"

"تم اس کی تحقیر کرنے کی مرتکب ہو رہی ہو۔" میں نے ویرا کو گھور کر کہا "یہ یاد رکھو کہ کوئی کام حقیر نہیں ہوتا۔ ہاتھ چھڑانے سے کام کرنا بہتر ہوتا ہے۔ اگر بھنگی گلی گلی سے غلاظتیں سمیٹنے کا ٹھیکا کام نہ کریں تو ہزاروں بلکہ لاکھوں سفید پوش شرفا کا جینا حرام ہو جائے۔"

"میں نے اسے بھنگی تو نہیں کہا۔" ویرا نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"وہ بہت محنتی اور فرض شناس عورت ہے۔ اس نے ایک ایسی بات نوٹ کر لی جس پر کسی نے دھیان نہیں دیا تھا۔ اس نے حشمت کی ناک کی صحیح ترین بناوٹ بیان کر کے ہمارے لیے ایک ڈرامائی راستہ پیدا کر دیا۔ وہ عزت و احترام کے لائق ہے۔" میں نے ویرا کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"میری طرف سے تم سارے شہر کی عورتوں اور قابل ذات بھنگیوں کو چومتے پھرو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ باتیں تو غزالہ کے سوچنے کی ہیں کہ تم کدھر جا رہے ہو۔" اٹھتے ہوئے لہجے میں جواب دیا اور میں ایک گہرا سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ فضول گوئی کے شعبے میں اس سے جیتنا آسان نہیں تھا۔

گوپال راج ہماری تحویل میں تھا اور پوری طرح تعاون پر آمادہ تھا۔ اس کی نشان دہی پر ہم سیتا تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن سیتا کے ستارے یاور تھے۔ وہ گلاب خان کے گھر سے ہمیں جل دے کر نکل گئی۔ وہ کہاں گئی تھی۔ اس بارے میں کچھ پتا نہیں تھا۔ مجھے ایک موہوم سی امید تھی کہ گوپال پر مزید کچھ محنت کی جاتی تو شاید وہ سیتا کی نئی کمین گاہ کے بارے میں کچھ بتا سکتا تھا۔

سیتا ایک چلتے پھرتے فتنے سے کم نہیں تھی۔ میں نے سوبھراج کو اس کے خلاف خوب بھڑکایا تھا۔ مجھے امید تھی کہ وہ جلد از جلد اسے گھیرنے کی کوشش کرے گا لیکن میں صرف اس کی کوششوں پر انحصار نہیں کر سکتا تھا۔ ہمیں اپنے طور پر بھی کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے تھا۔

میں نے اس بارے میں اول خان سے بات کی تو وہ کسی اعتراض کے بغیر میری رائے سے متفق ہو گیا۔ وہ عملی دنیا کا آدمی تھا۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے اسے چڑ ہوتی تھی۔ اس کے ساتھ اسٹیشن فور کی طرف واپس جاتے ہوئے میرے ذہن میں تین نام چکرا رہے تھے۔ پہلا نام سوبھراج کا تھا جو ہمارے سامنے تھا۔ اس سے تفصیلی گفتگو ہو جانے کے بعد اس کے جرائم کے خلاف کسی چھان بین کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ باقی نام ٹام اور رنک کے تھے۔ سوبھراج کی طرح ان دونوں کو بھی بہت سے تحفظات حاصل تھے۔ مجھے کچھ پتا نہیں تھا کہ ہوٹل سے دونوں بلیک کیٹس کے غائب ہو جانے کے بعد وہ کیا کر رہے تھے۔

یہ غنیمت تھا کہ بن ڈیوڈ کی مکمل شکست کے نتیجے میں ایک اضافی سی ایس ڈی ہمارے ہاتھ آ چکی تھی۔ میں اول خان کے دفتر میں بیٹھ کر فون پر آزادی سے ہر وہ کام کر سکتا تھا جس کے لیے پہلے مجھے بار بار گھر کی طرف دوڑ لگانا پڑتی تھی۔

"کیا بات ہے۔ اس وقت تم بالکل خاموش ہو گئے ہو۔" یونیورسٹی روڈ پر کچھ دور نکلنے کے بعد اول خان نے مسکرا کر مجھے ٹوکا "معلوم ہوتا ہے کہ پھر کسی کی کم بختی آنے والی ہے۔"

"چلتے رہو۔ اب دفتر پہنچ کر ہی بات ہو گی۔" میں نے سرسری لہجے میں کہا۔

گاڑی میں دوبارہ خاموشی ہو گئی۔ ہر گزرتا ہوا لمحہ ہمیں تیزی سے اسٹیشن فور سے قریب تر لے جا رہا تھا۔

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ کے باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

ہر نوع ان لوگوں کے اشتعال میں اضافہ کررہا تھا مگر وہ مبارباں بھی بیگا کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ قومی مفاد کے اہم ترین معمولیوں کے تحفظ میں مجھے اول خان سے بہت مدد فراہم کی۔ وہ زندگی سے بے پروا اور دھن کے پکے جاں بازوں کی ایک ایسی پراسرار فارمیشن کا سالار سپہ راہ تھا۔ جسے انٹیلی جنس بلیک فورس کہا جاتا تھا۔ جی لائیٹ کی بنی وہ ابھی ابتدائی دشمنی کے بعد میری حلیف بن گئی۔ دیرا میری دوست تھی مگر فراڈ ایک مدت سے میری محبت تھی۔ حالات کی ستم ظریفی کہ ہم دونوں ایون اوانگ فوجای کیمپ بھی ساتھ ہی گئے تھے۔ اشتعال کے دباؤ پر شادی پر مجبور ہوتا پڑا۔ دوسری طرف امریکا میں آتنک تنظیم بنام ایک نسل پرست یہودی دہشت گرد اپنے اثر ورسوخ کی بنا پر شی کے بے انداز وسائل پر قابض ہوا کر انہیں ڈیوژ اسٹار زنامی میسونی تنظیم کے لیے استعمال کرنے کا خواہاں تھا۔ جی لائیٹ کو صدارتی انتخاب میں کامیابی کی مجبوری کی بعیت چڑھا دیا گیا۔ اس کی پراسرار ہلاکت کے بعد آتنک بنل اس خطے کی بہترین ہیروئن کے پیداواری ذرائع پر قبضہ کرنے کے منصوبے کے علاوہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو نقصان پہنچانے کے مذموم خواب کو عملی جامہ پہنانے کی سازشوں کے ساتھ پاکستان پہنچا مگر یہاں اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اپنے انجام سے خوف زدہ ہو کر واپس امریکا فرار ہوا' اس بھی اس نے طاقت میں امریکا پہنچ جہاں ہماری کوششوں سے اس کی برایوں کا آغاز ہوا اور وہ ڈیوژ اسٹار زامریکی حکومت کے مابین وہ اسامے خفیہ معاہدے کیے کے باعث اشتعال ہوئے کہ انہوں نے اس کی ایف بی آئی کے ذریعے ہمارا پیچھا کرنا شروع کردیا۔ ہم نے اس کی امریکا میں آمد کی اطلاع ملتے ہی اس کے میرے چند دن کو کیے تھے فیس کی نقل تقسیم کرکے مظہر خان کی بازیابی کا معاملہ ترتیب دیا۔ اس نے ماجدا مسینی کے نام سے لیبری بنک کو نون پر جان لیوا دھمکیاں دیں۔ بعد میں طلال نے مجھے بتایا کہ وہ دان دھمکیوں سے خوف زدہ ہو کر فقط چار بار بیٹھا تھا اور امریکیوں میں سراسیمگی پھیل گئی تھی۔ دوسری طرف دیرا' چوپڑا کے سلسلے میں سیدان اتر آئی تھی۔ شی کے پرانے نمک خوار جو شی کے ذریعے اسے چوپڑا کے کوائف کا علم ہو چکا تھا۔ وہ چوپڑا کو جوشی کے ذریعے تھیم جانا چاہ رہی تھی مگر شمس اس کی توقع سے زیادہ ہوشیار نکلا۔ اول خان اپنی نظری کے ہمراہ جوشی اطلاع دینے گیا تھا کہ اس نے فارنگ کی دی۔ جوشی دانیس بہت طلاعد کے واقعات سے ایسا لگا کہ اسے اپنے ہمراہ لے گئے ہیں۔ اب جوشی ہمارے لیے بے حد اہم تھا۔ مجھے نے چوپڑا کے مقابلی رابطوں کے سلسلے میں طلال سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ چوپڑا نے کئی ماہ پہلے راجا ہائی ایک بدمعاش کو پولیس کیس سے نجات دلائی تھی۔ امکان تھا کہ چوپڑا نے جوشی کے سلسلے میں اسی سے مدد لی ہے۔ ہم نے راجا کے ٹھکانے پر چھاپی مارنے کا منصوبہ بنایا مگر راجا کے بارے میں معلومات ناکافی تھیں۔ طلال نے مجھے بتایا کہ چوپڑا نے جوشی کے ذریعے تھیم جانا چاہا۔ وہ اس کے بھی بھی ساتھ پولیس کی تحویل میں جانے والا تھا۔ آتنی میں نے اپنے خلاف تمام شاہدوں کو ختانے کے لیے اپنے ہوا جانے والے کو موت کے گھاٹ اُتارنا شروع کردیا تھا۔ اس نے ایک مقتول ہی تو اول خان کو قتل کیا اور اس نے ایک غیر ملکی این جی او کی پراسرار سرگرمیوں کے حوالے میں اخبار میں تفصیلی خبر چھپوانے کا بندوبست کرنے کا اراوہ کرلیا۔ ہمارا خیال تھا کہ آتنی میں اب مجھے جانگیر کے ذریعے شکار کرنے کی کوشش کرے گا اور اس حوالے سے جانگیر کی جان خطرے میں تھی۔ میں نے گولڈن فارمیسی میں بیٹھ کر دشمنوں کو ہلا دینے کا فیصلہ کیا۔ سلطان شاہ نے مجھے بتائے بغیر میری حفاظت کا بندوبست کرلیا اور گولڈن فارمیسی میں پہنچ گیا۔ جہاں اس کا ٹکراؤ ایک مشکوک سیاہ فام امریکی سے ہوا جس میں الجھ کر جہاں بچانے کے لیے اسامی نے ہم جمن استعمال کی اور ایک بے گناہ راہ گیر کا بازو کٹ گیا۔ وہ امریکی گولڈن فارمیسی میں ہی آیا تھا اور میں بھی اس کی طرف سے مشکوک ہو چکا تھا۔ میں اپنے سورپے پر تھا اور وہیں جانگیر سمجھ کر آتنی میں نے مجھ سے ٹیلی فون پر رابطہ کیا اس نے بتایا کہ وہ شی کے احیا کے لیے اس طلاعے میں آیا ہے۔ اور اب جانگیر اور وہ سرے تمام کارکنوں کو اکٹھا کررہا ہے۔ گفتگو کے دوران میں' میں نے جانگیر کی حیثیت سے اس سے مزید وقت حاصل کرنے کی رضامندی ظاہر کی تاکہ میں اس کی سیاسی شخصیت کا تجزیہ کرسکوں۔ اس نے مجھے ایک نیلے کا ملی مرتبہ ٹیل پر اسرار سرگرمیوں کے حوالے سے بتایا کہ اس کا مشن ہی موجود تھا اور میں تاریک کیمپس میں آتنی میں سے ٹیلی فون پر گفتگو میں مصروف تھا۔ اس نے مجھے فوری طور پر ہوٹل پہنچ کر ہمارے کے ذریعے طلب کیا تھا۔ چار و ناچار مجھے اس ہدایت پر عمل کرنا پڑا۔ ایس ٹی ایف اور اول خان میرے منتظر تھے ان کی جلد بازی کے باعث اسے میں سے نکل وہ مجھے سلور آئی کا دیدار کرا پڑا تھا۔ ہم آتنی میں کے پیچھے تھے۔ اسی وقت نہیں معلوم ہوا کہ وہ بوٹ بیس میں واقع فالکن ہاؤس میں رہائش پذیر تھا۔ ہم نے فوری طور پر وہاں دھاوا بولنے کا اراوہ کرلیا۔ ہم ان تیاریوں میں ہی تھے کہ ایک سیاہ فام امریکی سفارت کار جیک اسمتھ بھی فالکن ہاؤس میں دو امریکی کمانڈوز کے ساتھ موجود ہے۔ وہ اڑخود کوئی کارروائی نہیں کرسکتا تھا اس لیے اس نے ایس ٹی ایف کے جاں بازوں کی مدد سے وہاں کارروائی کروالی۔ مقابلے بھرپور انداز میں ہوا جن میں دو امریکی کمانڈوز اور سیاہ فام جیک اسمتھ آتنی جنگ آتنی میں کے ساتھ رہنے والی مشکوک امریکی عورت اور ایک مقامی چوکیدار نہیں زندہ حالت میں مل گئے۔ آتنی میں فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ جیک اسمتھ میری ہمدم کون کا شکار ہوا تھا مگر میں نے کوشش کی کہ اس الزام آتنی میں پر آئے۔ ہم اپنی مہم کی ناکامی اور کامیابی کے بارے میں سوچ رہے تھے جب اول خان نے اطلاع دی کہ گولڈن فارمیسی کو نامعلوم افراد نے نذر آتش کردیا ہے۔ آتنی میں کی طرف سے اس قدر سخت وفاداری اور سفاکی ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔ سرحال بوٹ بیس سے قیدی کے طور پر ہاتھ آنے والی ایک بازنن اور آتنی میں سے پوچھ گچھ شروع ہوئی تو اس نے فوراً ہی تعجب زوال دیے اور اس کی زبان بھی پر آتنی نے بوٹ بیس کے جنگلے سے کیل بازنن اور آتنی میں کا پتہ چلا کر لیے جس کے مطابق اس کا نام بن ڈیوژ تھا۔ وہ بن ڈیوژ کی سرگرمیوں کے بارے میں زیادہ تر نہیں جانتی تھی اسے اپنے پاس رکھ کر ہمارے دل کو بالغے نے بہتر تھا کہ اس امریکن کو واپس کردیا جائے تاکہ وہ اپنا کام جاری رکھ سکے۔ ہمارا اندازہ تھا کہ بن ڈیوژ امریکی گروپ کی تحلیث میں مصروف ہوگ

اس کے چہرے وغیرہ پر شدید ضربات کے نشان ضرور موجود تھے لیکن ان کے باوجود وہ خاصا مطمئن نظر آ رہا تھا۔ پچھلی رات ہمارے اور خاص طور پر ویرا کے ہاتھوں اس کی جو درگت بنی تھی' اس کے پیش نظر نئے کمرے میں ملی ہوئی آسائشیں اس کے لیے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں تھیں۔

ہمیں دیکھ کر اس کے مضروب اور متورم ہونٹ ذرا پھیلے۔ غالباً اس نے مسکرانے کی کوشش کی تھی پھر اس کی نرم آواز آئی "رات کو تم نے مجھے مراعات یافتہ قیدی قرار دیا تو میں سمجھا کہ تم مجھ پر طنز کر رہے تھے لیکن میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے اپنے وعدے کا پاس کیا۔ میں آرام سے ہوں۔ میں نے گہری نیند لی ہے۔ تمہارے آدمی میرے زخموں کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ میری دوسری ضروریات کا بھی خیال رکھا جا رہا ہے....."

"کسی شرط اور وعدے وعید کے بغیر اپنی زبان کھول کر تم بہت دردناک عذاب سے بچ گئے۔" میں نے اس کی بات درمیان سے کاٹ کر وضاحت کی "اڑیل مجرموں کی طرح تم بھی ہٹ دھرمی پر قائم رہتے تو مار مار تمہاری چمڑی ادھیڑ دی جاتی اور آخر کار تمہیں زبان کھولنے پر مجبور کر دیا جاتا۔"

"یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں نے تمہیں دہلی میں مظہر خان کے روپ میں دیکھا ہوا تھا۔ اس لیے پہلی نظر میں ہی تمہیں پہچان لیا۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ میں تمہارے ہاتھوں بازی ہار چکا ہوں۔ اگر میں نے مزاحمت کرنے کی کوشش کی تو مجھے اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔" اول خان نے خشک لہجے میں کہا "تم نے مزاحمت نہ کی ہوتی تو پٹ کر لہولہان نہ ہوئے ہوتے۔"

اس نے اپنے سر کو اثبات میں جنبش دی اور بولا "وہ چھوٹی موٹی بات تھی۔ یہ ممکن نہیں تھا کہ میں ڈینی کو پہچانتے ہی اپنی ناک سے زمین پر لکیریں نکالتا اور ہاتھ جوڑ کر سب کچھ بتانا شروع کر دیتا۔ را اور پھر بلیک کیٹس کی تربیت بہت سخت ہوتی ہے۔ ہمیں ہر قیمت پر رازداری کا سبق سکھایا جاتا ہے۔ تم کو بھی اندازہ رہا ہو گا کہ تم مجھ سے آسانی سے کچھ نہیں اگلوا سکو گے۔ اصولی طور پر مجھے مرجانا چاہیے تھا۔ جھکنا نہیں تھا۔"

"میں یہی کہہ رہا ہوں۔" اول خان نے زور دے کر کہا "تم نے اٹھان ایسی ہی لی تھی۔"

وہ چند ثانیوں تک خاموشی سے ہم دونوں کو دیکھتا رہا پھر دھیمی اور پُرخیال آواز میں بولا "میں اپنے وطن کا غدار نہیں ہوں۔ شاید میں بھی مرجاتا اور تمہیں ایک لفظ نہ بتاتا۔ میرا خیال ہے کہ اب بھی میں نے تمہیں کوئی راز کی بات نہیں بتائی۔ وہی سب دہرایا ہے جو سیتا تمہیں' مجھ سے پہلے بتا چکی تھی۔ اس کی غداری کی خبر نے میرا حوصلہ توڑ دیا۔ ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار تھے۔ جب اس نے پیندے میں سوراخ کر دیا تھا تو میں اس کشتی کو ڈوبنے سے نہیں بچا سکتا تھا۔ میں اکیلا اپنے وطن کا ٹھیکے دار نہیں ہوں۔ وہ برابر کی ذمہ دار تھی۔ میں نے دہلی میں کچھ سوچ کر اسے اپنے ساتھ لانے پر رضامندی ظاہر کی تھی مگر وہ حوصلے کی بہت کچی نکلی۔"

"دہلی میں تم نے اس کے بارے میں کیا سوچا تھا؟" اول خان نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"وہ خوبصورت اور ازاربند کی ڈھیلی عورت ہے۔ میرا خیال تھا کہ وہ پاکستانی مردوں کو آسانی سے بے وقوف بنا کر ہم دونوں کے لیے راستہ بنا لے گی۔" اس نے مایوسانہ لہجے میں جواب دیا "اس کی نوبت ہی نہیں آئی اور تم نے پرواز سے پہلے ہم دونوں کے پر قینچ کر دیے۔ اب بھی وہ اپنی زبان بند رکھتی تو کچھ نہ کچھ ہو سکتا تھا۔ ہماری زبانیں کھلوائے بغیر تم ہمیں مار نہیں سکتے تھے۔ ہر طرح کا تشدد کر کے تم زچ آ جاتے تو شاید ہمیں رہا کر کے اپنے آدمی ہمارے پیچھے لگا دیتے۔ ہم انہیں جل دے سکتے تھے۔ بہت کچھ ہو سکتا تھا مگر سیتا نے ہر امید خاک میں ملا دی۔"

"پھر اپنے تعاون کے ڈنکے کیوں پیٹ رہے ہو۔ تمہیں مایوس کرنے والی سیتا ہے۔" اول خان بولا۔

"پہلی کوئی غلطی کو برا سے ہوئی تھی جس کے نتیجے میں ارجن مارا گیا اور ہمارے قدم اکھڑ گئے۔" اس وقت وہ کھلے دل سے باتیں کرنے کے موڈ میں تھا۔ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا "دوسری اور زیادہ بڑی غلطی بلکہ غداری سیتا نے کی۔ اس کے بعد میری ساری مزاحمت بے سود تھی' سچ پوچھو تو میں نے تمہیں ہر سوال کا صحیح جواب دے کر بہت برا جوا کھیلا ہے۔ تم جب چاہو' میری زندگی کا چراغ گل کر سکتے ہو۔"

"ہم نے بھی تمہیں مراعات دے کر ایک خطرہ مول لے لیا ہے۔ تم جب چاہو' خودکشی کر سکتے ہو۔" میں نے ترکی بہ ترکی کہا۔

"میں بزدل نہیں ہوں۔ مجھے اپنی زندگی کے ایک ایک

Downloaded from https://paksociety.com

لمحے سے سچا پیار رہے۔ میں اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی ختم کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"اور سیتا کے بارے میں تمہاری رائے کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اسے خودکشی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ جوان اور خوبصورت عورت ہے' چلتر باز بھی ہے۔ اپنے لیے کسی نہ کسی کے دل میں محبت نہ سہی تو رحم کا جذبہ پیدا کر سکتی ہے۔"

"وہ واقعی چالاک عورت ہے۔" میں نے اعتراف کرنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا "اس نے تمہاری طرح حماقت نہیں کی۔ ہمارے یہاں کے مرد عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھاتے ہیں۔ اس کی تواضع کے لیے ہم ویرا کو اپنے ساتھ لائے تھے۔ تم اس کی مہارت کو بھگت چکے ہو۔ سیتا کے بجائے اسے تم پر ہاتھ اٹھانا پڑا۔ سیتا نے مار کھائے بغیر سب کچھ بتا دیا تھا۔ تم سے اس کی باتوں کی تصدیق کے بعد ہم نے فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے اسے رہا کر دیا۔"

"تم نے ایک بلیک میٹ کو رہا کر دیا۔" اس نے بے اعتباری سے کہا "کیا میں اس خبر پر یقین کر لوں؟ نہیں..... ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر تم نے اپنی کسی مصلحت کی وجہ سے اسے چھوڑا ہے تو مجھے پورا یقین ہے کہ تمہارے آدمی اس کے پیچھے لگے ہوئے ہوں گے۔"

وہ سامنے کی بات تھی لیکن میں نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا "تم بہت ذہین اور چالاک ہو۔ ہمارے دو آدمی اس کا تعاقب کر رہے ہیں....."

"مگر تم کو اس کے ساتھ بلی اور چوہے کا کھیل کھیلنے کی کیا ضرورت تھی۔" اس نے میری بات کاٹ کر حیرت سے پوچھا۔

"ہم گلاب خان اور اس کے بیٹے کو پکڑنا چاہتے ہیں مگر سیتا وہاں نہیں گئی۔"

"ایسے چکروں کی ضرورت پولیس اور ایجنسیوں کو پڑتی ہے۔ تمہیں میرے بیان پر اعتماد کرنا چاہیے۔ ان دونوں کو مارنا چاہتے ہو تو پکڑو اور مار دو۔"

"میں بے مقصد خون خرابے کا قائل نہیں ہوں۔ ان دونوں کو سزا ملنے سے پہلے یہ علم ہونا چاہیے کہ ان کا جرم کیا ہے۔" میں نے اسی لمحے ایک عذر تراش لیا "تمہارا اندازہ بالکل غلط ثابت ہوا۔ اس نے یہاں سے شہر پہنچتے ہی ایک فون بوتھ سے کسی کو فون کیا اور پھر ایک پارک میں رات گزارنے کے لیے پہنچ گئی۔"

"جیب خالی ہو تو آدمی ہوٹل وغیرہ میں پناہ لینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اسے رہا کرتے ہوئے تمہیں یہ بات یاد نہیں رہی ہوگی۔ اب وہ ایک دو راتوں میں رنگین مزاج مردوں کو اپنے جال میں پھانس کر کچھ رقم کمائے گی اور پھر یہاں سے نکل بھاگے گی۔"

"میرا اندازہ تھا کہ اس نے اپنے نوخیز عاشق کو فون کیا ہو گا۔ وہ آئے گا اور اسے پارک سے لے جائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اب وہ شہر کے مصروف بازاروں میں آوارہ گردی کرتی پھر رہی ہے۔"

"وہ اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لیے کس حد تک گر سکتی ہے۔ تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ اب وہ کسی کا پرس اڑائے گی یا کسی کی جیب کاٹے گی تاکہ شام تک گزارے کا کوئی بندوبست کر سکے۔ رات اس کی اپنی ہو گی۔ وہ بن ٹھن کر کسی کو شکار کرے گی۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد اسے یہاں رکنے کی ضرورت نہ رہے اور وہ صبح سویرے واپسی کی راہ اختیار کر لے۔ اب اس کے لیے یہاں رکنا بے سود ہے۔"

"پھر اس فون کال کے بارے میں کیا کہو گے؟" میں اس بارے میں گوپال کی رائے جاننے کے لیے بے چین تھا۔

"میں شرط لگا سکتا ہوں کہ اس نے کوبرا کو فون کیا ہو گا۔"

"پہلے تم نے کہا تھا کہ وہ بھول کر بھی کوبرا کو فون نہیں کرے گی۔" میں نے اسے یاد دلایا۔

"وہ اس کی طرف جانے کا خطرہ مول نہیں لے گی۔ وہ بے وقوف آدمی ہے۔ ارجن کی طرح وہ کسی اور کو بھی اپنی غلطی سے مروا سکتا ہے۔ کوبرا کو یہ بتانا ضروری تھا کہ یہاں سب کچھ چوپٹ ہو گیا ہے تاکہ وہ دہلی والوں کو مطلع کر سکے۔ اب کوبرا کا اس سے زیادہ کوئی مصرف نہیں ہے۔"

اس نے بالکل وہی بات کی تھی جو ہم نے سوچی تھی۔ گوپال کے جواب سے یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ فون کے بارے میں سوبھراج نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ سیتا نے اسٹیشن فور سے فرار ہونے کے بعد' اپنے اغوا کی کہانی حذف کر کے سوبھراج کو بگڑتے ہوئے حالات کی خبر دی تھی تاکہ وہ دہلی میں بیٹھے ہوئے افسروں کو ان کے مشن کی ناکامی کی اطلاع دے سکے۔ میں گوپال کے اس اندازے سے متفق نہیں تھا کہ سیتا اولین فرصت میں کراچی سے بھاگ جائے گی۔

Downloaded from https://paksociety.com

اس کا کردار کتنا ہی خراب اور شرمناک رہا ہو' یہ بات طے ہو چکی تھی کہ وہ بہت دلیر اور بے خوف لڑکی تھی۔ اس نے اسٹیشن فور کے سیل سے فرار ہونے کا ایک کامیاب منصوبہ بنایا اور اس پر عمل کر گزری۔ اسی طرح وہ گلاب خان کے گھر سے بچ کر نکل گئی۔ سیتا کی وہ کامیابیاں گوپال کے علم میں نہیں تھیں۔ میں نے اسے تصویر کا دوسرا رخ دکھایا تھا۔

سیتا کو ہوٹل کی پارکنگ لاٹ سے ایک مقابلے کے بعد بے ہوش کر کے اغوا کیا گیا تھا۔ وہ کچھ دیر اسٹیشن فور کے سیل میں قید رہی تھی لیکن اسے علم نہیں ہو سکا تھا کہ اسے اٹھا لانے والے کون لوگ تھے یا وہ کس کی قید میں تھی۔ اسٹیشن فور سے فرار ہوتے ہوئے اس نے وہاں کا ماحول وغیرہ دیکھ کر آسانی سے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ وہ کسی فوجی چھاؤنی کی حدود میں قید تھی۔ وہ اندازہ لگانے کے بعد سیتا اپنی کوئی بھی رائے قائم کر سکتی تھی لیکن اسے یہ شبہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ وہاں میری قیدی تھی۔ وہ بس ان دو بے نام چہروں کو پہچان سکتی تھی جنہوں نے اسے بے ہوش کر کے اغوا کیا تھا۔ اس وقت میرے ساتھ صرف سرور تھا۔

اپنی دو کامیابیوں کے نتیجے میں اس کے ذہن میں یہ بات سما سکتی تھی کہ وہ بہت چالاک اور پھرتیلی ہے۔ فرار ہونے کے بجائے' اس کو کہیں روپوش رہ کر اپنے اصل ہدف یعنی میری ذات پر اپنی توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔

گوپال میرا صورت آشنا تھا۔ اس نے پہلی نظر میں مجھے شناخت کر لیا تھا۔ سیتا نے کبھی مجھے نہیں دیکھا تھا۔ اسے شہر کی خاک چھان کر مجھے تلاش کرنا تھا۔ اس کی بھیجی ہوئی سرویر لڑکی اپنی کند ذہنی کے سبب مجھے اور ویرا کو دیکھ کر بھی کوئی صحیح نتیجہ اخذ نہیں کر سکی تھی۔ یہ سیتا کے منفی نکات تھے' مجھے پوری امید تھی کہ وہ شہر چھوڑنے میں عجلت سے کام نہیں لے گی' بدستور میدان میں جمی رہے گی اور ہمیں اس تک پہنچنے کا موقع مل جائے گا۔

میں نے اپنی اس اختلافی رائے کا گوپال پر اظہار مناسب نہیں سمجھا۔ ہم اس سے سیتا کے کسی متبادل ٹھکانے کا سراغ حاصل کرنے کی امید میں اسٹیشن فور آئے تھے لیکن وہ اس معاملے میں بالکل کورا ثابت ہوا تھا۔ اس ملاقات کا بس یہ فائدہ ہوا کہ سوبھراج اور سیتا کے بارے میں ہمارے کچھ اندازوں کی تصدیق ہو گئی۔ وہ سیتا کا قریبی رازداں اور ساتھی تھا۔ اس کی کہی ہوئی کسی بات پر کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"تم نے میرے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟" ہمیں واپسی پر آمادہ پا کر اس نے پُرامید لہجے میں سوال کیا۔

"فی الحال تم ہمارے مراعات یافتہ قیدی رہو گے۔ ہم نے تمہیں زندہ رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

اس کا چہرہ زخمی اور بہت زیادہ بگڑا ہوا تھا مگر اس پر حیرت کے نمایاں آثار ابھر آئے "تم..... تم مجھے زندہ رکھو گے!" اس نے فرط حیرت سے ہکلاتے ہوئے پوچھا "بھارت میں تو ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔ چوری چھپے سرحد پار کر کے آنے والے مخبروں اور ایجنٹوں کو بے دردی سے مار دیا جاتا ہے۔ پاکستان میں بھی یہی ہوتا ہے۔ پچھلے چند دنوں میں یہاں را کے کم از کم چار آدمی مارے گئے ہیں پھر تم مجھے کیوں اور کیسے زندہ رکھو گے!"

"اگر تم نے خبروں پر دھیان دیا ہو تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ چاروں اپنی موت مرے ہیں یا انہیں ان کے کسی ساتھی نے مارا ہے۔ ہم لوگ اپنے دشمنوں کے ساتھ درندگی سے پیش نہیں آتے۔ تم آرام سے رہو اور یہاں عیش کرو۔"

اس نے مزید کچھ کہا مگر میں اس کی بات سنی اَن سنی کر کے اس کے نئے اور آرام دہ سیل سے باہر نکل آیا۔

"ہم بھارتی ایجنٹوں کے اتنے ہمدرد تو نہیں ہیں!" خاموشی سے کچھ فاصلہ طے کر لینے کے بعد اول خان نے دھیمی آواز میں کہا۔

"یہ بات اسے اچھی طرح معلوم ہے۔ اس نے میری بات پر یقین نہیں کیا ہو گا۔" میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"اس سے جو کچھ معلوم ہونا تھا وہ معلوم ہو گیا۔ اب بلا سبب اسے پالنے سے کیا فائدہ؟ اس کا کوئی نہ کوئی فیصلہ ہو جانا چاہیے۔"

"فکر نہ کرو۔ وہ زیادہ دنوں تک ایس ٹی ایف کے وسائل پر بوجھ نہیں بنے گا۔"

"کم از کم مجھے پتا تو چلے کہ اس کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہوا ہے۔" مجھے خاموش پا کر اس نے ٹوکا۔

"ذرا سیتا کا مسئلہ حل ہو جائے پھر ہم اسے جلال کے سپرد کر دیں گے۔"

"میں نے محسوس کیا ہے کہ وہ اپنا دامن بچا کر الگ ہو گیا ہے۔ اسے زبردستی الجھانا مناسب نہیں ہو گا۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ بات سوبھراج کی طرف جا رہی تھی۔ وہ اس سے دور رہنا چاہتا تھا۔ بلیک کیٹس تو درمیان میں مفت ہاتھ آ گئے۔ اسے کسی بلیک کیٹ کو وصول کر کے دلی خوشی ہو گی۔ میں اس بارے میں اس سے فون پر بات کر لوں

Downloaded from https://paksociety.com

گا۔"

"یہ بہتر رہے گا۔" وہ تفہیمی انداز میں اپنا سر ہلاتے ہوئے بولا "گوپال آئی بی والوں کے کسی قید خانے میں پڑا رہا تو کسی وقت قیدیوں کے تبادلے میں کام آجائے گا۔ اس ایک قیدی کے بدلے بھارت والے دس پاکستانیوں کو چھوڑنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔"

"میں اسے پالنے میں یہی فائدہ دیکھ رہا ہوں۔ اب کہو تو اسے جہنم واصل کردیا جائے۔"

"اب ایسا قدم اٹھانے کی ضرورت نہیں رہی۔ مجھے اپنی سوچ سے آگاہ کرتے رہا کرو تاکہ میں الجھنوں سے بچا رہوں۔ میں زیادہ سوچ بچار کا قائل نہیں ہوں۔ بہت تیزی سے فیصلے کرتا ہوں اور پورے خلوص کے ساتھ ان پر عمل کر گزرتا ہوں۔ ایسے فیصلوں کے نفع و نقصان کا اندازہ بعد میں ہوتا ہے۔"

"محاذ پر لڑنے والوں کو اسی طرح فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔ اگر ایک کمانڈر بروقت فیصلہ کرنے میں ذرا بھی تاخیر کردے تو دشمن کے ٹینک اس کے مورچے اور جوانوں کو روندتے ہوئے آگے بڑھ سکتے ہیں۔ اپنے تجربے اور تربیت کی بنا پر تمہارا طریقہ بالکل درست ہے۔"

ہم گلاب خان کے گھر سے سیتا کو کھو چکے تھے۔ میرے ذہن میں وہ خلش رہ رہ کر ابھر رہی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کو کیسے اور کہاں تلاش کیا جائے۔ وہ لڑکی میری توقع سے کہیں زیادہ چالاک اور تیز ثابت ہوئی تھی۔

آپس میں باتیں کرتے ہوئے ہم اول خان کے دفتر میں پہنچ گئے جہاں ایک ڈائرکٹ فون کے ساتھ بن ڈیوڈ سے حاصل کی ہوئی سی ایس ڈی منسلک تھی۔

دفتر میں چائے نوشی کے دوران بھی ہم اسی موضوع پر الجھے رہے۔ اول خان میری اس رائے سے سو فیصد متفق تھا کہ سیتا اپنی دو کامیابیوں کے خمار میں چور ہو کر میدان میں ڈٹی رہے گی اور گوپال کی رائے کے برعکس فرار کی راہ اختیار نہیں کرے گی۔

اس کو میرے قتل کا کام سونپ کر دہلی سے بھیجا گیا تھا لیکن اس کے پاس میرا کوئی سراغ نہیں تھا۔ لے دے کر اس نے اول خان کا تعاقب کرتے ہوئے ہمارا گھر دیکھا تھا۔ اس گھر کی اہمیت یہ تھی کہ اول خان نے ناگہانی طور پر زخمی ہونے کے بعد' اضطراری طور پر اسی طرف دوڑ لگائی تھی۔ سیتا کے اس سراغ پر سرویر لڑکی نے اپنے غلط تجزیے سے سیاہی پھیردی تھی۔ اگر سیتا ذرا بھی عقل مند تھی تو اس نکتے پر غور کر کے دوبارہ اس گھر کا رخ کرنے کا فیصلہ کر سکتی تھی۔

گھر کے بارے میں مجھے سیتا کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ وہاں کسی بھی دشمن کے استقبال کا مناسب بندوبست کیا جا چکا تھا۔ اگر وہ ادھر کا رخ کرتی تو وہاں بری طرح منہ کی کھاتی۔ غالب امکان یہی تھا کہ اسے زخمی کر کے پکڑ لیا جاتا۔

میرے لیے سیتا ایک زہریلی ناگن تھی جسے فوری طور پر ٹھکانے لگانا یا بے بس کرنا ضروری تھا۔ اس کے علاوہ میدان میں میرے کئی حریف موجود تھے۔ ان میں سے سوبھراج سے میری بات ہو چکی تھی اور بات اگلی شام تک کے لیے ٹل گئی تھی۔ گوپال اسٹیشن فور کا مراعات یافتہ قیدی بن چکا تھا البتہ نک اور ٹام اپنی حیثیت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے بدستور میدان میں ڈٹے ہوئے تھے۔ اپنے سرکاری عہدوں کی وجہ سے ان کے پسپائی کے کوئی آثار نہیں تھے۔

آخر کار طے یہ ہوا کہ پہلے میں جلال سے بات کرلوں تاکہ گوپال کے بارے میں اس کی رائے بھی سامنے آسکے۔

جلال سے پہلی ہی کوشش میں رابطہ ہو گیا۔ اس نے خاصے گرمجوش لہجے میں میری مزاج پرسی کی' دوسروں کے حال احوال دریافت کیے پھر تازہ اخباری اشتہارات کی طرف آگیا۔ "ان اخباروں میں اس اشتہار کے علاوہ کوئی قابلِ ذکر بات نہیں ہے۔ اب تم کو بہت زیادہ محتاط رہنا ہو گا۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ میں ہمیشہ بہت زیادہ محتاط رہتا ہوں۔" میں نے ہنس کر جواب دیا۔

"اور وہ مقامی ہوٹل کا کیا واقعہ ہے؟" اس نے متجسس لہجے میں سوال کیا "چھوٹی سی خبر ہے کہ ارجن کے قتل کے بعد اس کے ہوٹل میں کوئی مہمان بے ہوش ہو گیا جسے ایمرجنسی میں اسپتال منتقل کردیا گیا۔"

"یہ خبر میری نظروں سے نہیں گزری۔" میں نے ایک گہرا سانس لے کر جواب دیا "بعض اخبارات والے چھوٹی چھوٹی باتیں لے اڑتے ہیں۔"

"اخباری اطلاعات بے سروپا نہیں ہوتیں۔ ان کی کوئی نہ کوئی بنیاد ہوتی ہے۔ ارجن کی ہلاکت کے بعد وہ ہوٹل اخبار والوں کی توجہ کا مرکز بن گیا ہے۔ جب تک ارجن کے قتل کا قصہ ٹھنڈا نہیں ہو جاتا' وہاں کی ہر غیر معمولی بات اخباروں کی زینت بنتی رہے گی۔" لمحہ بھر کے سکوت کے بعد اس کی آواز دوبارہ ابھری "تمہارے جواب سے اندازہ ہو رہا ہے کہ خبر تم نے دیکھی ہو یا نہ دیکھی ہو' وہ واقعہ تمہارے علم میں ہے۔"

"وہ بلیک کیٹ تھا جو ابرار کے نام سے اسی ہوٹل میں

Downloaded from https://paksociety.com

ٹھہرا ہوا تھا۔"

"اوہ! یہ میرے لیے نئی خبر ہے۔ اب وہ کہاں ہے؟" اس کی آواز میں اضطراب اور تجسس امڈ آیا۔

"وہ اول خان کا مہمان ہے۔ دوسری بلیک کیٹ ایک لڑکی تھی۔ وہ بھی پکڑی گئی تھی مگر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئی۔"

بلیک کیٹس میں جلال کی دلچسپی بجا تھی۔ اس نے مجھ پر یکے بعد دیگرے سوالات کی بھرمار کردی اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رکھا جب تک ہربات اس کے علم میں نہ آگئی۔ اس دوران میں' میں نے دانستہ سوبھراج کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

سیتا کے فرار پر جلال کا متاسف ہونا فطری تھا۔ مجھے اس واقعے پر افسوس سے بڑھ کر' صدمہ ہوا تھا۔ سب کچھ سن لینے کے بعد وہ دوبارہ گوپال کی طرف آگیا "وہ تم لوگوں کے قبضے میں ہے تو اب تک اپنی زبان کھولنے پر بھی مجبور ہو چکا ہو گا۔ تمہاری کوبرا والی تھیوری کے بارے میں وہ کیا کہتا ہے۔"

وہ سرکاری طور پر اس معاملے سے دست بردار ہو چکا تھا لیکن اپنے فطری تجسس سے مجبور تھا۔ میں نے دانستہ اختصار سے کام لیتے ہوئے جواب دیا "اس نے کوبرا کا سیٹ لائٹ فون نمبر دیا تھا۔ اس پر میری سوبھراج سے بات ہو چکی ہے۔"

وہ ایک ہوش ربا حقیقت تھی۔ جلال کے ذہن میں تجسس کے نئے دریچے کھل گئے۔ شاید وہ یہ بات بھول گیا کہ اسے سوبھراج کے معاملے سے لاتعلق رہنا تھا۔ اس بارے میں کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ آخر میں اس نے ایک گہرا سانس لے کر تھکی ہوئی آواز میں کہا "کافی دنوں بعد ایک بڑا شکار تمہارے سامنے آیا ہے۔ اس سے تم کو خود ہی نمٹنا ہو گا۔ میں تمہارا کوئی ساتھ نہیں دوں گا۔"

"اب اس کا ذکر نہ کرو۔ ایس ٹی ایف مجھے اسی لیے پسند ہے کہ یہ فورس ایسی پابندیوں سے آزاد ہے۔ اس کے ساتھ کھلے دل سے کام کرنے میں مزہ آتا ہے۔"

"اس وقت ایس ٹی ایف بھی اتنی آزاد نہیں رہی ہے۔ ٹام اور نک کی طرف سے دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ اول خان کو کراچی سے کہیں اور منتقل کردیا جائے۔"

"تو یہ خبر تمہارے کانوں تک بھی پہنچ گئی!" میں نے قدرے تعجب سے کہا۔

"میں تم لوگوں سے دور ہوں لیکن تمہاری طرف سے غافل نہیں ہوں۔ ایسی جگہ بیٹھا ہوا ہوں جہاں ہر طرف سے اندر کی خبریں بہتی چلی آتی ہیں۔"

"اول خان اپنے خلاف ہونے والی سازشوں سے باخبر ہے لیکن اس نے حوصلہ نہیں ہارا۔ اس کا عزم ہے کہ جب تک اوپر سے کوئی حکم نہ آئے' وہ ملک دشمنوں کے خلاف کھل کر میرا ساتھ دیتا رہے گا۔ اس وقت میں اسی کے دفتر میں بیٹھا ہوا ہوں۔"

"اس سے میرا سلام کہہ دینا۔ میں اپنی سرکاری ملازمت کے پروٹوکول سے مجبور نہ ہوتا تو اس کی عظمت اور دلیری کو کھل کر سراہتا۔ اس جیسے لوگ ہمارے ملک کی بہت بڑی خدمت کر رہے ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ اپنے فرائض ادا کرتے ہوئے وہ کسی بھی وقت اپنے دشمنوں کے وار کی زد میں آسکتے ہیں۔ وہ جب بھی مریں گے' گمنامی کی موت مریں گے۔ گنے چنے لوگوں کے سوا کسی کو ان کے کارناموں کی خبر نہیں مل سکے گی۔ اس سنگین حقیقت کے باوجود یہ سب صلے کی تمنا یا ستائش کی پروا کیے بغیر اپنے کام میں لگے رہتے ہیں۔"

"جلال جیسے محتاط افسر کی طرف سے وہ زبردست خراج تحسین تھا۔ جس ملک کے بارے میں یہ کہا جاتا ہو کہ وہاں رشوت دیے بغیر اپنا جائز ترین کام کرانا بھی ناممکن نہیں تو انتہائی دشوار ضرور ہے' وہاں ایس ٹی ایف کے فرض شناس افسروں اور اہل کاروں کا وجود صحرا میں کھلے ہوئے گلاب سے کم نہیں تھا۔

"میں اس معاملے میں تمہارا ہم خیال ہوں۔" میں نے کن انکھیوں سے اول خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب تم نے گوپال راج کے بارے میں کیا سوچا ہے؟" جلال کا لہجہ سرسری سا تھا۔

"اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" میں نے اس سے جوابی سوال کر ڈالا۔

"سچ پوچھو تو ابھی میں نے اس کے بارے میں کچھ سوچا ہی نہیں ہے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ یہاں آنے والے دو میں سے ایک بلیک کیٹ تمہاری قید میں ہے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ بھارت والوں کو اپنی بلیک کیٹس کمانڈر فورس پر بہت گھمنڈ تھا۔ ان کی کامیابیوں کا ایسا ڈھنڈورا پیٹا گیا ہے کہ حال ہی میں اسرائیل نے سرکردہ' جنگ جو فلسطینی رہنماؤں کو ٹھکانے لگانے کے لیے بھارت سے اس کمانڈو فورس کے ایک دستے کی مدد طلب کی ہے۔ ان کا قلع قمع کرکے تم نے بھارتیوں کا غرور خاک میں ملا دیا۔ کاش یہ کارنامہ میرے آدمیوں نے سرانجام دیا ہوتا۔"

Downloaded from https://paksociety.com

"ہم بھی تمہارے آدمی ہیں۔" میں نے ہنس کر کہا "تم حکم کرو۔ ہم تعمیل کریں گے۔"

"گوپال کو میرے حوالے کردو۔" اس نے بے ساختہ اپنا مطالبہ پیش کردیا۔

"کیا تم اس کا اچار ڈالو گے؟" میں نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"ہمارے کئی آدمی بھارت میں پھنسے ہوئے ہیں ان کے ہاتھ لگنے والے ہمارے بیشتر آدمی ان کے وحشیانہ تشدد کا شکار ہو کر عبداللہ کی طرح شہید ہو جاتے ہیں۔ جو سخت جان بچ جاتے ہیں وہ جیلوں میں بہت برے حال میں سڑتے رہتے ہیں۔" اس نے رک رک کر غالباً سوچتے ہوئے کہنا شروع کیا "ہمارے ایجنٹوں کے علاوہ بہت سے عام پاکستانی شہری بھی بھارتی جیلوں میں کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ وہ جسے چاہتے ہیں' پاکستانی جاسوس قرار دے کر جیل میں ڈال دیتے ہیں۔ اور مہینوں اس کی خبر نہیں لیتے۔ کسی چالان' پیشی یا ریمانڈ کے بغیر عذاب سہنے والے شہریوں کی تعداد کافی ہے۔ گوپال یہاں غیر قانونی طور پر آیا ہوا ہے۔ ہم اسے مار بھی دیں تو بھارتی حکومت کوئی احتجاج نہیں کرسکتی مگر میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔"

"پتا تو چلے کہ تم کیا سوچ رہے ہو۔" میں نے اس کے جواب سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔

"وہ آئی بی کی قید میں رہے گا۔ ہم اپنے ذرائع استعمال کر کے' دہلی میں را کے افسران تک یہ خبر پہنچادیں گے کہ گوپال زندہ ہے اور قید میں ہے۔ بھارتی اپنے بلیک کیٹ کی تربیت پر خطیر رقم صرف کرتے ہیں۔ وہ اسے واپس لینا چاہیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم اس کے بدلے ان سے تیس چالیس پاکستانی آزاد کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ان عام شہریوں میں ہمارے کچھ آدمی بھی ضرور شامل ہوں گے۔ یہ ہمارے لیے ایک بہترین سودا ثابت ہو سکتا ہے۔"

"تم اول خان سے بات کرلو۔ مجھے اس بندوبست پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔" یہ کہہ کر میں نے فون کا ریسیور اول خان کی طرف بڑھادیا۔

میں نے سگریٹ سلگائی اور اطمینان سے کرسی پر ڈھلک کر نیم دراز ہو گیا۔

آئی بی والوں کے لیے ایس ٹی ایف کے ٹھکانے اجنبی نہیں تھے۔ وہ ملک کے چپے چپے پر نگاہ رکھنے والوں میں شامل تھے۔ کہیں بھی کسی قسم کی سرگرمی ہوتی تھی تو گردوپیش میں آئی بی کے بے نام سائے سے منڈلانا شروع کر دیتے تھے۔ معاملہ ان سے متعلق ہوتا تو وہ کھل کر سامنے آتے تھے ورنہ خاموشی سے ماحول میں تحلیل ہو جاتے تھے۔

جلال نے اول خان سے طے کرلیا تھا کہ دو آدمی شام کے دھندلکے میں بند گاڑی لے کر اسٹیشن فور آئیں گے اور خاموشی سے اسے صدف مینشن منتقل کردیں گے جہاں چوہڑا پہلے سے قید تھا۔ وہ ایک ضمنی پہلو تھا۔ جس کا فیصلہ کرلیا گیا تھا۔ اس کی افادیت بھی ہمارے سامنے تھی لیکن ہم جس مقصد سے اسٹیشن فور تک آئے تھے' وہ حاصل نہیں ہو سکا تھا۔

"اب کیوں نہ نک سے بات کرلی جائے۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اول خان نے مشورہ دیا۔

"زیادہ باتیں ہوتی رہیں تو ان پر میرا بھرم کم ہو جائے گا۔ اس وقت وہ مجھ سے خاصے خوف زدہ ہیں۔"

"لیکن مجبوری ہے۔ چھیڑ چھاڑ سے کوئی نہ کوئی کام کی بات سامنے آتی ہے۔ تم کو کل شام کو سو بھراج سے بات کرنی ہے۔ اس وقت تک ہم ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے۔ کیونکہ ہمارے سامنے کوئی ہدف ہے اور نہ کام۔ اس وقت کا کوئی نہ کوئی مصرف ہونا چاہیے۔"

"پہلا مصرف تو یہ ہے کہ ہمیں سیتا کا انتظار کرنے کے بجائے اپنے طور پر اسے شہر میں تلاش کرنا چاہیے۔" میں نے کہا۔

"سرور کی سربراہی میں یہ کام ہو رہا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے بتایا "اس کے ساتھ کم از کم چھ آدمی شہر میں پھیلے ہوئے ہیں۔"

"صرف سرور کام دکھا سکتا ہے۔ بقیہ آدمی اسے کیسے پہچانیں گے؟"

"وہ چھ آدمی سرور کے بتائے ہوئے حلیے کے مطابق کسی مشتبہ لڑکی پر نگاہ رکھیں گے۔ کوئی نظر میں آئی تو اس کا پیچھا کر کے سرور کو مطلع کریں گے۔ وہ جلد از جلد موقع پر پہنچ کر شناخت کا اہم کام سرانجام دے گا' اس وقت ہمارے پاس اس سے بہتر کوئی متبادل نہیں ہے۔"

اپنی جگہ پر اس کی بات درست تھی۔ میں نے خاموشی اختیار کرلی۔

"تم نے نک کے بارے میں میری تجویز کا کوئی جواب نہیں دیا۔" اس نے مجھے خاموش پا کر ٹوکا۔

"اپنے ذہن میں اس سے گفتگو کا خاکہ بنا رہا ہوں۔"

"تمہیں کوئی خاکہ بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ تم تو بات سے بات نکالنے میں ماہر ہو۔"

Downloaded from https://paksociety.com

"اس سے میرے دو قسم کے رابطے ہو چکے ہیں۔ ایک مرتبہ میں اس کے لیے ڈینی تھا اور پھر کرنل داور۔ سوچ رہا ہوں کہ اس سے کس روپ میں بات کی جائے۔"

"پھر تو تمہاری فکرمندی بجا ہے۔ تم نے ڈینی بن کر بات کی تو گفتگو دھمکیوں وغیرہ تک محدود ہو کر رہ جائے گی۔"

"کل میں نے تمہارا پیغام ملنے کے بعد اس سے بات کی تھی۔ تم نے بتایا تھا کہ وہ کرنل داور سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے۔"

"وہ تمہیں ایک مرتبہ پھر اپنے سامنے ملانا چاہ رہا تھا اور بہت چبا چبا کر باتیں کر رہا تھا۔ جب تم نے اسے ڈینی کے بارے میں بتایا تو وہ بدحواس ہو گیا اور تم دونوں کی گفتگو ادھوری رہ گئی۔ اب تم اسی حوالے سے اپنی گفتگو آگے بڑھا سکتے ہو۔"

اول خان کا مشورہ صائب تھا۔ میں خود بھی ان ہی خطوط پر سوچ رہا تھا۔ میں نے فون اپنی طرف سرکالیا۔

وہ اپنے دفتر میں موجود نہیں تھا۔ میں نے گھر کا نمبر ملایا تو تیسری گھنٹی کے بعد اس کی تھکی تھکی اور خوابیدہ آواز سنائی دی۔

"میں اگر تمہارے آرام میں مخل ہوا ہوں تو معذرت چاہتا ہوں" میں نے نرمی سے بات کی ابتدا کی۔

"اوہ، کرنل داور!" اس نے میری بدلی ہوئی آواز سن کر مسرت آمیز آواز میں کہا "بہت اچھا کیا کہ تم نے مجھے فون کرلیا۔ میں خود کسی نہ کسی طرح تم سے رابطہ کرنا چاہ رہا تھا۔"

"تم اول خان کو پیغام دے سکتے تھے۔ وہ مجھ تک پہنچ جاتا" میں نے جواب دیا۔

"کل میں نے یہی کیا تھا لیکن میں بار بار اسے درمیان میں نہیں لا سکتا۔ اسے شک ہو جائے گا کہ میری اور تمہاری کوئی ڈیل چل رہی ہے۔"

"ڈیل چلنے کی بھی خوب رہی!" میں نے ہلکی سی استہزائیہ ہنسی کے ساتھ کہا "کل تم مجھے دھمکی دے رہے تھے کہ بلیک میٹس ڈینی کے ساتھ اس کے ہمدردوں کے بھی خون کے پیاسے ہیں۔ وہ مجھے اور اول خان کو ڈینی کے سب سے بڑے ہمدرد سمجھتے ہیں۔"

"جب تک میرے اور تمہارے درمیان کچھ طے نہیں ہو جاتا، ریکارڈ یہی بتائے گا کہ ایس ٹی ایف کے کتے بھی ڈینی کے وفادار اور خیرخواہ ہیں۔ تم کو جلد از جلد اپنا نام اس فہرست سے نکال لینا چاہیے۔ یہ تمہارے لیے سنہرا موقع ہے۔ تم بہت تیزی کے ساتھ ممتاز مقام حاصل کر سکتے ہو۔"

"میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ کبھی دھمکیوں پر اتر آتے ہو اور کبھی سبز باغ دکھانے لگتے ہو۔ سچ سچ بتاؤ کہ تمہارے دل میں کیا ہے؟"

"میں تمہیں اپنی صف میں شامل دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"اور مجھے شبہ ہو رہا ہے کہ تم مجھے دھوبی کا کتا بنانا چاہ رہے ہو جو گھر کا رہے نہ گھاٹ کا۔ میں نے ایک بار تمہاری بات مان لی تو پھر میں تمہارا غلام بن کر رہ جاؤں گا۔ تم جب چاہو گے، مجھے گندا کر کے ایس ٹی ایف سے نکلوا دو گے۔ میں بدترین عتاب میں آجاؤں گا۔ تمہاری ساری دشمنی ڈینی سے ہے۔ اسے زیر کرنے کے لیے تم مجھے اپنے ساتھ مل جانے کی پیشکش کر رہے ہو۔ جوں ہی ڈینی کا کام تمام ہوا، تمہارے لیے میری ساری اہمیت اور افادیت ختم ہو جائے گی۔ آف دی ریکارڈ اجلاس میں تم دیکھ چکے ہو کہ میں ادھیڑ عمر یا بوڑھا نہیں ہوں۔ میرے سامنے ایک لمبا کیریئر ہے۔ مجھے یہ ساری زندگی اپنے وسائل سے گزارنی ہے۔ ایس ٹی ایف سے بے وفائی کرنے کے کچھ ہی عرصے بعد تم نے مجھے بھلا دیا تو میں راندۂ درگاہ ہو جاؤں گا۔"

"مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ میری پیشکش کے بارے میں تم اتنی دور تک سوچ رہے ہو۔ یہ اچھی بات ہے کہ تم نے اپنے اندیشوں کا برملا اظہار کر دیا۔ مگر مجھے افسوس بھی ہے کہ تم غلط سمت میں اپنی ذہنی توانائیاں ضائع کر رہے ہو۔ ڈینی واقعی ایک مشن ہے۔ جو جلد یا بدیر مکمل ہو جائے گا۔ یہ نہ سمجھو کہ اس کے مرتے ہی تمہاری اہمیت ختم ہو جائے گی۔ ہمیں معلوم ہے کہ پاکستان میں ایس ٹی ایف نام کی ایک غیر آئینی اور سفاک فورس فعال ہے جو ڈاکوؤں سے لے کر غیر ملکی ایجنٹوں تک کی سرکوبی کرتی رہتی ہے۔ اس سے آگے یہ فورس آہنی دیواروں کے پیچھے چھپی ہوئی ہے، دن رات یہ کیا کرتی ہے، کس کس کو ٹھکانے لگاتی ہے، اس بارے میں ہم اندھیرے میں رہتے ہیں۔ ہمیں ایس ٹی ایف میں بھی اپنے ایک آدمی کی ضرورت ہے، یہ ضرورت تم پوری کر سکتے ہو۔"

"شاید اب دیر ہو چکی ہے" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا "ابتدا میں تم نے نقاب پوش کوبرا کا قضیہ نہ کھڑا کیا ہوتا تو آج ارجن بھی زندہ ہوتا اور میں تم سے ہدایات لے رہا ہوتا۔"

"میں تم کو پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ ہم لوگ فیلڈ ورک نہیں کرتے۔ اشاف کی سربراہی ہر ملک میں کسی معزز مقامی کے ذمے ہوتی ہے۔ ہمارے آئے دن تبادلے ہوتے رہتے

Downloaded from https://paksociety.com

ہیں۔ یہاں میری مدت پوری ہونے والی ہے۔ کسی بھی وقت میرے تبادلے کے احکام آسکتے ہیں۔ میری جگہ لینے والے کے ساتھ کام کرنے میں دشواری ہوگی۔ کارگزاری اور کارکردگی کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ سربراہی کے عہدے پر براجمان شخص لمبی مدت تک کام کرتا رہے۔ کام کے لیے یہ ہم آہنگی بہت ضروری ہوتی ہے۔"

"یہ میرے لیے نئی اطلاع ہے کہ تمہارا یہاں سے تبادلہ ہونے والا ہے۔ ایسی صورت میں میرا واسطہ کوبرا سے ہی رہے گا۔"

"یہ بتاؤ کہ ڈینی کی کیا خبریں ہیں۔ وہ کہاں ہے؟" کوبرا کا ذکر آتے ہی اس نے بات اڑا کر ایک نیا سوال کر ڈالا۔

میں لمحہ بھر کے لیے تذبذب میں پڑ گیا کہ اسے سیتا کے بارے میں حقیقت بتاؤں یا نہ بتاؤں۔ میرے ذہن میں یہ گتھی فوراً ہی سلجھ گئی۔ میں نے سیتا کے بارے میں دل کھول کر سوبھراج کے کان بھرے تھے اور اسے یہ تاثر دیا تھا کہ سیتا مجھ پر مرمٹی تھی اور میرے ہی پاس تھی۔ سوبھراج اپنے سفید فام آقاؤں کا نمک خوار تھا۔ اس نے وہ رپورٹ من وعن نک تک پہنچادی ہوگی۔ میرے لیے یہی بہتر تھا کہ میں اپنی اسی کہانی پر قائم رہتا۔

"اس نے کرائے کے آدمیوں کی مدد سے دونوں کو ہوٹل سے اٹھالیا تھا" میں نے کسی طویل سکوت کے بغیر کہا "اس کے بعد سے اس کی کوئی خبر نہیں۔"

"میری اطلاعات یہ ہیں کہ ایس ٹی ایف والے پیرا میڈیکل اسٹاف کے روپ میں ہوٹل پہنچے تھے اور گوپال کو نکال لے گئے۔"

"یہ خبر ڈینی کے کسی خیرخواہ نے پھیلائی ہے تاکہ ایس ٹی ایف سے اس کے عملی اختلاف کا راز افشا نہ ہو۔ ہمارے ایک آدمی نے بھی اس کا ساتھ نہیں دیا تھا" میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"کرائے کے غنڈے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں ایسی دیدہ دلیری سے واردات نہیں کرسکتے۔"

"ڈینی کا تعلق یہاں کے سفید پوش طبقے سے ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس نے آج کل کے پڑھے لکھے اور مہم جو لڑکوں کو خرید لیا ہو۔ ایسے لڑکے آمدنی اور سنسنی کے لیے بہت کچھ کر گزرنے کے لیے تیار رہتے ہیں اور کچھ نہیں ملتا تو شغل کے لیے کسی سے کار یا موٹر سائیکل چھین کر تفریح کرتے ہیں اور سارا پیٹرول پھونک دینے کے بعد مسروقہ سواری کو کہیں بھی لاوارث حالت میں چھوڑ دیتے ہیں۔ بڑھتی ہوئی بے روزگاری کے نتیجے میں ایسے مجرموں کا ایک قابل لحاظ طبقہ پیدا ہوچکا ہے۔"

"اچھی طرح سوچ لو۔ ہوسکتا ہے کہ اول خان نے انفرادی قوت مہیا کی ہو۔"

"ہمارا اسٹاف بہت مختصر ہے۔ کوئی کام اتنی رازداری کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا۔"

"چلو' اسے بھی دیکھ لیا جائے گا۔ یہ ایس ٹی ایف کی اندرونی سرگرمیوں کے بارے میں پہلی خبر ہے جو تم نے فراہم کی ہے۔"

"ابھی میں نے کوئی مخبری نہیں کی" میں نے بوکھلانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا "ابھی تک ہمارے درمیان کسی سمجھوتے کا وجود نہیں ہے۔"

"اب کیا دیر ہے؟ میں نے ساری بات تمہیں بتادی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ جلد ہی تم کو کوبرا سے نجات مل جائے۔ وہ اپنی بعض ناگزیر ذاتی مجبوریوں کی وجہ سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہ رہا ہے۔"

وہ ایک اہم خبر تھی۔ پچھلے روز تک کوبرا پوری طرح سرگرم اور فعال تھا لیکن میری طرف سے شناخت کی دھمکی ملتے ہی اس کے چھکے چھوٹ گئے تھے۔ اس کو معاشرے میں جو مقام حاصل تھا' اسے برقرار رکھنے کے لیے وہ کوبرا کا عہدہ تو کیا' ہر چیز قربان کرسکتا تھا۔ اپنی ناک کی بناوٹ پہچان لیے جانے کے بعد شاید اس نے نک کو اپنے سنگین مسئلے سے آگاہ کردیا تھا اور وہ بات نک کی زبان پر آگئی تھی۔ یہ محض اتفاق نہیں ہوسکتا تھا کہ ایک طرف نک اپنے تبادلے کی خبر سنا رہا تھا اور دوسری طرف کوبرا کی مشکل سے آگاہ کررہا تھا۔

بظاہر وہ دونوں میری وجہ سے عتاب میں آتے ہوئے نظر آرہے تھے۔

میں نے عملی طور پر اس خبر پر کسی خوشی کا اظہار کیے بغیر پوچھا "کوبرا کو ایسی کیا مجبوری پیش آگئی؟"

"یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے' اسے دیکھ لیا جائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ دو چار روز میں ہی کوئی اور کوبرا کی جگہ لے لے۔"

"شاید اس وقت تم ذہنی خلفشار کا شکار ہو" میں نے بہت نرمی اور رسانیت سے کہا "کوبرا سے مجھے کوئی ذاتی پرخاش نہیں ہے۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے؟ مجھے اصولی اختلاف ہے۔ میں کسی نامعلوم شخص کو جواب دہ ہونے کے لیے نہ پہلے تیار تھا نہ اب آمادہ ہوں۔ کوبرا کی جگہ

Downloaded from https://paksociety.com

تم جس کسی عزت دار پاکستانی کو نامزد کرو گے' وہ بھی پردے میں رہے گا۔ اپنے سماجی رتبے کی وجہ سے اپنی شخصیت کو بے نقاب نہیں کرے گا۔ میرے لیے کسی کے آنے جانے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں اپنے روبہ رو آنے والے کی سربراہی خوشی سے قبول کرلوں گا۔"

"تم بہت ضدی آدمی ہو۔ تمہارے ریکارڈ کی سوئی اسی ایک نکتے پر پھنسی ہوئی ہے۔"

"میں نے پہلی بار ہی اپنا اعتراض واضح کردیا تھا۔ تم بلاوجہ مجھے چکر دینے کی کوشش کررہے ہو۔"

"سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ تم اشاروں کنایوں کی بات بالکل نہیں سمجھتے....."

"میں مصلحت پسند اور فریبی مزاج کا مالک نہیں ہوں" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "سیدھی سچی بات کرتا ہوں اور وہی سب سننے کی امید رکھتا ہوں۔"

"گفتگو کی ابتدا میں' میں نے کہا تھا کہ تم کو جلد از جلد اپنا نام ڈینی کے حمایتیوں کی فہرست سے نکال لینا چاہیے' یہ تمہارے لیے سنہرا موقع ہے۔ تم بہت تیزی کے ساتھ ممتاز مقام حاصل کرسکتے ہو۔ شاید تم نے اس بات پر دھیان نہیں دیا۔"

"تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں ڈینی کا حامی نہیں ہوں۔ اس سے میرے سنگین اختلافات ہیں" میں نے اس کی پیشکش کو اس بار بھی دانستہ نظرانداز کردیا۔

"یہ بات تم ہم سے مل کر' ہماری صفوں میں شامل ہوکر ثابت کرسکتے ہو۔ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ محض لالچ نہیں ہے۔ تم اس وقت فیصلہ کرلو تو کوبرا کے متوقع جانشین کے طور پر' دوسروں کے ساتھ تمہارا نام بھی زیرغور آسکتا ہے۔"

"یہ ناممکن ہے' ایس ٹی ایف میں رہتے ہوئے میں ایسی کوئی ذمہ داری قبول نہیں کروں گا" میں نے صاف انکار کردیا۔

"کوبرا کو ہوش ربا مراعات ملتی ہیں۔ ان کی تفصیل سنو گے تو تمہیں ایس ٹی ایف کی نوکری حقیر نظر آنے لگے گی۔"

"میں کسی نقاب پوش کو جواب دہ ہونے کو تیار نہیں ہوں تو خود کیسے نقاب لگا سکتا ہوں۔ یہ ممکن نہیں ہے" میں نے سختی سے کہا "کوئی باعزت طریقہ کار سامنے ہو تو میں پس پردہ رہ کر تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔ مجھے یہ اطمینان ہو کہ میں جب چاہوں گا' اس بندوبست سے الگ ہوسکوں گا۔"

میں واضح طور پر محسوس کررہا تھا کہ پچھلے دن کے مقابلے میں اس وقت نک کے لب ولہجے میں ذرا بھی دم خم نہیں رہا تھا۔ وہ میری اکھڑی اکھڑی باتوں پر مشتعل ہورہا تھا نہ دھمکیاں دے رہا تھا۔ میری ہربات کو تحمل سے سن کر برداشت کررہا تھا اور اس کا کوئی معقول جواب دینے کی کوشش کررہا تھا۔ شاید بلیک کیٹس کی پراسرار روپوشی اور پھر کوبرا کی ناک کی بناوٹ کی شناخت نے ان لوگوں کے لیے سنگین مسائل پیدا کردیے تھے۔

"میں اب سمجھا کہ تم کسی نامعلوم شخص کو جواب دہی سے کیوں گریز کررہے ہو!"

بات میں نے ہی کہی تھی لیکن اس کی طرف سے حیرت کے اظہار پر میں انجان بن گیا "یہ اچانک تم کیا سمجھ گئے؟"

"تم مجھ سے لمبے معاہدے سے بھاگ رہے ہو تاکہ جب چاہو اپنے ہاتھ جھاڑ کر ہم سے الگ ہوسکو۔"

"بلاسبب کوئی بھی اپنے مفادات کو نہیں ٹھکراتا۔ یہ اسی وقت ہوگا جب کوئی بڑا اختلاف پیدا ہوگا۔"

"ڈینی سے کل سے تمہاری ملاقات نہیں ہوئی؟" اس نے اس مرتبہ ذرا واضح انداز میں سوال کیا۔

"نہیں" میں نے پورے اعتماد سے جواب دیا "وہ آیا نہ شہر میں اس کے ٹھکانے کا پتا چلا۔"

"اسٹیشن فور کے علاوہ شہر میں اس کے اور کتنے ٹھکانے ہیں؟" نک نے پوچھا "وہ رہتا کہاں ہے؟"

"میں تم کو جواب دہ نہیں ہوں۔ اس کے جو ٹھکانے میرے علم میں ہیں' وہ وہاں نہیں ہے" میں نے ٹکا سا جواب دے کر اپنی جان چھڑالی۔

"کرنل! مجھے نظر آرہا ہے کہ تمہارے ستارے گردش میں آنے والے ہیں" اس بار نک اپنے غصے کے اظہار پر قابو نہ رکھ سکا۔

"تم نے تو کل ہی مجھے نوید سنادی تھی کہ بلیک کیٹس ڈینی کے ساتھ مجھے اور اول خان کو بھی اڑادیں گے۔ آج وہ ایک کہانی بن چکے ہیں۔ اب تم کسے میدان میں اتارنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"وقت آنے پر تمہیں سب معلوم ہوجائے گا۔ یہ یاد رکھنا کہ میں نے تم سے مفاہمت کی ہر کوشش کرکے دیکھ لی ہے لیکن تم راہِ راست پر آنے پر آمادہ نہیں ہو۔ اب میرے لیے تم بھی ڈینی کی طرح ہو۔ کوئی نہ کوئی تم سب کو جلد ہی تگنی کا ناچ نچائے گا اور پھر جہنم واصل کردے گا" اپنی مسلسل ناکامی پر وہ جھنجلا گیا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

"تم خود یہ کوشش کیوں نہیں کرلیتے۔ کیا تمہارے تبادلے کا حکم نامہ آچکا ہے؟" اس بار میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"کرنل! اپنی حدود میں رہو۔ میں خود بھی تمہاری کھوپڑی توڑ سکتا ہوں" وہ غرایا۔

"میں حیران ہوں کہ ایسی جارحانہ گفتگو کے بعد تم کسی غیر رسمی اجلاس میں کیسے میرا سامنے کرسکو گے؟" میں نے اسے چڑانے کے لیے کہا۔

"اب بات بہت آگے بڑھ چکی ہے۔ کسی غیر رسمی اجلاس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اس سے پہلے کوئی فیصلہ کن معجزہ رونما ہوجائے گا۔"

"طاقت ور اپنے زور بازو پر انحصار کرتے ہیں جو بے دست وپا ہوتے ہیں وہی بستر پر لیٹ کر معجزوں کے رونما ہونے کا انتظار کرتے ہیں۔"

"اب ڈینی سے پہلے تمہاری کھال میں بھوسا بھروانا پڑے گا۔ میں جلد ہی تمہیں اس بدکلامی کی سزا دوں گا" نک نے چیخ کر فون بند کردیا۔

میں اپنے دل ہی دل میں اس کی نادانی پر ہنس کر رہ گیا۔ وہ ڈینی کو ٹیڑھی کھیر اور کرنل داور کو حلوا سمجھ رہا تھا۔ اسے یہ اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ کرنل داور اس کے لیے ڈینی سے زیادہ مشکل ثابت ہوگا۔

"ان باتوں سے یہ ظاہر ہورہا ہے کہ ان کے قدم اکھڑ رہے ہیں۔ نک سہارے کی تلاش میں ہاتھ پیر مار رہا تھا" اول خان نے سب کچھ سن لینے کے بعد اپنی رائے دی۔

"کل تک وہ کوئی اور زبان بول رہا تھا' آج حواس باختہ تھا۔ ان لوگوں پر اچانک کیا مصیبت نازل ہوگئی!"

"اچانک کچھ بھی نہیں ہوا۔ نک نے خود اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری ہے اور اب اس کا نتیجہ بھگت رہا ہے۔"

بنیادی غلطی نک کی ہی تھی۔ جب میں نے کرنل داور کے روپ میں اس سے پہلی مرتبہ فون پر رابطہ کیا تو میں نے اس کے مطلب کی ڈھیلی ڈھالی باتیں کیں جن کے نتیجے میں وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہوگیا کہ میں ایس ٹی ایف سے ٹوٹ کر اس کے جال میں پھنس رہا تھا۔ اسی جوش میں اس نے مجھے کوبرا تک رسائی کا طریقہ کار بھی بتادیا جس میں کلیدی کردار

حسن وہ! جو چھپائے نہ چھپے!

میرے نسوانی حسن کا راز

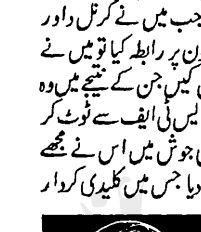

قدرتی جڑی بوٹیوں پر برسہابرس کے تجربے اور تحقیق کے بعد ایک نئی ایجاد بلوسم بریسٹ یونانی کریم جو بریسٹ کے ٹشوز کو خشت کر کے اُبھار لاتی ہے۔

بلوسم

بریسٹ یونانی کریم

قیمت =/150

بریسٹ کے چھوٹے پن میں اضافہ کر کے پروقار شخصیت کا مالک بناتی ہے کھوئی ہوئی نسوانی خوبصورتی کو دوبالا کرتی ہے

اسٹاکسٹ:

- خواب اسٹور ایمپریس مارکیٹ صدر کراچی
- صدر میڈیکل اسٹور ایمپریس مارکیٹ صدر کراچی
- مسلم جنرل اسٹور لیاقت مارکیٹ ٹیلر کراچی
- ابراہیم برادرز لیاقت مارکیٹ ٹیلر کراچی
- وقاص میڈیکل اسٹور اسٹاپ آصف سگنل پر ملیر کراچی۔
- قمر ی اسٹار جنرل اسٹور مدینہ چوک رحیم بازار احمد آباد
- نیو فرسٹ ادویات خانہ کوٹ وید اد ٹھکر
- حافظ میڈیکل کمپنی پورہ داتا دربار

- طاہر ٹریڈنگ سینٹر نزد مال اسٹاک وہ
- علی بھوجا اسٹور چوک مزنگ لاہور
- ایس اے بھوجا اسٹور ریلوے روڈ لاہور
- راجہ برادرز جمیل بازار سیالکوٹ
- پاکستان جنرل اسٹور کچہری بازار گول چوک سرگودھا
- فہیم پوٹی سینٹر مدینہ مارکیٹ منٹگمری روڈ فیصل آباد
- شاہی طبی دواخانہ مدینہ پیٹنٹ بازار فیصل آباد
- پنجاب جنرل اسٹور کچہری روڈ سرگودھا
- شہباز جنرل اسٹور مدینہ مارکیٹ منٹگمری روڈ فیصل آباد
- جمن بھوجا اسٹور مارکیٹ روڈ بازار گوجرانوالہ

- علی بھوجا اسٹور گرنمنٹ گجرات
- علی بھوجا اسٹور چوک راجہ راولپنڈی
- لطیف بکسٹ چاندنی چوک راولپنڈی
- احمد ادویات خانہ بازار جہلم
- سیال بھوجا اسٹور کرباچوک ساہیوال
- المدینہ جنرل اسٹور اچ روڈ اٹک
- امین بھوجا اسٹور گرنمنٹ گیرژ ارم وقاری خان
- شاہی ادویات خانہ نزد فرید گیٹ شاہی بازار بہاولپور۔
- محمد صالحین اینڈ سنز مزمل والے چوک بازار ملتان
- طبی اقبال جنرل اسٹور ریلوے پھاٹک روڈ دیپالپور

- بادشاہ طبی دواخانہ کمپنی کمبر روڈ راولپنڈی
- خالد ادویات خانہ مراد آباد بازار ایبٹ آباد
- احسن محمود میڈیکل سیال محمود اسٹور سرگودھا
- عواوی ادویات خانہ بازار مظفر آباد آزاد کشمیر
- پولی بانسار اسٹور بہری کشن روڈ کوئٹہ
- وکن بانسار اسٹور بہری کشن روڈ کوئٹہ
- انعام کمپنی شمسی روڈ مردان
- سعید فیملی اسٹور اندرون لنگ کیٹ کوہاٹ
- دارالشفاء بیناز بازار مظفر وسمات
- شفا دواخانہ گرنمنٹ گیرژ پشاور

ڈسٹری بیوٹر

- مقیم الدین برادرز کچی گلی نمبر ا ڈینسو ہال کراچی۔ فون: 2433682
- ریاض محمود 69 نیو عالمگیر مارکیٹ شاہ عالم لاہور۔ فون: 7666264
- باب الاشفاء دواخانہ اندرون بخاری مارکیٹ گھنٹہ گھر ملتان۔ فون: 574058
- شاہی طبی دواخانہ بوہڑ بازار راولپنڈی۔ فون: 5505519

گھر بیٹھے بذریعہ ڈاک وی پی پارسل منگوانے کے لئے

حکیم اینڈ سنز۔ پوسٹ بکس 2159، کراچی۔ 74600 پاکستان۔

Downloaded from https://paksociety.com

ہوٹل کے منیجر کا تھا۔ اس نے منیجر کا نام نہیں لیا تھا لیکن عہدے کی بنا پر ارجن کمار تک پہنچنا مشکل نہیں تھا۔

اس کی بولی بولتے بولتے جب میں نے اچانک قلابازی کھائی تو وہ سٹ پٹا گیا۔ مگر تیر اس کی کمان سے نکل چکا تھا۔ میرے ہوٹل پہنچنے سے پہلے اس نے ارجن کو اس کے دفتر میں مروا دیا۔

نک اتنی تیزی سے وہ کام نہیں کر سکتا تھا۔ اس قتل میں کوبرا کے ذریعے کسی تیسرے قاتل کو استعمال کیا گیا تھا۔ سب کچھ اس قدر الجھا ہوا تھا کہ کوبرا کو ہوٹل سے بھاگنا پڑا اور پھر ان لوگوں کے لیے حالات مخدوش سے مخدوش تر ہوتے چلے گئے۔

شاید نک اور سوبھراج کو یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ حالات بہت تیزی کے ساتھ ان کی گرفت سے نکلتے چلے جائیں گے۔ ہر بات ان کے خفیہ ریکارڈر اور دوسرے متعلقہ لوگوں کے علم میں آتی رہی۔ آخری نتیجہ یہ سامنے آیا تھا کہ دونوں بلیک کیٹس کسی کامیابی کے بغیر دھر لیے گئے تھے اور سوبھراج کو بھی کوبرا اور حشمت کی حیثیت سے شناخت کر لیا گیا تھا۔

نک اس سارے بگاڑ کا ذمہ دار تھا۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ اس کے خلاف ابتدائی کارروائی ضرور ہوگی جو کم از کم اس کے تبادلے پر منتج ہوتی۔ وہ اپنے خلاف ایسے کسی اقدام سے پہلے اپنے بڑوں کی نظروں میں سرخ روئی حاصل کرنا چاہتا تھا۔

یہ اس کی بہت بڑی کامیابی ہوتی کہ وہ ایس ٹی ایف کے کرنل داور کو اپنی قومی ایجنسی کی خدمات کے لیے خریدنے میں کامیاب ہو جاتا۔ آخری گفتگو میں اس نے اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی تھی۔ یہ اس کی کوششوں کی انتہا تھی کہ اس نے مجھے کوبرا کا جانشین بننے کا خواب تک دکھا دیا تھا۔

نک کی ناکامی کا سب سے خراب اور عبرت ناک پہلو یہ تھا کہ سوبھراج کی عزت اور ساکھ داؤ پر لگ چکی تھی۔ میں نے اسے اپنے اصل روپ میں فون کر کے اس سنگین حقیقت سے آگاہ کیا تھا۔ میری کوشش یہ تھی کہ سوبھراج کو بے خبر رکھ کر اچانک، رنگے ہاتھوں دبوچ لیا جائے لیکن اس نے اول خان کے قتل کا عندیہ دے کر مجھے لب کشائی پر مجبور کر دیا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ مجھ سے فون پر بات ختم کرتے ہی سوبھراج نے نک یا ٹام سے رابطہ کر کے اسے نئے خطرے سے آگاہ کر دیا ہوگا۔

سفید پوش مجرم جب تک جرائم کی دلدل میں اپنی کامیابیوں کا سفر جاری رکھتے ہیں، یہ بھولے رہتے ہیں کہ جب معاشرے میں ان کے مداحوں، دوستوں اور رشتہ داروں کو اچانک ان کے سیاہ کرتوتوں کی خبر ملے گی تو وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ عزت، احترام، رتبہ اور سب کچھ پل بھر میں خاک میں مل جائے گا۔ لوگ ان پر تھوکیں گے، ان سے نفرت کریں گے اور ان کو پھانسی گھاٹ پھندے تک نہیں تو لمبی قید کی کال کوٹھری تک ضرور پہنچا دیا جائے گا۔

سوبھراج نے اول خان کے قتل کا ارادہ ظاہر کر کے خود کو عارضی طور پر بچا لیا تھا۔ اول خان کی زندگی بچانے کے لیے مجھے اس کو بتانا پڑا تھا کہ اگر اول خان کو کوئی زک پہنچی تو میں اس کی مجرمانہ شناخت کی تشہیر کر کے اسے کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔

سوبھراج کے لیے وہ جھٹکا ناقابل برداشت تھا۔ مجھے شبہ ہو رہا تھا کہ شاید اس نے خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹنے کا فیصلہ کر لیا ہو۔ وہ نہ جانے کب سے غیر ملکی ایجنسیوں کے لیے کام کر رہا تھا۔ اس نے اتنا کچھ کما لیا تھا کہ اپنی جمع پونجی کے سہارے، اپنی باقی ماندہ عمر عیش و عشرت کے ساتھ گزار سکتا تھا۔

نک کے پاکستان سے تبادلے کے ساتھ کوبرا کی مسند بھی خالی ہوتی نظر آ رہی تھی۔ نک پاکستان سے نکلنے کے بعد شاید محفوظ ہو جاتا لیکن سوبھراج کے لیے ہمارے ہاتھوں سے بچنا مشکل تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ اس کا اثر و رسوخ کب تک اس کے کام آتا ہے۔

اول خان کو اپنے دفتر میں کچھ ضروری کام تھے، پھر اسے گوپال کی تحویل کے لیے جلال کے آدمیوں کا انتظار بھی کرنا تھا۔ وہ وہیں رکا رہا۔ میں واپس روانہ ہو گیا۔

میں گھر پہنچا تو وہاں ویرا اور سلطان شاہ کا راج تھا۔ غزالہ گھر پر نہیں تھی۔ میں نے دہلیز پر قدم رکھتے ہی اس کی غیر حاضری کو محسوس کر لیا تھا۔ وہ گھر پر موجود ہوتی تھی تو میرے استقبال کے لیے سب سے پہلے دروازے پر آتی تھی۔

"کیا بات ہے؟ گردن اچکا اچکا کر ادھر ادھر کیا دیکھ رہے ہو؟" ویرا نے میرے تجسس سے لطف اندوز ہوتے ہوئے پوچھا۔

"غزالہ کہیں نظر نہیں آ رہی، کیا وہ سو رہی ہے؟" میں نے متجسس لہجے میں سوال کیا۔

"آرام سے بیٹھو۔ وہ بھی آ جائے گی۔ آج وہ مجھے اور سلطان شاہ کو تخلیہ فراہم کر کے باہر گئی ہے" ویرا میرے شانے پر ہاتھ مار کر بے پروائی سے بولی۔

میں جلد از جلد غزالہ کے بارے میں جاننا چاہ رہا تھا لیکن میرا سامنا ویرا سے تھا۔ میں لگاتار غزالہ، غزالہ کی رٹ

Downloaded from https://paksociety.com

لگائے رکھتا تو اسے میرا مذاق اڑانے کا ایک نادر موقع ہاتھ آجاتا۔ وہ ایسے ہر موقع کو نہایت بے رحمی سے استعمال کرنے کی عادی تھی۔

"حیرت ہے کہ گھر میں صرف تم دونوں ہو اور فضا پھر بھی پُرسکون ہے" میں نے ڈرائنگ روم میں بیٹھتے ہوئے بادل ناخواستہ کہا۔

"کوئی تیسرا نہ ہو تو ہم امن و آشتی سے رہتے ہیں۔ بھیڑ ہوتی ہے تو کوئی نہ کوئی لی جمالو بن کر ہمیں آپس میں لڑوا دیتا ہے" ویرا ہنستے ہوئے بولی "تمہارے آنے سے پہلے ہم بہت پیار و محبت کے ساتھ دنیا جہان کی باتیں کر رہے تھے۔"

"اس کی باتوں میں نہ آنا" سلطان شاہ نے بلا تاخیر احتجاج کیا "ہم صرف باتیں کر رہے تھے۔ اس میں پیار اور محبت کا کوئی دخل نہیں تھا۔"

"کیا باتیں ہو رہی تھیں؟" میں نے اس بار سلطان شاہ سے پوچھا۔

"میں غزالہ کے بارے میں فکرمند ہوں۔ یہ مجھے انگریزی فلموں کی بیہودہ کہانیاں سنا رہی تھی" سلطان شاہ نے منہ بنا کر سادگی سے کہا۔

"غزالہ کی طرف سے تمہیں کیا فکر لاحق ہے؟" ویرا نے اس سے پوچھا "وہ اپنی مرضی سے سلمٰی کے پاس گئی ہے' مل کر آجائے گی۔"

"کون سلمٰی؟" میں نے بے ساختہ سوال کیا اور ویرا کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔

"اب پوچھو گے کہ کون ویرا .... وہ تمہارے جیتے' جاگتے کی بیوی ہے۔"

"اسے وہاں جانے کی کیا ضرورت پیش آگئی؟" ویرا کی ادھوری اور غیر متعلقہ باتیں مجھے پریشان کر رہی تھیں۔

"آج اس کے اندر سوئی ہوئی پرانی غزالہ جاگ اٹھی ہے۔ وہ سلمٰی کی حفاظت کے لیے گئی ہے" ویرا نے طنزیہ پیرائے میں بتایا۔

"اسے وہاں جانے کی کیا ضرورت تھی۔ عمارت کے نیچے ایس ٹی ایف کے دو گارڈز پہلے سے موجود ہیں" میں نے

ٹھہریئے اپنی ناک کا آپریشن کرانے سے پہلے

جدید ہومیوپیتھک سائنسی تحقیق اور تجربہ سے تیار کردہ انتہائی زود اثر دوا

Naricol Tablet

ایک ہفتہ ضرور استعمال کر کے دیکھیں انشاء اللہ ضرور شفا ہوگی

نزلہ، ایلرجک یا موسمی تبدیلیوں سے ناک کی ہڈی یا گوشت کے بڑھنے سے ہو سر درد مستقل ہو ناک بند ہونا یا سانس لینے میں دشواری کیلئے مجرب دوا ہے۔

اسٹاکسٹ:

ہانسن ہومیو اسٹور ناظم آباد بورڈ آفس فون نمبر: 6614030	مہر اکیمکس آرام باغ روڈ، کراچی: 2628814
انصاری ہومیو اسٹور ناظم آباد، بورڈ آفس: 6681127	احمد ہومیو اسٹور یو پی نارتھ کراچی: 6957528
طیب میڈیکوز ناظم آباد بالمقابل عباسی شہید ہسپتال	شیرلز ہومیو پیتھک اسٹور اینڈ کلینک 34 نکسن روڈ لاہور فون: 042-6369691-93
جرمن ہومیو اسٹور النور: 6366372	الشفاء ہومیو کلینک ہسپتال روڈ چترال فون: 0933-412329
محمدی ہومیو اسٹور ملیر کالا بورڈ: 4506620	نیو محمدی ہومیو اسٹور گلشن اقبال بالمقابل اردو سائنس کالج کراچی
جرمن ہومیو اسٹور مسجد روڈ کوئٹہ 081-824645	الجنت ہومیو کلینک اینڈ اسٹور 5 عبداللطیف خان پلازہ منڈیاں ایبٹ آباد

مرض کی تشخیص و علاج ریڈ ونگ کمپیوٹر کی مدد سے (خون یا تھوک کے نمونے سے ٹیسٹ)

ایک ماہ کا کورس 180 روپے۔ گھر بیٹھے V.P پارسل منگوانے کیلئے خط لکھیں

ہومیو ڈاکٹر شوکت علی

مہوش اپارٹمنٹس شاپ نمبر 2 SC-19 بلاک N نارتھ ناظم آباد کراچی ٹیلی فون نمبر: 6647312 موبائل 0300-9229413

E-mail: hdr_shoukatali@hotmail.com کلینک کے اوقات (صبح 11 سے 1 شام 6 سے 10)

Downloaded from https://paksociety.com

کہا۔

ویرا اِدھر اُدھر کی باتیں بھی ہانکتی رہی مگر ان دونوں سے خاصی صبر آزما گفتگو کے بعد مجھے اندازہ ہوگیا کہ غزالہ کیا سوچ رہی تھی۔

میرے اور اول خان کے چلے جانے کے بعد' ان تینوں کے درمیان سیتا کی ذات موضوع سخن بنی رہی۔ یہ بات پہلے ہی سامنے آچکی تھی کہ سیتا نے اپنے اغوا سے پہلے مجھے دیکھ لیا تھا مگر وہ یہ نہیں جان سکی تھی کہ میں ہی ڈینی تھا۔ ہوٹل کی پارکنگ میں اس وقت میرے ساتھ ایس ٹی ایف کا سرور تھا جس کا دیکھ لیا جانا غیر اہم تھا۔ اس کے علاوہ ہمارے دو گھر اس کی نظروں میں آچکے تھے۔ ہمارے گھر پر حفاظت کا ایسا فول پروف بندوبست تھا کہ سیتا وہاں سے بچ کر نہیں نکل سکتی تھی لیکن جہانگیر کے گھر کا معاملہ مختلف تھا۔

وہ ایک کثیرالمنزلہ عمارت کے فلیٹ میں رہائش پذیر تھا۔ سرویر کے روپ میں آنے والی لڑکی کے واقعے کے بعد عمارت میں یہ اصول نافذ ہوچکا تھا کہ متعلقہ اہل خانہ سے انٹرکام پر اجازت لیے بغیر کسی اجنبی کو اندر جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی وہاں ایس ٹی ایف کے دو محافظ مامور کردیے گئے تھے جن میں ایک سیکیورٹی کاؤنٹر پر موجود رہتا تھا۔ دوسرے کی ڈیوٹی باہر ہوتی تھی۔ وہ انتظامات بہت معقول تھے۔ سیتا عمارت کے اندر گھسنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی تھی۔

غزالہ کو شبہ تھا کہ سیتا اپنا اگلا قدم بہت تیزی سے اٹھائے گی۔ بلیک کیٹس نے میدان میں آتے ہی جس پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا' اس کی روشنی میں سیتا سے کسی سستی کی توقع کرنا حماقت کے مترادف تھا۔ اس کے لیے جہانگیر کا گھر ایک بہتر اور سہل ٹارگٹ تھا۔

بلیک کیٹس نے جس اعتماد کے ساتھ ایک لڑکی کو ان کے گھر بھیجا تھا' اس سے ظاہر ہوگیا تھا کہ انہوں نے جہانگیر کے گھر کا سراغ لگانے کے ساتھ اس کے معمولات کا بھی پتا چلالیا تھا اور شاید جہانگیر کے ساتھ ساتھ سلمٰی کو بھی دیکھ لیا تھا۔

غزالہ جانتی تھی کہ گھر کا سودا سلف لانے کی ساری ذمہ داری سلمٰی کے سر تھی۔ جہانگیر بہت کم اپنے فلیٹ سے باہر نکلتا تھا۔ زیادہ تر گھر پر پڑا اینڈتا رہتا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ سلمٰی اپنے معمول کے مطابق کسی کام سے باہر نکلی اور اس وقت سیتا باہر گھات میں ہوئی تو دنیا کی کوئی طاقت سلمٰی کو اغوا ہونے سے نہیں بچاسکتی تھی۔

وہ خیال آتے ہی غزالہ نے سلمٰی کو فون کیا اور اسے تاکید کی کہ وہ ایک دو روز کے لیے خود کو فلیٹ میں محدود کرلے۔ باہر نکلنے کی صورت میں کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آسکتا تھا۔

سلمٰی سے اسے پتا چلا کہ وہ پچھلے روز بازار نہیں گئی تھی۔ گھر میں بنیادی ضرورت کی کئی اشیا ختم ہوچکی تھیں۔ اس شام اس کا باہر نکلنا ناگزیر تھا۔ باہمی تبادلۂ خیال کے بعد غزالہ قائل ہوگئی۔ اس نے سلمٰی کو کسی کی آمد تک گھر میں رکنے کی تاکید کی تھی۔

غزالہ کی خواہش تھی کہ سلمٰی کو بازار میں خریداری کروانے کا کام ویرا سرانجام دے لے لیکن ویرا کو سلمٰی ایک آنکھ پسند نہیں تھی۔ جہانگیر نے نوش تھا اور دل کھول کر اس کی تعریفیں کیا کرتا تھا۔ ویرا اسے بہت ناپسند کرتی تھی۔ اس نے دس ناپسندیدہ تبصروں کے ساتھ غزالہ کی خواہش مسترد کردی اور یوں غزالہ خود گھر سے نکل کھڑی ہوئی۔

❁❁❁

وہ کاؤنٹر پر چند ثانیوں تک رکنے کے بعد اوپر پہنچی تو سلمٰی اس کے استقبال کے لیے دروازہ کھولے کھڑی تھی۔

میرے ساتھ سلمٰی کی بے تکلفی کی وجہ سے غزالہ بھی اسے زیادہ پسند نہیں کرتی تھی لیکن اس کی دانست میں وہ معاملہ اس کی ذاتی پسند یا ناپسند سے زیادہ سنگین تھا۔ وہ سلمٰی کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اندر پہنچی تو جہانگیر شیونا کر' قرینے کے کپڑوں میں ملبوس تھا۔

"آؤ بھابی! آج تو کسی بہانے اس گھر کے نصیب جاگے ہیں کہ تم یہاں آئی ہو۔ ہمارا یار' ڈینی کہاں ہے؟" اس نے اپنی جگہ سے احتراماً اٹھ کر کہا۔

"ہمیشہ کی طرح وہ آج بھی مصروف ہیں' میں مشکل سے وقت نکال کر آئی ہوں تاکہ سلمٰی کے ساتھ بازار تک جاسکوں۔"

"ارے' تم تو کھڑی ہوئی ہو۔ بیٹھ جاؤ" وہ مسرت سے کھلا پڑ رہا تھا۔ اس نے سلمٰی کی طرف دیکھا "کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو' جلدی سے ڈرنکس لے آؤ۔"

"مم.... میں ڈرنک نہیں کرتی" جہانگیر کا موڈ دیکھ کر غزالہ بوکھلا گئی۔

وہ بے ساختہ ہنس پڑا "مجھے معلوم ہے۔ میں سوفٹ ڈرنکس کے لیے کہہ رہا تھا۔ جاؤ! تم ابھی تک کھڑی ہو؟" آخری فقرہ اس نے اپنی بیوی سے کہا تھا۔

"غزالہ نے میرا ہاتھ سختی سے تھام لیا ہے" سلمٰی نے بے بسی سے اپنا ہاتھ اٹھایا جو غزالہ کی گرفت میں تھا۔

"میں جلدی میں ہوں۔ ڈینی کسی بھی وقت گھر آجائیں گے اور مجھے نہ پاکر پریشان ہوں گے" غزالہ نے جلدی سے وضاحت کی "بازار سے واپسی پر میں نیچے سے ہی لوٹ جاؤں

Downloaded from https://paksociety.com

گی۔ ہم دونوں فرصت میں پھر کبھی یہاں آئیں گے۔"

مایوسی سے جہانگیر کا منہ لٹک گیا "پتا نہیں تم دونوں کن چکروں میں پڑے رہتے ہو۔ ڈینی ہمیشہ وعدے کرکے ٹال دیتا ہے۔ ادھر نہیں آتا۔ اگر تم اتنی ہی مصروف تھیں تو مجھ سے فون پر کہہ دیتیں، میں سلمٰی کو بازار لے جاتا۔"

"ہاں، تم ایسے ہی سعادت مند ہو!" سلمٰی جلے کٹے لہجے میں بولی "پتا نہیں تم میرے ساتھ باہر نکلنے میں کیوں شرماتے ہو۔ غزالہ کو فون پر وعدہ کرکے ٹال دیتے اور مجھے اکیلا باہر ہانک دیتے۔ اگر باہر واقعی کوئی خطرہ ہے تو تم نے یہاں آکر بہت اچھا کیا۔"

سلمٰی ایک خالص خانہ دار عورت تھی۔ اس میں کسی خراب صورت حال سے نمٹنے کا ذرا بھی حوصلہ نہیں تھا۔ جہانگیر نے شرما حضوری میں پیشکش کی کہ اگر غزالہ کے پاس واقعی وقت کی کمی تھی تو وہ اس وقت واپس چلی جائے۔ جہانگیر اس کے سامنے خود سلمٰی کو بازار لے جائے گا مگر غزالہ نے مسکرا کر اسے ٹال دیا۔ وہ مجھ سے جہانگیر کی سستی اور کاہلی کے قصے سنتی رہتی تھی۔ اپنے شاندار ماضی کو شراب کی لاتعداد بوتلوں میں دفن کرکے وہ محض ایک نمائشی وجود بن کے رہ گیا تھا۔ ضرورت پڑنے پر اپنے کسی چست و چالاک حریف سے بھرپور مقابلہ کرنا اس کے بس سے باہر تھا۔ غزالہ کو ان باتوں کا پورا پورا ادراک تھا۔ وہ وہاں تک پہنچ ہی گئی تھی تو ان دونوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر کوئی ناگہانی خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی۔

اس کے لاشعور میں یہ احساس پوری شدت کے ساتھ پیوست تھا کہ وہ دونوں اپنے ماضی سے تائب ہوکر شرافت اور ایمانداری سے نئی زندگی گزارنے کی کوششیں کررہے تھے لیکن مجھ سے گہری دوستی کی بنا پر جہانگیر آئے دن کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا رہتا تھا۔ حد یہ تھی کہ ان ہی خطرات کی وجہ سے سلمٰی نے اپنے اکلوتے بیٹے کو لاہور میں، اپنے میکے میں چھوڑا ہوا تھا۔ ہماری وجہ سے پیدا ہونے والی مشکلات میں ان دونوں کی بھرپور مدد کرنا ہمارا فرض تھا۔

وہ دونوں فلیٹ سے نکلیں اور پھر سلمٰی کی کار میں بازار کی طرف نکل گئیں۔ بازار وہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ ہلکی پھلکی خریداری کے لیے سلمٰی گھومتی ہوئی وہاں جانکلتی تھی۔ یہ تجویز غزالہ کی تھی کہ جب تک خطرہ سر پر منڈلاتا رہے، سلمٰی کو پیدل نکلنے سے گریز کرنا چاہیے۔ فضا میں دھند لکا پھیلنے کے بعد وہ احتیاط زیادہ ضروری تھی۔

بارونق بازار کی کشادہ دکانوں میں زیادہ بھیڑ بھاڑ نہیں تھی پھر بھی غزالہ چاروں کھونٹ چوکس تھی۔ اس کی دلی خواہش تھی کہ اسے کہیں سیتا کی جھلک نظر آجائے تو وہ اسے لپک کر دبوچے اور بے بس کرکے گھر لے آئے لیکن وہاں میدان صاف تھا۔

مختصر لیکن اہم خریداری کے بعد وہ دونوں واپس ہولیں۔ سلمٰی نے غزالہ کو باہر ہی گاڑی کے قریب اتار دیا۔ غزالہ دروازے کا قفل کھول کر اطمینان سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی انجن اسٹارٹ کیا اور سلمٰی کی طرف ہاتھ لہرا کر آگے روانہ ہوگئی۔

غزالہ نے سروس روڈ سے مین روڈ پر آنے کے لیے گاڑی گھما کر روکی ہی تھی کہ اچانک عقب سے ایک دھیمی آواز آئی "میرے ہاتھ میں بھری ہوئی گن ہے۔ تم نے میری ہدایت سے ذرا بھی انحراف کیا تو پل بھر میں اس کی ساتوں گولیاں تمہارے بدن میں اتار دوں گی۔"

وہ نسوانی آواز سن کر غزالہ کے پورے وجود میں سنسنی کی لہریں سرایت کر گئیں اور اس خیال سے اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے کہ سلمٰی کو کسی ناگہانی آفت سے بچانے کے چکر میں وہ خود ایک بدترین عذاب سے دوچار ہوچکی تھی۔

"تم کون ہو اور کیا چاہتی ہو؟" غزالہ کے ہونٹوں سے غیر ارادی طور پر سرسراتی ہوئی آواز برآمد ہوئی۔

"تمہاری دوست نہیں ہوں۔ گاڑی مین روڈ پر لے کر

فربینا کھاؤ جان بناؤ

فربینا جسم کو موٹا اور خوبصورت بنانے والی یونانی دوا ہے جو ایک ماہ کے قلیل عرصے میں قدرتی طریقہ پر بازو، کمر، کولہے، اگروں، کندھے اور چہرے کے گالوں پر گوشت میں اضافہ کرکے جسم بھرا بھرا موٹا اور خوبصورت بناتی ہے۔ دبلے پتلے جسم سے نجات اور وزن میں قدرتی اضافہ کیلئے فربینا 15 سال سے پاکستان عوام میں مشہور ہے۔ نئی فربینا ایکسٹرا سٹرونگ وٹامنز اور ہربلز کا ایسا مرکب ہے جو جسم کو فولاد کی طرح مضبوط اور چہرے کو گلاب کی طرح سرخ بناتا ہے۔ مضر اثرات سے قطعی پاک، مستقل اثر جسم و مزاج اور خون صاف بنانے کے لئے فربینا ہی استعمال کریں۔ قیمت 350/ روپے۔ خط لکھ کر منگوانے کیلئے ایڈریس وٹیلی فون نمبر نوٹ کرلیں۔

0320-4906900

حکیم ارشد لیبارٹریز پوسٹ بکس 2658 اسلام آباد

شاکٹ لاہور: علی ہومیو کلاتھ ہاؤس مزنگ روڈ، مجیری میڈیکل سینٹر، میکڈ بیرن لاہوری، ایم حنیف اینڈ سنز، ہربل ہاؤس، فیصل آباد: ذیشان ہومیو سینٹر، رشاہی طبی دواخانہ جینیٹ بازار، اسلام آباد: گرگٹ ہومیو سینٹر، راولپنڈی: علی ہومیو سینٹر، ٹرنڈ گجرات: مرزا ہومیو ہاؤس، ملتان: ایشاد دواخانہ، بازار گورنمنٹ ہائی اسکول، ڈیرہ غازی خان: ایم ہومیو سینٹر، بہاولپور: ہومیو ہاؤس، ساہیوال: ہومیو سینٹر، سرگودھا: ہومیو سینٹر، بالمقابل زرعی بینک، بازار گورنمنٹ ہائی اسکول، میانوالی

آگے سے واپس کلفٹن کی طرف گھمالو۔" پیچھے سے دوبارہ آواز آئی "اس خیال میں نہ رہنا کہ میں اب بھی تمہارے پچھلے پائیدان میں دبکی ہوئی ہوں اور مجھے راستہ نظر نہیں آئے گا۔ میں سیٹ پر آچکی ہوں۔"

غزالہ کی نظریں عقب نما آئینے کی طرف اٹھ گئیں۔ گردو پیش کی روشنیوں کے انعکاس میں اس نے دیکھا کہ وہ بھرے بھرے' پرکشش چہرے والی ایک جوان عورت تھی۔

"یہ نہ سمجھنا کہ میں خالی دھمکی دے رہی ہوں۔" عورت کے ان الفاظ کے ساتھ ہی غزالہ کے داہنے پہلو میں گن کی سخت آہنی نال چبھنے لگی "یہ اعشاریہ چار چار کی خوفناک گن ہے جو اتنے قریب سے تمہارے بدن کے چیتھڑے اڑا دے گی۔"

غزالہ ابتدائی جھٹکے سے سنبھل چکی تھی۔ گھر سے نکلتے ہوئے' اس کے ذہن کے کسی نہاں خانے میں یہ اندیشہ موجود تھا کہ سیتا کانت نے بہت زیادہ تیزی دکھائی تو اس کی وہ مہم خطرناک بھی ثابت ہوسکتی ہے۔ اس اندیشے کے پیش نظر وہ خالی ہاتھ نہیں نکلی تھی۔ اس کے شولڈر بیگ میں بھی بھرا ہوا ریوالور موجود تھا جو سیتا کی پہل کی وجہ سے کم از کم اس وقت ناکارہ تھا۔ غزالہ کو حیرت تھی کہ سیتا نے اسے کب دیکھ کر پہچان لیا تھا اور کیسے اس کی کار میں چھپ کر بیٹھ گئی تھی۔

اس کے ذہن میں کلبلانے والے اندیشوں کا محور سلمٰی کی ذات رہی تھی۔ غزالہ نے یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ سیتا' سلمٰی کو نظرانداز کرکے براہ راست اس پر ہاتھ ڈال دے گی۔

ایک مقام پر ٹریفک قدرے کم تھا۔ سیتا بہت تیزی کے ساتھ پیچھے سے اچک کر غزالہ کے برابر والی سیٹ پر آگئی۔ اس کے داہنے ہاتھ میں دبی ہوئی گن واقعی خوف آور تھی۔ وہ یقینی طور پر وہی گن رہی ہوگی جو سیتا نے گلاب خان کے بیٹے' سرہلند خان سے چھینی تھی۔

غزالہ کو معلوم تھا کہ وہ گلاب خان کے گھر سے کیسی بے سروسامانی کے عالم میں فرار ہوئی تھی۔ حقیقت یہ تھی کہ وہ پچھلی شام سے مسلسل پریشان کن حالات کا سامنا کررہی تھی۔ پہلے اسے ہوٹل کی پارکنگ سے اغوا کیا گیا۔ وہ کئی گھنٹوں تک ایس ٹی ایف کے ایک سیل میں قید رہی لیکن اس کا حوصلہ برقرار رہا۔ وہ رات گئے وہاں سے بھاگ کر کسی نہ کسی طرح سرہلند کے گھر پہنچی تو میں سلطان شاہ کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ وہاں اس کے گھیر لیے جانے کے مکمل امکانات تھے مگر وہ اپنی حاضر دماغی کے سبب وہاں سے بھی صاف بچ نکلی — بارہ گھنٹوں سے بھی کم مدت میں دو مرتبہ فرار کی راہ اختیار کرنے کے محض چند گھنٹوں بعد اس کا مسلح ہوکر' پوری تیاری کے ساتھ جہانگیر کے گھر کے قریب پہنچنا حیران کن تھا۔

غزالہ کا ذہن بہت تیزی سے کام کررہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ سیتا نے بلڈنگ میں داخل ہوکر کسی فرضی نام سے جہانگیر کے گھر پہنچنے کی کوشش کی ہوگی جو اوپر سے اجازت نہ ملنے کی وجہ سے کامیاب نہیں ہوسکی۔ کاؤنٹر سے آنے والا فون جہانگیر اور سلمٰی کے لیے اس قدر غیر اہم تھا کہ انہوں نے غزالہ سے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔

سیتا باہر آکر کوئی نیا داؤ آزمانے کی تدبیر سوچ رہی تھی کہ اچانک غزالہ وہاں پہنچ گئی۔ وہ ایک مرتبہ سلمٰی کے ساتھ بازار تک گئی لیکن سیتا نے دونوں کو نہیں چھیڑا۔ واپسی پر اس نے تاک کر غزالہ کو اپنا نشانہ بنایا تھا۔ وہ پریشان تھی کہ سیتا نے اسے کیسے پہچان لیا۔

اس کا اپنا ریوالور بیگ میں بند تھا جبکہ سیتا کی گن کسی بھی لمحے شعلہ اگلنے کے لیے تیار تھی۔ اس وقت غزالہ کے لیے سیتا کی ہدایات کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اسے زیر کرنے کی بس ایک ہی صورت تھی کہ غزالہ دیکھ بھال کر کہیں کوئی ایسا زوردار حادثہ کرڈالے کہ سیتا اپنا توازن کھو بیٹھے اور غزالہ اس کے سنبھلنے سے پہلے' اسے زیر کرکے اس کی گن چھین لے۔

"رفتار معمول پر رکھو۔ ذرا سا بھی حادثہ ہوا تو میں تمہارے ساتھ بہت بری طرح پیش آؤں گی۔" سیتا اس کے بائیں گھٹنے پر گن کی نال سے ہلکی سی ضرب لگا کر غرائی۔ غزالہ کو خوف محسوس ہونے لگا۔ یوں لگا تھا جیسے سیتا نے اس کے ذہن کو پڑھ لیا ہو۔

"اس وقت ڈینی کہاں ملے گا؟" چند ثانیوں کے سکوت کے بعد سیتا کے اس ٹیڑھے سوال نے غزالہ کو بری طرح چونکا دیا۔

"کون ڈینی؟ میں کسی ڈینی شینی کو نہیں جانتی۔" غزالہ نے حوصلے سے کام لے کر برجستہ کامظاہرہ کیا۔

سیتا کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ تیرنے لگی اور وہ دھمکی آمیز لہجے میں بولی "مجھ سے یہ اداکاری نہیں چلے گی۔ میں جانتی ہوں کہ تمہارا نام غزالہ ہے اور تم ڈینی کی بیوی ہو۔ آج میرے ستارے اچھے تھے کہ تم مجھے نظر آگئیں اور میں نے اپنا پہلا پروگرام منسوخ کردیا۔"

"دیکھو! تم کو کوئی سنگین غلط فہمی ہوئی ہے۔ میرا نام رخسانہ ہے۔"

اس بار سیتا نے زور سے گن کی نال غزالہ کے گھٹنے پر ماری اور اس کی جان نکل گئی۔ سیتا کڑوے لہجے میں بولی "مجھ سے جھوٹ مت بولو۔ ویرانے میں پہنچنے کے بعد میں تمہارا جوڑ جوڑ اسی طرح چٹخادوں گی۔ میں نے دہلی میں تمہیں بہت قریب سے دیکھا تھا۔ وہاں تم مظہر خان کی گرل فرینڈ بنی ہوئی

Downloaded from https://paksociety.com

تھیں۔ یہ ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ مظہر ہی ڈینی تھا۔ یہ میری بدقسمتی تھی کہ میں اسے نہیں دیکھ سکی لیکن تمہارا ایک ایک نقش میرے ذہن میں محفوظ ہے۔"

غزالہ کا دم خم جاتا رہا۔ اگر سیتا اسے دہلی میں دیکھ چکی تھی تو اسے دھوکا دینا مشکل تھا۔

"بولو!" اس بار سیتا نے بے رحمی سے غزالہ کی پسلیوں میں نال چبھائی تھی "تم غزالہ ہو یا نہیں۔"

"مجھے یاد نہیں کہ میں نے دہلی میں کہیں تمہیں دیکھا ہو۔" غزالہ نے براہِ راست اعتراف کرنے میں سبکی محسوس کرتے ہوئے' دھیرے سے کہا۔

"ہم لوگ بلا ضرورت کسی کو نظر نہیں آتے۔ تم لوگوں نے کل شام سے میرا حشر خراب کیا ہوا ہے۔ میں اپنے بدن پر تین بدست مردوں کا ناگوار بوجھ سہہ چکی ہوں۔ میں تم سے گن گن کر سارے بدلے لوں گی۔ پہلے یہ بتاؤ کہ ڈینی کہاں ہے۔"

غزالہ نے اپنے خشک ہوتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیری' کن انکھیوں سے سیتا کی طرف دیکھا تو وہ اپنی جگہ مستعد تھی۔ اس کی نگاہیں غزالہ کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"وہ کراچی میں ہیں۔ کہاں ہیں؟ یہ میں نہیں جانتی!" اس نے شکست خوردہ آواز میں کہا "وہ اپنے شب و روز زیادہ تر ویرا کے ساتھ گزارتے ہیں۔"

"ویرا۔ وہ گندی کتیا بھی ماری جائے گی۔ مجھے اس کی بھی تلاش ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بیوی کو اپنے عیاش شوہر کے عشرت کدے کا علم نہ ہو۔"

"عام طور پر یہی ہوتا ہے۔" اپنے الفاظ کا اثر دیکھتے ہوئے غزالہ نے اپنی آواز پر مایوسی طاری کرلی "آوارہ عورتیں جب کسی شادی شدہ مرد پر ہاتھ صاف کرتی ہیں تو سب سے پہلے اسے ایک محفوظ ٹھکانا فراہم کرتی ہیں جو بیویوں کی پہنچ سے باہر ہوتا ہے۔"

"مرد کتنا ہی عیاش اور بے غیرت ہو' اپنی بیوی کے بارے میں بہت حساس ہوتا ہے۔ مجھے اپنے گھر کا پتا اور فون نمبر بتاؤ... ہاں' آگے سے گاڑی بائیں طرف موڑ لینا۔"

سامنے سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ غزالہ نے ساحلی دیوار کے ساتھ بنی ہوئی میرین ڈرائیو پر گاڑی موڑلی۔ اس

آپ بھی میری طرح اپنے حسن میں اضافہ کیجئے۔

چہرے کے فاضل بالوں کو ہمیشہ کیلئے ختم کرتی ہے۔

یونانی کریم
گلبسی

بر سہا برس کے تجربے اور تحقیق کے بعد قیمتی جڑی بوٹیوں کے اجزاء اور عرقیات سے تیار کردہ: بدنما داغ دھبوں، مہاسوں کو بھی صاف کر کے چہرے کی رنگت نکھارتی ہے۔

اسٹاکسٹ:

- خواجہ اسٹور ایمپریس مارکیٹ صدر کراچی
- صدر میڈیکل اسٹور ایمپریس مارکیٹ صدر کراچی
- مسلم جنرل اسٹور لیاقت مارکیٹ لیاقت آباد
- ابراہیم حسن لیاقت مارکیٹ لیاقت آباد
- وقاص میڈیکل اسٹور الاسعد اسٹور ابی 22 کراچی۔
- قریشی اسٹار جنرل اسٹور مدینہ چوک ریحم بازار حیدر آباد
- نیو دعلی دواخانہ کوہ دیہ روڈ سکھر
- حافظ میڈیکل ایجنسی پورہ روڈ لائلپور

- طاہر شاپنگ سینٹر بلی بازار لاہور
- علی جوہیا اسٹور گھر مرد لاہور
- ایس اے جوہیا اسٹور ریلوے روڈ لاہور
- راجہ برادرز جمیل بازار سیالکوٹ
- پاکستان جنرل اسٹور کچہری بازار گول چوک مرکود ا
- عظیم پونی سینٹر مدینہ مارکیٹ سٹیلائٹ روڈ فیصل آباد
- شاہی طبی دواخانہ چنیوٹ بازار فیصل آباد
- پنجاب جنرل اسٹور کچہری روڈ سرگودھا
- شہباز جنرل اسٹور مدینہ مارکیٹ سٹیلائٹ روڈ فیصل آباد
- جرنل جوہیا اسٹور اردو بازار گوجرانوالہ

- علی جوہیا اسٹور مکہ گجرات
- سٹی جوہیا اسٹور اقبال روڈ کچہری چوک راولپنڈی
- لطیف کیمسٹ چاندنی چوک راولپنڈی
- راجہ برادرز جمیل بازار سیالکوٹ
- میاں جوہیا اسٹور کرباچوک ساہیوال
- الدین جنرل اسٹور ایم ایچ روڈ لاڑکانہ
- ابن سینا اسٹور گھنٹہ گھر بازار ارپہ فاری خان
- شافی دواخانہ اندرون شاہ عالمی گیٹ شاہی بازار بہاولپور۔
- محمد الطبی ایڈ سنز سول والے چوک بازار ملتان
- حی القیوم جنرل اسٹور ہسپتال روڈ پشاور

- بادشاہ دی شاہی ڈھوک کھبہ راولپنڈی
- خالد دواخانہ سرائے بازار ایبٹ آباد
- احسن محمود ایڈ سنز میاں محمد روڈ سرگودھا
- عوامی دواخانہ مین بازار مظفر آباد آزاد کشمیر
- نیو پی پٹسارہ اسٹور ہری کشن روڈ لاہور
- دکن پٹسارہ اسٹور ہری کشن روڈ لاہور
- انعام کیمسٹ شمسی روڈ میرانشاہ
- سعید کنسی اسٹور اندرون لنگ گیٹ کوہاٹ
- دارالشفاء بیناء بازار منگورہ سوات
- ملت دواخانہ گھنٹہ گھر پشاور

ڈسٹری بیوٹر

- مقیم الدین برادرز بچی گلی نمبر ا ڈینسو ہال کراچی۔ فون: 2433682
- ریاض محمود 69 نیو عالمگیر مارکیٹ شاہ عالم لاہور۔ فون: 7666264
- باب الاشفاء دواخانہ اندرون بخاری مارکیٹ گھنٹہ گھر ملتان۔ فون: 574058
- شاہی طبی دواخانہ بوہڑ بازار راولپنڈی۔ فون: 5505519

گھر بیٹھے بذریعہ ڈاک وی پی پارسل منگوانے کے لئے

حکیم اینڈ سنز۔ پوسٹ بکس 2159، کراچی۔ 74600 پاکستان۔

Downloaded from https://paksociety.com

نے سیتا کے سوال کا جواب گول کردیا تھا۔

"میں کہہ رہی ہوں کہ مجھے اپنے گھر کا پتا اور فون نمبر بتاؤ۔" سیتا نے سخت لہجے میں اپنا فرمان دہرایا۔

"اس سے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ وہ دونوں وہاں نہیں ہیں۔" غزالہ نے بے بسی سے کہا "اخباروں میں اشتہار آنے کے بعد کہیں چھپ گئے ہیں۔"

"وہ کہاں ہیں' یہ سراغ لگانا میرا کام ہے۔ تم سے جو کہا جارہا ہے' وہ کرو۔" سیتا غرائی۔

غزالہ نے بس لمحہ بھر کے لیے سوچا اور پھر فیڈرل بی ایریا کا ایک فرضی پتا اور فون نمبر دہرادیا۔

"گڈ۔ یہ تفصیل میرے ذہن نشین ہوگئی۔ میں جو بات ایک مرتبہ نوٹ کرلیتی ہوں اسے مدتوں نہیں بھولتی۔" غزالہ کا جواب سن کر وہ خوش ہوگئی "اب میں تمہیں مار کر ساحل کی نرم ریت میں کہیں دبا دوں گی اور پھر تمہارے گھر فون کرکے بتاؤں گی کہ تم میری قید میں ہو۔ دیکھتی ہوں کہ ڈینی مجھ سے کب تک بچے گا۔"

"ابھی تم مجھ سے بدلہ لینے کی بات کررہی تھیں۔ اب مارنے..." غزالہ نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں احتجاج کرنا چاہا لیکن سیتا نے اس کی بات اڑادی۔

"میں نے ابھی ابھی انصاف کی توپ بننے کا فیصلہ کیا ہے کیونکہ میں مظلوم بیویوں کی ہمدرد ہوں۔" سیتا ترنگ میں آکر کہہ رہی تھی "میں مرنے سے پہلے تمہیں کوئی اور دکھ نہیں دوں گی۔ تمہارا مرد ہرجائی ہے تو تمہیں سکون سے مرجانا چاہیے تاکہ تم کو روز روز کے اس روگ سے چھٹکارا مل سکے۔ میں اپنے سارے بدلے ویرا سے لوں گی جس نے تمہارا ساگ لوٹا ہے۔ میں اس حرام زادی کو ننگا کرکے کراچی کی کسی مصروف سڑک پر بھگاؤں گی اور پھر اسے کچل دوں گی یا گولیاں ماردوں گی۔ میری اصل لڑائی بھی ڈینی اور ویرا سے ہے۔"

غزالہ اپنی حکمت عملی طے کرچکی تھی۔ اسے بس ذرا سا فاصلہ اور طے کرنا تھا۔ اس نے باتوں کا سلسلہ جاری رکھا "تم ویرا کے ساتھ جو سلوک چاہو' کرو مگر ڈینی کو معاف کردو۔ وہ برے نہیں ہیں۔ دل و جان سے مجھے چاہتے ہیں۔ انہیں ویرا نے بگاڑ کر غلط راہ پر ڈالا ہے۔"

"ہر برا آدمی کسی نہ کسی کا محبوب ہوتا ہے۔ ڈینی بھی ایسا ہی ہے۔ اس جیسے خونی درندے کو آزاد نہیں چھوڑا... آ... آ..."

سیتا اپنا جملہ پورا نہیں کرسکی۔ باتوں کی رو میں وہ بس ذرا سی غافل ہوئی تھی۔ غزالہ ساحل کی رونقوں کو بہت پیچھے چھوڑ آئی تھی۔ اس نے یکایک گاڑی کچے میں اتار دی۔

ہچکولا اتنا شدید تھا کہ سیتا اچھل کر گاڑی کی چھت سے جا ٹکرائی۔ اس کی گن اس کے ہاتھ سے نکل چکی تھی۔

چھت سے سر ٹکرانے کے بعد سیتا دوبارہ نشست پر آنے نہ پائی تھی کہ غزالہ نے پورے بریک لگادیے۔ اس بار سیتا کا دھڑ سخت ڈیش بورڈ سے اور چہرہ پورے زور میں ونڈ شیلڈ سے جا ٹکرایا۔ اس کے حلق سے بے ساختہ ایک چیخ آزاد ہوگئی پھر اس کے منہ سے مغلظات کا ایک طوفان بہہ نکلا۔

غزالہ نے جھک کر پسنجر سیٹ کے پائیدان سے سیتا کی بھری ہوئی گن اٹھائی اور اس پر ٹوٹ پڑی۔ گاڑی گیئر میں ہونے کی وجہ سے انجن پہلے ہی ہچکی لے کر بند ہوچکا تھا۔ ویران ساحل پر گاڑی کے ہیڈ لیمپس بدستور کھلے ہوئے تھے۔

غزالہ نے اپنے گھٹنوں کی چوٹ کا بدلہ سیتا کے چہرے اور سینے پر پستول کی شدید ضربات سے لیا۔ سیتا بلبلا اٹھی۔ وہ جیتی ہوئی بازی ہار رہی تھی۔ چند منٹ پہلے غزالہ کو موت کا مژدہ سنانے والی کو اپنی موت سامنے نظر آنے لگی تھی۔ اس نے اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر غزالہ کے شکنجے سے نکل جانا چاہا لیکن کامیاب نہیں ہوسکی۔ غزالہ جونک بن کر بری طرح اس کے پورے وجود سے لپٹ گئی تھی۔

اچانک کسی طرح دروازہ کھل گیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا' نم ریت پر جا گریں۔ غزالہ نے سیتا کے پیٹ پر اپنے گھٹنے سے ایک کاری ضرب لگائی۔ اس کے حلق سے پھر ایک دل دوز چیخ نکل گئی۔ غزالہ اسے چھوڑ کر پھرتی سے دور ہٹی اور پھر اس پر گویا دورہ سا سوار ہوگیا۔ وہ اچھل اچھل کر' پنجوں کے بل گھوم کر اور ہوا میں اڑ کر بری طرح سیتا کو مار رہی تھی اور فضا اس کی لرزہ خیز چیخوں سے گونج رہی تھی۔ سیتا ایک تربیت یافتہ بلیک کیٹ تھی لیکن اس بار وہ غزالہ کی پھل اور پھرتی کی وجہ سے اپنی ساری چوکڑی بھول چکی تھی۔ اپنی حریف کو مارنے کے بجائے وہ ساری کوششیں اپنے دفاع پر مرکوز کیے ہوئے تھی اور گالیاں وغیرہ بھول کر بس چیخے جارہی تھی۔

وقت اور موقع میسر ہوتا تو غزالہ اسے لاتوں اور ہاتھوں سے ہی مار مار کر ہلاک کرتی۔ اس وقت وہ غضب ناک شیرنی بنی ہوئی تھی پھر بھی اسے اندازہ تھا کہ سمندر کے شور کے باوجود سیتا کی چیخیں کچھ لوگوں کو ادھر متوجہ کردیں گی اور اس کے فرار کی راہ مسدود ہوجائے گی۔

اس نے بڑھ کر سیتا کی بائیں کنپٹی پر ایک نپی تلی ٹھوکر رسید کی اور وہ تیورا کر وہیں ریت پر ڈھیر ہوگئی۔

غزالہ نے گن کی نال سیدھی کرکے ایک سمت میں

Downloaded from https://paksociety.com

فائر کردیے۔ اس کا مقصد صرف ہراس پھیلانا تھا تاکہ کوئی اس طرف آنے کا ارادہ کررہا ہو تو خوف زدہ ہو کر کسی اور سمت میں بھاگ نکلے۔ اس دوران میں وہ سکون سے واپسی کی تیاری کرسکتی تھی۔

اس نے بڑھ کر سیتا کے بے ہوش وجود کا جائزہ لیا۔ اس کا لباس جگہ جگہ سے پھٹ چکا تھا اور بری طرح خون آلود تھا۔ وہ اسے اٹھا کر گاڑی کے پچھلے حصے میں منتقل کرتی تو اس کا لباس بھی داغ دار ہوجاتا جو اس خون آشام مقابلے میں خاصا صاف ستھرا رہا تھا۔ لباس پر پائے جانے والے خون کے نشانات غزالہ کی واپسی میں رکاوٹ بن سکتے تھے۔

غزالہ نے وہیں کھڑے کھڑے چند ثانیوں کے لیے سوچا۔ وہ سیتا کے ماضی سے واقف نہیں تھی لیکن یہ جانتی تھی کہ وہ بلیک کیٹ بھارت سے دہرے خون کا مشن لے کر پاکستان آئی تھی۔ وہ لوگ سفاک اور عادی قاتلوں کو ہی ایسا مشن سونپ سکتے تھے۔ اگر سیتا اس وقت اچانک غزالہ کے قابو میں نہ آگئی ہوتی تو تھوڑی دیر بعد وہ غزالہ کو موت کی نیند سلادیتی۔ وہ ہر اعتبار سے ایک مستند قاتلہ تھی۔ زمین کو اس کے بوجھ سے آزادی ملنی ضروری تھی۔

غزالہ نے اس کی پیشانی کے وسط کا نشانہ لے کر سکون سے تیسری گولی چلائی اور دوبارہ اس کا جائزہ لیے بغیر گاڑی میں آبیٹھی۔

ہیڈ لیمپس آف کرکے اس نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی آگے بڑھادی۔ اسے معلوم تھا کہ اس سڑک کا کچا حصہ طے کرلینے کے بعد وہ دوبارہ پختہ سڑک پر جا نکلے گی جو تھوڑی دیر کے سفر کے بعد اسے ڈیفنس کے کسی ویران علاقے میں پہنچادے گی۔

وہ سیتا کی گن کی تین گولیاں استعمال کرچکی تھی۔ اس کے چیمبر میں مزید چار گولیاں موجود تھیں۔ غزالہ نے وہ گن اپنی گود میں رکھ لی۔ وہ طے کرچکی تھی کہ پولیس والوں کے علاوہ کسی اور نے اس کی واپسی کی راہ میں مزاحم ہونے کی کوشش کی تو بے دریغ ایک دو ہوائی فائر کرکے سیدھی نکلتی چلی جائے گی۔

کچی اور ناہموار سڑک پر گاڑی اچھلتی کودتی آگے بڑھتی رہی۔ رفتار قدرے تیز تھی۔ اس لیے گاڑی کے انجر پنجر ہر جھٹکے کے ساتھ فریادی صدائیں بلند کررہے تھے۔ غزالہ کے داہنے ہاتھ پر بنی ہوئی پتھریلی دیوار کے پار سمندر کی لہروں کا گہرا شور سناٹے میں دور تک پھیل رہا تھا۔

وہ کسی کا سامنا کیے بغیر آخر کار دوبارہ پختہ سڑک پر آگئی۔ اس نے ہیڈ لیمپس آف کرکے گاڑی کنارے سے لگائی اور کیبن لائٹ آن کرکے عقب نما آئینے میں اپنا جائزہ لیا۔ اس نے سیتا کو بہت تیزی اور مہارت کے ساتھ زیر کیا تھا۔ اس نے ابتدا سے ہی بزدلی اور خوفزدگی کا مظاہرہ کرکے سیتا کے دماغ میں یہ بات بٹھادی تھی کہ وہ سیتا کے خلاف کچھ نہیں کرسکے گی۔ سیتا جب چاہے گی، نہایت آسانی کے ساتھ اسے شکار کرلے گی۔ وہ آخر تک اسی خوش فہمی میں مبتلا رہی اور جب غزالہ نے اولین موقع سامنے آنے پر اچانک اپنے کرتب اور ہنر کا مظاہرہ کرنا شروع کیا تو پھر سیتا کو سنبھلنے کا موقع ہی نہیں مل سکا۔ وہ غزالہ پر کوئی وار کیے بغیر تیزی سے پسپا ہوتی چلی گئی۔

اس صاف ستھرے مقابلے میں غزالہ کا چہرہ بالکل بے داغ اور تروتازہ رہا تھا۔ کھلے میدان کی سمندری ہوا نے اس کے بال بری طرح منتشر کردیے تھے۔ اس نے اپنے بیگ سے برش نکال کر جلدی جلدی اپنے بال سیدھے کیے، گاڑی سے نیچے اتر کر اپنے کپڑوں سے ریت وغیرہ جھاڑی اور پھر دوبارہ آگے روانہ ہوگئی۔

❁✕❁

ویرا مجھ سے کرید کرید کر مختلف سوالات کرتی رہی اور میں کسی ذہنی ارتکاز کے بغیر اسے جواب دیتا رہا۔ میرا ذہن مسلسل غزالہ کی طرف الجھا ہوا تھا۔ اس امر میں کوئی کلام نہیں تھا کہ میری وجہ سے سلمٰی اور جہانگیر کو سنگین خطرات لاحق ہونے کے امکانات روشن تھے لیکن وہ خطرات اتنی تیزی سے جنم نہیں لے سکتے تھے۔ سیتا سوچے سمجھے اور منصوبہ بندی کیے بغیر کوئی قدم اٹھانے کی حماقت نہیں کرسکتی تھی۔ وہ عورت ذات تھی۔ اسے پے در پے کئی سخت جھٹکے لگ چکے تھے۔ کچھ کرنے سے پہلے، اسے ان ہزیمتوں کے ذہنی بوجھ سے چھٹکارا پانے کے لیے وقت درکار تھا۔

میرا خیال تھا کہ جہانگیر کے گھر سے غزالہ کی واپسی بہت جلد ہوگی لیکن جب وقت گزرتا گیا تو میری بے چینی میں اضافہ ہونے لگا۔

ویرا منہ پھٹ اور چرب زبان تھی۔ میں اس کے سامنے غزالہ کے بارے میں زیادہ زبان کھولتا تو اسے اپنی خوش کلامی کے جوہر دکھانے کا کھلا موقع مل جاتا۔ اس وقت میں خود کو ویرا کے کسی مذاق کا نشانہ بنانے کے موڈ میں نہیں تھا۔ واقعات اور آثار بتا رہے تھے کہ غزالہ کسی خطرے سے دو چار ہوئے بغیر، اپنا اخلاقی فرض پورا کرکے صحیح و سلامت گھر لوٹ آئے گی لیکن پھر بھی میرے ذہن کے کسی بے نام گوشے میں رہ رہ کر ایک خلش اور چبھن سی ابھر رہی تھی۔

"تم مسلسل مسلسل کربلا وجہ اپنے بدن کی شکر جلا رہے ہو۔ یہ تمہاری ساتویں سگریٹ ہے۔ عام طور پر تم اتنی زیادہ سگریٹ نہیں پیتے۔ اس وقت کیا پریشانی ہے؟" میری مسلسل غائب

Downloaded from https://paksociety.com

دماغ پر آخر کار ویرا بول ہی پڑی "وہ دودھ پیتی بچی نہیں ہے۔ کافی دنوں بعد گھر سے اکیلی نکلی ہے۔ گھوم پھر کر لوٹ آئے گی۔"

"میں نے بھی اسے روکنے کی کوشش کی تھی مگر وہ نہیں مانی!" سلطان شاہ نے کہا "وہ مضطرب ہو کر اس طرح گھر سے نکلی جیسے سیتا آج ہی جہانگیر کے گھر پر حملہ کردے گی۔ وہ یہ بات نہیں سمجھ رہی تھی کہ ابھی سیتا کے اوسان خطا ہیں۔ اسے سنبھل کر کوئی جوابی کارروائی کرنے کے لیے وقت درکار ہوگا۔"

"وہ کافی دنوں بعد ادھر گئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جہانگیر اور سلمٰی نے اسے روک لیا ہو۔ میں ان کو فون کر کے دیکھتا ہوں۔" میں یہ کہتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"اوہو... آج تو کوئی بہت مبارک دن معلوم ہوتا ہے۔" میری آواز سنتے ہی جہانگیر فون پر چہکنے لگا "تھوڑی دیر پہلے غزالہ نے یہاں آکر ہم لوگوں کی عزت افزائی کی تھی اور اب تمہاری آواز سننے کو ملی ہے۔ کئی دن سے تم کہاں غائب ہو!"

"یہیں، اسی شہر میں ہوں۔ اپنے چکروں میں الجھا ہوا ہوں۔"

"تمہارے چکر شیطان کی آنت کی طرح لمبے ہوتے چلے جارہے ہیں۔ یہ سلسلہ کبھی ختم ہوگا یا ساری عمر یوں ہی چلتا رہے گا۔"

"بس مقدر کی بات ہے۔ جب قدرت کو منظور ہوا، زندگی پر سکون ہو جائے گی۔ یہ بتاؤ کہ غزالہ کہاں ہے۔"

"یار! آج اس نے تو مجھے ذلیل کردیا۔ سلمٰی کو بازار لے جانے کے لیے گھر سے یہاں تک دوڑی چلی آئی اور میں گھر میں آرام سے پڑا رہتا ہوں..."

"تمہیں شرم آنی چاہیے۔ تم اپنی بیوی کو دو ٹکے کی نوکرانی جتنی وقعت بھی نہیں دیتے۔ چند روز کے لیے احتیاط کرو، اس کا اکیلا باہر نکلنا مناسب نہیں ہے۔"

"غزالہ کو اچانک یہاں دیکھ کر مجھے بہت شرم آئی تھی۔ اب میں سلمٰی کا خیال رکھوں گا۔ تمہاری اطلاع کے لیے یہ بتادوں کہ آج کل ہمارے گھر میں کوئی نوکرانی نہیں ہے۔ جوان لڑکیوں کو سلمٰی ٹکنے نہیں دیتی۔ میں بوڑھی عورتوں کو برداشت نہیں کرسکتا۔ گھر بار سلمٰی ہی چلا رہی ہے۔"

"اپنی بک بک کیے جارہے ہو۔ میں نے پوچھا تھا کہ غزالہ کہاں ہے۔" میں نے خفگی سے کہا۔

"وہ بازار سے واپسی پر سلمٰی کو چھوڑ کر نیچے سے ہی رخصت ہوگئی تھی۔ سلمٰی کو آئے ہوئے کافی دیر ہو چکی ہے۔ کیا وہ اب تک گھر نہیں پہنچی۔"

"وہ گھر پہنچ گئی ہوتی تو میں تم کو کیوں فون کرتا۔ ان دونوں کو بازار میں کوئی خاص واقعہ تو پیش نہیں آیا؟"

"کچھ بھی نہیں ہوا۔ میرا دل کہہ رہا تھا کہ کچھ نہیں ہوگا۔ غزالہ نے بلاوجہ ہی اتنی لمبی دوڑ لگائی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ سلمٰی کا اتنا خیال رکھتی ہوگی۔"

"سلمٰی کہاں ہے۔ اس سے میری بات کرادو۔"

"باتھ روم میں بیٹھی، فیشن کا کوئی رسالہ پڑھ رہی ہوگی۔ کہو تو دروازہ بجادوں۔" اس کی بڑی سی آواز آئی۔

"رہنے دو۔ میں کچھ دیر اور انتظار کرتا ہوں۔ غزالہ نہ آئی تو پھر میں اس کی تلاش میں نکلوں گا۔"

"کہو تو میں بھی آجاؤں۔" اس نے پُرخلوص آواز میں پیشکش کی "اس وقت میں بالکل سوبر ہوں۔ ابھی میں نے شام کا صرف پہلا گلاس لیا ہے۔"

"تم اپنے گلاسوں میں غرق رہو۔ میں اسے خود ڈھونڈ لوں گا۔" میں نے غصیلی آواز میں کہا اور فون بند کردیا۔

"تم بلاوجہ سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہے ہو۔ میں کہہ رہی ہوں کہ وہ آنے والی ہوگی۔ ہو سکتا کہ راستے میں ٹائر وائر پنکچر ہوگیا ہو۔" ویرا نے لقمہ دیا۔

"میری چھٹی حس بار بار خطرے کی گھنٹی بجا رہی ہے۔ غزالہ بلاوجہ کہیں نہیں رک سکتی۔"

"تو پھر تم ہی بتاؤ۔ گھر کو تالا لگا کر ہم تینوں اسے ڈھونڈنے چلتے ہیں۔" ویرا اکتائے ہوئے انداز میں بولی۔

"اتنے بڑے شہر میں اسے کہاں ڈھونڈیں گے۔" سلطان شاہ نے پرخیال لہجے میں کہا "اس کے پاس موبائل فون ہوتا تو اس وقت یہ پریشانی نہ ہوتی۔"

وہ واقعی ایک مسئلہ تھا کہ غزالہ کی تلاش کا آغاز کہاں سے کیا جائے۔ میں نے خاموشی اختیار کرلی۔

میری وہ وحشت اور پریشانی زیادہ دیر تک برقرار نہیں رہی۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر گاڑی کے ہارن کی مانوس آواز سنائی دی۔ ہم تینوں بیک وقت اپنی جگہیں چھوڑ کر دروازے کی طرف لپکے تھے لیکن سلطان شاہ تقریباً دوڑ کر ہم دونوں سے آگے نکل گیا۔

غزالہ کو دیکھ کر ہم تینوں حیران رہ گئے۔ اس کے پھول دار سوٹ پر کئی جگہ خون کے دھبے نظر آرہے تھے۔ جوتے گندے تھے اور شلوار کے پائنچوں پر بھی کیچڑ سی لگی ہوئی تھی۔

"یہ کیا حلیہ بنایا ہوا ہے تم نے... خون کے دھبے کیسے ہیں؟" اس پر نظر پڑتے ہی ویرا نے بے ساختہ سوال کیا۔

"تمہاری سہیلی مل گئی تھی۔" غزالہ نے ہنستے ہوئے کہا "اس کی مزاج پرسی میں یہ حال ہوگیا۔"

"کس سہیلی کی بات کررہی ہو۔ تم ٹھیک تو ہو نا!"

Downloaded from https://paksociety.com

سلطان شاہ تشویش سے بولا "تمہارے کپڑوں اور بالوں پر ریت کے ذرات چمک رہے ہیں۔"

"سیتا ٹکرا گئی تھی۔ ایک ساحلی ویرانے میں اس کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ ذرا ایک گلاس ٹھنڈا پانی پلا دو۔ راستے بھر میں بالکل تر و تازہ تھی۔ گھر میں قدم رکھتے ہی تھکن کا احساس ہو رہا ہے۔ آج کافی دنوں بعد مجھے جسمانی محنت کرنی پڑی ہے۔"

سلطان شاہ سے پہلے ویرا نے ٹھنڈے پانی کا گلاس غزالہ کو پیش کر دیا اور اس سے لگ کر بیٹھ گئی۔

"کیا تم نے واقعی اسے مار دیا۔" غزالہ کے پانی پیتے ہی ویرا نے حیرت سے پوچھا۔

"میرا دل کہہ رہا تھا کہ کوئی نہ کوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔" میں نے غزالہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "تم کو اچانک وہاں جانے کی کیا سوجھی تھی؟"

"آپ کی طرح میرا دل بھی کہہ رہا تھا کہ سیتا آرام سے نہیں بیٹھے گی۔ بلیک کیٹس اپنے حریف کو حیران کر دینے اور بہت تیزی سے وار کرنے کی پالیسی پر کاربند نظر آ رہے تھے۔" غزالہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اس پالیسی کے تحت سیتا کو ہماری توقع سے بہت پہلے حرکت میں آنا چاہیے تھا۔ میرا اندازہ سو فیصد درست نکلا۔ اس نے بہت آسانی سے مجھے زیر کر لیا تھا۔ اگر مجھ سے ذرا سی بھی غلطی ہوئی ہوتی تو اس وقت تک وہ مجھے مار کر ریت میں دبا چکی ہوتی۔ وہ یہ گن لے کر آئی تھی۔" غزالہ نے اپنے بیگ میں سے گن نکالی جو ویرا نے لے لی۔

"خوفناک ہتھیار ہے۔ یہ اسے کہاں سے مل گیا!" ویرا نے گن کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے خود کلامی کے سے انداز میں کہا۔

"یہ سربلند خان کی گن معلوم ہوتی ہے۔ وہ اسی کے سہارے چار مردوں کو بے بس کر کے گلاب خان کے گھر سے بھاگی تھی۔"

"یہ باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔ تم یہ بتاؤ کہ وہ تم سے کیسے ٹکرا گئی اور تم نے اسے کیسے مار ڈالا!" سلطان شاہ نے بے چینی سے پہلو بدل کر کہا۔

"تمہیں دیکھ کر یقین نہیں آ رہا کہ تم ایک بلیک کیٹ کو مار کر آئی ہو۔" میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا "سلطان شاہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ تم شروع سے آخر تک اپنی کہانی دہراتی چلی جاؤ۔ تم نے سیتا کا صفایا کر کے مجھے بہت بڑے ذہنی بوجھ سے نجات دلا دی ہے۔"

غزالہ نے اپنی کہانی سنانی شروع کر دی جس کی ابتدا خاصی بے جان تھی۔

ہم تینوں درمیان میں کچھ بولے بغیر' پورے انہماک سے وہ تفصیل سنتے رہے۔ اس دوران میں سب کے چہروں کے رنگ اور تاثرات بہت تیزی کے ساتھ بدل رہے تھے۔

"اب سمجھ میں آیا کہ اس مشن پر گوپال اور سیتا کی جوڑی کو کیوں بھیجا گیا تھا۔" غزالہ کی کہانی ختم ہونے کے بعد میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا "گوپال مجھے پہچانتا تھا' سیتا نے دہلی میں غزالہ کو بہت قریب سے دیکھا ہوا تھا۔ یہ بات بعد میں ان کی سمجھ میں آئی ہوگی کہ میں مظہر کا روپ دھار کر دہلی میں تھا تو میرے ساتھ اصلی غزالہ ہی ہو سکتی تھی۔"

"یہی نکتہ پوری کہانی کا سب سے اہم موڑ تھا۔" ویرا بولی "وہ جہانگیر اور سلمٰی کے چکر میں وہاں پہنچی تھی۔ غزالہ کو پہچان کر اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔"

"وہ تمہاری گاڑی میں کیسے چھپ گئی؟" سلطان شاہ نے حیرت سے سوال کیا۔

"اس کے پاس بہت وقت تھا۔ میں اوپر گئی پھر سلمٰی کے ساتھ بازار ہو کر آئی۔ اس دوران میں اس نے گاڑی کا کوئی دروازہ کھول لیا ہوگا۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ پچھلے پائیدان میں کوئی چھپا ہوا ہوگا۔ میں بے دھیانی میں گاڑی لے کر چل دی۔"

"اس کا منصوبہ بے داغ تھا۔" ویرا پہلو بدل کر بولی "اس نے تم کو بالکل بے بس کر لیا تھا۔ اگر آخری لمحات میں تمہارے ذہن نے کام نہ کیا ہوتا تو انجام بہت مختلف اور افسوس ناک ہوتا۔"

"غزالہ کا ذہن شروع سے صحیح سمت میں اور مسلسل کام کر رہا تھا۔ وہ آخری لمحات کا فیصلہ نہیں تھا۔" میں نے ویرا کی تصحیح کی "وہ شروع سے ہی بے بسی اور بزدلی کی اداکاری کرتی رہی اور سیتا مطمئن ہو گئی کہ غزالہ اس کے چنگل سے نہیں نکل سکے گی۔ آخر میں سیتا کی یہی غفلت اس کی موت کا سبب بن گئی۔"

"ہاں... میرا خیال ہے کہ تم غزالہ کی اس بڑی کامیابی پر اندر ہی اندر جل بھن رہی ہو۔" سلطان شاہ چمک کر بولا "بلاوجہ اس کے زبردست کارنامے کی اہمیت گھٹانے کی کوشش کر رہی ہو۔ غزالہ نے اپنے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اس پر سبقت حاصل کی جو اس کی ذہنی برتری کا ثبوت ہے۔"

"مجھے اس سے جلنے کی کیا ضرورت ہے۔" ویرا نے چیخ کر کہا "اس کی کامیابی ہم سب کی کامیابی ہے۔ ایسی گھٹیا اور خود غرضانہ سوچ تمہاری ہو سکتی ہے' میری نہیں۔"

"تمہاری ان باتوں سے کچھ سلگنے کی بو آ رہی ہے۔ تمہارا تو خیال تھا کہ اس وقت غزالہ نے بلاوجہ دوڑ لگائی ہے

Downloaded from https://paksociety.com

وہ کامران و سرخ رو ہو کر لوٹی ہے۔ اس کی کامیابی سے تمہارے سینے پر سانپ لوٹ گئے ہیں۔ ایسی کامیابیوں کے خواب تم صرف اپنے لیے دیکھتی ہو۔"

سلطان شاہ جو کچھ کہہ رہا تھا وہ مذاق کی بات تھی لیکن بہت سخت اور سنگدلانہ تھی۔ میں نے فوری دخل اندازی کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے کہا "بس! اب اپنی زبان کو لگام دو۔ پتا نہیں دو چار افراد کی موجودگی میں تم دونوں کو کیا ہو جاتا ہے۔ اکیلے رہتے ہو تو بہت سکون اور صلح کے ساتھ رہتے ہو۔"

"اسی لیے میں آپ سے کہتی ہوں کہ ان کو بکنے دیں۔ دونوں کا گھر بسا دیں۔ یہ ایک ساتھ بہت مزے میں رہیں گے۔ یہ کب تک یوں ہی لنڈورے رہیں گے۔" غزالہ اپنی بے ساختہ ہنسی روکنے کی کوشش کرتے ہوئے پُرزور لہجے میں بولی۔

"یہ میرے سامنے زمین پر ناک رگڑے تب بھی میں اس سے شادی نہ کروں۔" ویرا نے منہ بنا کر تلخی سے کہا "یہ اس عمر میں بھی اندر سے ایک بچہ ہے اور مجھے بچے پالنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ اس قدر پلے پلائے بچے کو لوریاں دے کر سلانا میرے بس سے باہر ہے۔"

"اور مجھے سنکی عورتوں سے چڑ ہے۔ تم شادی کی بات کر رہی ہو' میں ایسی نک چڑھی' بد دماغ اور جھکی عورتوں سے دوستی رکھنے کا بھی روادار نہیں ہوں۔"

"تو پھر ہماری جان کو کیوں چمٹے ہوئے ہو۔ اپنی پسند کی کسی عورت کے پاس چلے جاؤ۔"

سلطان شاہ اچانک ہنس پڑا "یہ نہ سمجھو کہ میں تمہاری وجہ سے یہاں رہ رہا ہوں۔ یہ ڈینی کا دم ہے جو میں تمہیں برداشت کر لیتا ہوں۔ مجھے کسی عورت کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنے یار کی یاری میں مگن رہنے والا درویش ہوں۔"

"اوہو!" ویرا نے اس کی بات کاٹ کر استہزائیہ انداز میں کہا "ایسے ہی درویش ہو تو تھوڑی دیر پہلے تخلیے میں مجھے یہ کیوں بتا رہے تھے کہ آج کل کے اخباروں میں عورتوں کی نیم عریاں تصویریں دیکھ کر تمہارا دل خراب ہونے لگتا ہے۔"

"کیوں...؟ یہ تخلیے میں دل خراب ہونے کے ذکر کا کیا چکر ہے؟" غزالہ نے سلطان شاہ کو گھور کر پوچھا۔

وہ غزالہ کی آنکھیں دیکھ کر بوکھلا گیا "مم... میرا مطلب تھا کہ مجھے ایسی تصویروں سے گھن آتی ہے۔"

"یہ بات تم نے مجھے کبھی نہیں بتائی۔ ویرا کو اکیلا پا کر یہ بتانے کا مقصد کیا تھا؟" غزالہ نے جان بوجھ کر اسے دبایا۔

"چھوڑو غزالہ' تم کس چکر میں پڑ رہی ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا "یہ ان دونوں کے چکر ہیں۔ انہیں آپس میں ہی نمٹنے دو۔ تم دخل مت دو۔ یہ کسی نہ کسی دن سچ بولنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ میں گھر آیا تو یہ دونوں یہاں کی تنہائی میں چپکے چپکے ایک دوسرے کی ناز برداریاں کر رہے تھے۔ ہر طرف گہرا رومانی سکوت چھایا ہوا تھا۔ اب ہمارے سامنے دونوں پھیل رہے ہیں۔ سلطان شاہ اول فول بول رہا تھا تو ویرا ایسی خرافات کیوں سن رہی تھی..... اٹھ کر کہیں چلی جاتی۔"

"اب سیتا کی لاش کا کیا ہو گا؟" سلطان شاہ نے نہایت بھونڈے انداز میں اچانک بات بدل دی۔ شاید اسے ڈر تھا کہ وہ باتیں اسی طرح چلتی رہیں تو ویرا اپنی مکاری سے کام لے کر کچھ اور بے سروپا باتیں اس سے منسوب کر دے گی۔

"ہونا کیا ہے۔ اب پولیس ہی وہ لاش اٹھائے گی۔" غزالہ بولی "وہ اپنے خون میں نہائی ہوئی نہ ہوتی تو میں اسے مارنے کے بجائے زندہ حالت میں کار کی ڈکی میں ٹھونس کر گھر لے آتی۔ اسے زمین سے اٹھا کر گاڑی میں لادنے میں میرا حلیہ خراب ہو جاتا۔"

"میں سمجھ رہا تھا کہ گھرداری اور کچن کے چکروں میں پڑ کر تم اپنے سارے ہنر بھول گئی ہو۔" میں نے غزالہ سے مخاطب ہو کر فخر سے کہا "مجھے خوشی ہے کہ تمہارے اعصاب ابھی زنگ آلود نہیں ہوئے۔ تم نے بڑے دم خم سے کام لے کر سیتا کو پچھاڑا ہے۔ ایک منجھی ہوئی بلیک کیٹ کو مار کر تم نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ اس پر جتنا بھی فخر کیا جائے وہ کم ہے۔ میرے لیے وہ سوبھراج سے زیادہ اہم تھی کیونکہ سوبھراج ہر وقت ہمارے سامنے ہے۔ سیتا انسانوں کے سمندر میں گھل مل کر غائب ہو گئی تھی۔"

"یہ حقیقت ہے کہ ہم لشکر کشی کر کے بھی اتنی بڑی کامیابی حاصل کرنے کا تصور نہیں کر سکتے تھے۔" ویرا نے اپنی پیشانی سے رشک و حسد کا داغ مٹانے کے لیے فراخ دلی سے کہا "تم نے تنہا یہ معرکہ سر کر کے ہمارے دشمنوں کی کمر توڑ دی ہے' آج تمہارے ستارے پوری طرح تمہارا ساتھ دے رہے تھے۔"

"دودھ دے کر تم نے پھر اس میں مینگنیاں ڈال دیں۔" سلطان شاہ بے ساختہ بول پڑا "سارا کمال ستاروں کی یاوری کا تھا ورنہ غزالہ کچھ بھی نہ کر پاتی۔"

"آخر تم کیا چاہ رہے ہو؟" ویرا نے اسے گھورتے ہوئے خشک لہجے میں پوچھا۔

"اس بالغ بچے کو دودھ یاد آ رہا ہے۔ اسے اپنے کمرے میں لے جا کر دودھ پلاؤ۔ شکم سیر ہو گا تو خاموشی سے سو جائے

Downloaded from https://paksociety.com

گا۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"غزالہ کو دیکھ کر اب تمہاری عقل اور زبان بھی چل پڑی ہے ورنہ اس کی فکر میں گھلے جا رہے تھے۔" ویرا میرے اوپر غرائی اور میں نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔

"بس' اب ہر جھگڑا ختم۔ ہمیں کچھ کام بھی کر لینا چاہیے۔" میں نے جنگ بندی کا اعلان کر دیا۔

بلیک کیٹس ایک طوفانی بگولے کی طرح ہمارے سامنے آئے تھے اور پانی کے دو حقیر بلبلوں کی طرح اچانک بیٹھ گئے تھے۔ مجھے امید تھی کہ اس وقت تک گوپال کو جلال کے آدمی صدف مینشن لے گئے ہوں گے۔ اس وقت میدان میں دو پارٹیاں سیتا کو تلاش کر رہی تھیں۔ ان میں سے کسی کو سیتا سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ دونوں اس کے خون کے پیاسے تھے۔

پہلی پارٹی سوبھراج کے آدمیوں پر مشتمل تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں یہ بات بہت اچھی طرح بٹھا دی تھی کہ اس کی شخصیت کو بے نقاب کرنے میں سیتا نے کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ وہ سیتا کے اس مفروضہ جرم کو معاف نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے کھوجی شہر میں ہر طرف سیتا کی بو سونگھتے پھر رہے تھے۔ سیتا کا انجام اگر سوبھراج کے ہاتھوں ہوتا تو زیادہ بہتر اور تسلی بخش ہوتا۔ کسی اپنے کے ہاتھوں مارے جانے کا کرب ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ غزالہ نے اپنی حاضر دماغی' پھل اور سبقت سے کام لے کر سیتا کو اس کرب سے بچا لیا تھا۔

مجھے امید تھی کہ سوبھراج کے آدمی زیادہ دیر تک نہیں بھٹکیں گے۔ سیتا کی لاش کی شناخت کے لیے کوئی سامنے نہ آیا تو بھی اخبارات میں شائع ہونے والی' اس کی بگڑی ہوئی لاش کی تصاویر سوبھراج کی نگاہوں سے نہیں بچ سکیں گی۔ وہ انہیں پہلی نظر میں پہچان لے گا اور اپنے آدمیوں کو سیتا کی تلاش سے روک دے گا۔

دوسری طرف ایس ٹی ایف کا سرور' اپنی ٹیم کے ساتھ سیتا کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ وہ ہمارے اپنے ساتھی تھے۔ ان کا مطلع کیا جانا ضروری تھا۔

وہ اول خان کی چھٹی کا وقت تھا۔ ویسے وہ اس قدر فرض شناس تھا کہ وقت کی پروا کیے بغیر اپنے شب و روز کام کے لیے وقف رکھتا تھا۔ وہ عیال دار آدمی تھا۔ اس کے بیوی بچے کراچی میں ہی تھے۔ میں نے اکثر محسوس کیا کہ وہ کام کے چکر میں پڑ کر اپنے گھر والوں کو نظر انداز کیے رہتا تھا۔ وہ عجیب صابر و شاکر گھرانا تھا کہ اول خان کی ان حد سے بڑھی ہوئی منصبی مصروفیات کے باوجود اس کے گھر میں کوئی کل کل نہیں ہوتی تھی اور نہ وہ کبھی اس بارے میں حرفِ شکایت اپنی زبان پر لایا تھا۔

میں نے دن اور رات کے جس حصے میں بھی اس سے رابطہ کیا۔ اس نے کسی عذر کے بغیر میری پہلی آواز پر لبیک کہا اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دوڑا چلا آیا۔ یہ اس کی حد سے بڑھی ہوئی فرض شناسی تھی کہ ہم اس پر بہت زیادہ انحصار کرنے لگے تھے جس پر کبھی مجھے غصہ آنے لگتا تھا اور کبھی ندامت محسوس ہوتی تھی۔

میں نے دانستہ اس کے گھر کا نمبر ملانے سے گریز کیا۔ موبائل فون پر اس نے فوراً ہی میری کال وصول کر لی۔

"اس وقت تم کہاں ہو اور کیا کر رہے ہو؟" مزاج پرسی کے بعد میں نے اس سے ازراہِ مذاق پوچھ لیا۔

"گھر پر ہوں اور بچوں کو ہوم ورک کرا رہا ہوں۔" میرے لیے اس کا جواب حیران کن تھا۔ اپنی مصروف ترین دفتری زندگی کے باوجود اس نے اپنے معمولات میں بچوں کی تعلیمی ضروریات کے لیے وقت رکھا ہوا تھا۔ یہ بہت بڑی بات تھی ورنہ بیشتر مرد بچوں کی تعلیم و تربیت کا سارا بوجھ اپنی پڑھی لکھی بیویوں کے سر ڈال کر روزی کماتے ہیں یا پھر آرام کرتے ہیں۔ ان سے گھریلو ذمہ داریوں میں کچھ حصہ بٹانے کے لیے کہا جائے تو دفتری مصروفیات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور اپنی جان بچا لیتے ہیں۔

"میں نے جان بوجھ کر موبائل پر فون کیا ہے۔ بھابی یہ نہ سوچیں کہ ہم تمہیں گھر پر بھی چین نہیں لینے دیتے۔"

"تمہاری بھابی بہت کھلے ذہن کی عورت ہے۔ تم تو اس سے مل چکے ہو۔ وہ اس کی قدر کرتی ہے کہ تم لوگوں نے کسی حرص و طمع کے بغیر اپنی زندگیاں ایک مشن کے لیے وقف کی ہوئی ہیں۔ مجھے اپنے کام کی تنخواہ ملتی ہے۔ تمہیں اس سے بھی کوئی سروکار نہیں ہے۔"

"بس یہ ماضی کے گناہوں کا کفارہ سمجھ لو۔" میں نے ایک گہرا سانس لے کر اپنے دل کی گہرائیوں سے کہا "میں اپنے ماضی پر نظر ڈالتا ہوں تو میرا دل کانپ اٹھتا ہے۔ پتا نہیں میں نے ہیروئن کے چکر میں کیسے کیسے اور کتنے گھرانے تباہ کیے ہوں گے..."

"ماضی پر نظریں دوڑانے کے بجائے مستقبل پر نگاہ رکھا کرو۔ اللہ تمہارے اس کفارے کو قبول کرے۔ تم نے تن تنہا بہت سی تباہیاں ٹالی ہیں۔ یہ بتاؤ کہ تم نے اس وقت کیوں فون کیا ہے۔" مجھے جذبات کی رو میں بہنے سے بچانے کے لیے اس نے میری بات کاٹ کر موضوع بدل دیا۔

"ایک خوش خبری سنانی تھی۔ آج غزالہ نے سیتا کا کام تمام کر دیا۔"

"اوہ... نو!" اول خان کی بلند آہنگ آواز گونجی "کیا میں اس خبر پر یقین کر لوں۔"

Downloaded from https://paksociety.com

"کلفٹن کے ساحل کے ایک ویران حصے میں اس کی لاش پڑی ہوئی ہے۔" میں نے کہا "جا کر اسے دیکھ لو۔ یقین آ جائے گا۔"

"میرے لیے تمہارا کہا ہوا کافی ہے۔ کیا تمہیں یہ عجیب بات نہیں لگتی کہ غزالہ جیسی گھریلو لڑکی نے ایک بلیک کیٹ کو ٹھکانے لگا دیا۔"

"وہ میری بیوی نہ ہوتی تو میں اسے اپنے کندھوں پر اٹھا لیتا۔ اس نے واقعی حیران کن کارنامہ انجام دیا ہے۔"

"اس نے سرور کی مشکل بھی آسان کر دی۔ وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ اس وقت بھی شہر کی خاک چھان رہا ہے۔ مونگ کی بوری میں اردکا دانہ تلاش کرنے میں دانتوں پسینہ آ جاتا ہے۔ اس خبر سے اسے سب سے زیادہ خوشی ہوگی۔"

"اب ہم سب سکون کی نیند سو سکیں گے۔ ایک محاذ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ اب صرف سوبھراج سے نمٹنا ہے۔"

"سوبھراج گلے کی ہڈی ثابت ہوگا۔ تم نے اسے دھمکی دے کر میرے خلاف کوئی حرکت کرنے سے روک دیا ہے لیکن اس نے بھی اپنی طرف سے ایس ٹی ایف کے ہاتھ پیر باندھنے کی پیش بندی شروع کر دی ہے۔ شام کو اسلام آباد سے باس نے ہدایت دی ہے کہ سوبھراج سے دور رہا جائے۔" اس کا لہجہ معذرت خواہانہ ہو گیا۔

"اچھا ہوا کہ تم نے یہ بات بتا دی۔ ہم لوگ تم پر بہت زیادہ انحصار کرنے لگے ہیں۔ ہمیں تم سے الگ رہ کر بھی کچھ کرنا چاہیے۔" میں نے خوش دلی سے کہا۔

"یہ تو بتاؤ کہ غزالہ نے سیتا کو کیسے مار لیا۔" اس کی تجسس آمیز آواز آئی۔

"بس مار لیا۔ یہ لمبی کہانی ملاقات ہونے پر سناؤں گا۔"

وہ خبر کسی کے لیے بھی خوش آئند نہیں تھی کہ ایس ٹی ایف کو سوبھراج سے دور رہنے کا حکم مل گیا ہے۔ ویرا نے وہ خبر سنتے ہی کہہ دیا کہ اول خان کی مدد کے بغیر سوبھراج کو گرانا ناممکن تھا۔ ہم کو عارضی طور پر اسے بھول جانا چاہیے تھا۔

"کبھی کبھی مصلحت آمیز پسپائی بھی کامیابی کے زمرے میں آتی ہے۔" میں نے اسے دلاسا دیا "نتائج پر چھلانگ لگانے میں اتنی عجلت سے کام نہ لو۔ دیکھتے ہیں کل شام کو سیٹ لائٹ فون پر رابطہ ہونے پر وہ کیا کہتا ہے۔ اس کی روشنی میں ہم اپنا اگلا لائحہ عمل طے کریں گے۔"

"اس کے کہنے سننے کے لیے اب کیا رہ گیا ہے۔ بس رسمی بات ہوگی۔" ویرا نے مایوسی سے کہا۔

"رستم ایرانی بھی ایک خوفناک بدمعاش تھا۔ شاید تم اس کا انجام بھول گئی ہو۔" غزالہ نے اسے یاد دلایا۔

"وہ زیادہ پرانی بات نہیں ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے اور یہ بھی یاد ہے کہ اس کے خلاف ہمیں فورس کا بھرپور تعاون حاصل تھا۔ ان ہی کی مدد سے رستم ایرانی کو کچلا گیا تھا۔"

"اب تمہارے انٹرویو کا کیا بنے گا؟" سلطان شاہ نے پوچھا "اس کے پرسنل سیکریٹری نے تمہیں پانچ بجے کا وقت دیا تھا۔"

"وہ نہیں ہو سکے گا۔ کل شام ہی کو اس کی ڈینی سے بات ہونی ہے۔" ویرا نے اس کی بات کا سنجیدگی سے جواب دے کر مجھے حیران کر دیا۔ وہ دونوں سنجیدگی سے بہت کم بات کرتے تھے۔ کبھی ایسی کوشش بھی کرتے تھے تو وہ ان کی باہمی نوک جھوک کی نذر ہو جاتی تھی۔

"لیکن اس کے پرسنل سیکریٹری سے تمہارا وقت طے ہے۔ تم نے اس کے پاس اپنا کوئی فون نمبر تک نہیں چھوڑا کہ وہ تمہیں انٹرویو کی تنسیخ کی اطلاع دے سکے۔ اگر تم کل وقت پر وہاں نہ پہنچیں تو اسے شبہ ہو جائے گا کہ سی ٹی ایس والی کال فرضی اور فراڈ تھی۔ آئندہ تم اس تک پہنچنے کے لیے ایسی کوئی ترکیب استعمال نہیں کر سکو گی۔"

"سلطان شاہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔" ویرا میری طرف دیکھ کر بڑبڑائی "اس مسئلے کا کیا حل ہونا چاہیے۔"

"تم کل پانچ بجے وہاں پہنچ جاؤ!" غزالہ نے یہ مشورہ دیتے ہوئے اپنی جگہ چھوڑ دی "میں نہانے جا رہی ہوں۔ میرے پورے بدن میں ریت کاٹ رہی ہے۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے سارے کپڑوں میں سیکڑوں چیونٹیاں بھر گئی ہیں۔"

"یہ ریت نہیں' سیتا کی بدروح ہے جو تمہیں ستا رہی ہے۔" ویرا نے ہنستے ہوئے کہا "تم جا کر اطمینان سے نہا دھو لو۔ تم نے آج اپنے حصے سے زیادہ کام کر لیا ہے۔ اپنا مسئلہ میں ان دونوں کے ساتھ مل کر حل کر لوں گی۔"

"اب تمہارا براہ راست وہاں جانا مناسب نہیں ہو گا۔" میں نے پرخیال لہجے میں کہا۔

"یہ بات میں بھی جانتی ہوں اسی لیے تم سے مشورہ کر رہی ہوں۔"

"کل کسی وقت اسے فون کر لو۔" میں نے دھیرے سے کہا "تم نے اس سے امریکی بن کر بات کی ہے۔ سفید فام قوموں میں یہ رواج ہے کہ ایسی ملاقاتوں کے لیے پہلے سے وقت طے ہو پھر بھی آخری دن میزبان سے اس کی توثیق کرا لی جاتی ہے۔"

"ہاں... آں۔ یہ خیال برا نہیں ہے۔" ویرا سر ہلا کر بولی "وہ نہ ملنا چاہے تو اسے انکار کرنے کا موقع مل جائے گا۔ بلکہ مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے آنے سے منع کر دے گا۔"

Downloaded from https://paksociety.com

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ آج کی رات ہم سب فارغ ہیں۔ کورم پورا ہے۔ کیوں نہ تاش کی بازی جمائی جائے۔ کارڈز کھیلے ہوئے بہت دن ہو گئے ہیں۔" سلطان شاہ بولا۔

"نہیں۔" میں نے اپنے دونوں کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا "تم دونوں کی کھلی بے ایمانی میری طبیعت مکدر کر دیتی ہے۔"

"تم غزالہ کو ہی اپنا پارٹنر بناتے ہو۔ نتیجہ ہم دونوں کی شراکت میں نکلتا ہے۔ آج پارٹنر بدل کر کھیلا جائے گا۔"

"لیڈیز اور جینٹلس کا مقابلہ ہو جائے!" ویرا نے سلطان شاہ کی تجویز کی پرزور تائید کی۔

"کھانے کے بعد دیکھا جائے گا۔ میں ذرا ایس ٹی ایف والوں کو دیکھ لوں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"میں بھی ذرا دو چسکیاں لگا لوں۔" ویرا اپنی بائیں آنکھ دبا کر بولی "بھوک کھل جائے گی اور موڈ بھی بہتر ہو جائے گا۔"

میں اسے گھورتا ہوا زینوں کی طرف چل دیا تاکہ ابرار اور دین محمد کی مزاج پرسی کر سکوں۔

جب سے غزالہ نے سیتا کی کہانی سنائی تھی' میرے ذہن میں رہ رہ کر ایک بات چبھ رہی تھی۔ سیتا نے پچھلی رات سے اس وقت تک تین بدمست مردوں کا بوجھ سہنے کے ذومعنی بات کی تھی۔ ان میں سے ایک وہ ہو سکتا تھا۔ جس نے اسے لفٹ دے کر ملیر چھاؤنی کے علاقے سے شہر پہنچایا ہو۔ باقی دو کون ہو سکتے تھے جن سے اس کی ملاقات ہوئی تھی۔

گلاب خان بہت سخت گیر آدمی تھا۔ یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ مشرقی طرز زندگی کے دل دادہ پٹھان کا بیٹا شراب کو ہاتھ لگانے کی جرأت کر سکے۔ وہ سیتا کا چوتھا رفیق ہو سکتا تھا۔ اسے تین بدمست مردوں میں شمار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ دوسری طرف سیتا بھی اتنی احمق نہیں تھی کہ بے لباسی کی حالت میں کسی ایسی گاڑی سے لفٹ لیتی جس میں شرابی مرد بھرے ہوئے ہوں۔ اس نے رات کو چھاؤنی کے علاقے سے نکلنے کے لیے یقیناً ایسی گاڑی کا انتخاب کیا ہو گا جس میں کوئی اکیلا مرد موجود ہو۔

اس چیچن کا سیتا کی غیر اخلاقی سرگرمیوں سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔ مجھے خلش یہ تھی کہ اس کے بقیہ دو شناسا کون تھے۔ اگر وہ بھی بلیک کیٹس سے کوئی تعلق رکھتے تھے تو ان کا بھی کیفر کردار تک پہنچنا ضروری تھا۔

زینے طے کرتے ہوئے وہ گتھی یکایک کچھ سلجھی ہوئی محسوس ہوئی۔ راوالے ان دنوں عتاب میں آئے ہوئے تھے۔ بلیک کیٹس کو ان سے دور رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ان کے سوا شہر میں کوئی اور مددگار یا رازداں موجود ہوتا تو گوپال اور سیتا کو کوبرا کی ضرورت نہ رہتی پھر سیتا بھی اسٹیشن فور سے فرار ہو کر سربلند کے دروازے پر دستک نہ دیتی۔ سیدھی اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچتی جو اس کی بھرپور مدد کر سکتے تھے۔ ان دونوں کے بارے میں صرف اور صرف یہ سوچا جا سکتا تھا کہ انہوں نے سیتا کو گلاب خان کے گھر سے بھاگنے کے بعد پناہ دے کر اس کے جوان جسم سے اپنی ہمدردی کا بھرپور معاوضہ وصول کیا ہو۔ ایسے ہر سودے کے لیے رضامند ہونا سیتا کے لیے ناگزیر تھا۔

ایس ٹی ایف کی طرف سے آئے ہوئے محافظوں سے بات کرتے ہوئے میرا ذہن اس بوجھ سے آزاد ہو چکا تھا۔

ابرار نے غزالہ کو کچن کی ذمہ داریوں سے پوری طرح آزاد کر دیا تھا۔ ناشتا اور روزمرہ ضروریات کی دوسری اشیا بھی وہ خود ہی بازار سے لے آتا تھا لیکن غزالہ اپنی خانہ داری کی عادات سے مجبور تھی۔ میز لگانے کے وقت کسی نہ کسی حیلے بہانے سے کچن کے آس پاس منڈلاتی رہتی تھی۔

اس رات غزالہ کو اس خالص گھریلو روپ میں دیکھ کر میں حیران تھا کہ اس نے کتنی کامیابی سے اپنی دہری شخصیت برقرار رکھی ہوئی تھی۔ گھر میں وہ محبت کرنے والی' مہربان' نرم دل اور دردمند بیوی تھی' گھر سے باہر ضرورت پیش آنے پر وہ یکایک ایک خوں خوار شیرنی بن جاتی تھی جو اپنے سامنے رکاوٹ بننے والے ہر حریف کو چیر پھاڑ کر رکھ دینے کی صلاحیت رکھتی تھی۔

کھانے کی میز پر ویرا اور غزالہ میرے دائیں بائیں بیٹھا کرتی تھیں۔ میں نے گلاس اٹھانے کے بہانے' ویرا کی طرف جھک کر ایک گہرا سانس لیا تو الکحل کی تیز اور ناگوار بو مفقود تھی۔ اس کے بجائے ویرا کے منہ سے پیاز کی بو آ رہی تھی۔

وہ ایک مدت سے بلکہ شاید اپنے بچپن یا لڑکپن سے شراب نوشی کی عادی تھی۔ اس شوق کے ہر گھر گھاٹ سے اچھی طرح واقف تھی۔ الکحل کی بو مارنے کے لیے موسم کے لحاظ سے پیاز' لہسن اور مولی وغیرہ استعمال کرنا نہیں بھولتی تھی۔ اس کی بڑی بڑی' نیلی آنکھوں کے سوا کسی طرح بھی اس کی مے نوشی کا سراغ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ وہ بلانوش تھی اور جب ایک حد سے تجاوز کر جاتی تھی تو اس کی آنکھوں میں خمار کے گہرے سرخ ڈورے تیرنے لگتے تھے۔

"گلاس خود اٹھانے کے بجائے مجھ سے مانگ لیا ہوتا۔" میرے سیدھے ہوتے ہی ویرا بول پڑی "میں تو ڈر گئی تھی کہ آج تم بھری میز پر سب کے سامنے میرا منہ چوم لو گے۔"

فضا قہقہوں سے گونج اٹھی۔ میں اپنی حرکت پر دل ہی دل میں نادم ہو کر رہ گیا۔ ویرا کے سامنے ہر وقت چاق و چوبند رہنے کی ضرورت ہوتی تھی کیونکہ وہ کسی بھی وقت فقرے

Downloaded from https://paksociety.com

بازی سے نہیں چوکتی تھی۔ اس کی یہی بے ساختہ اور برجستہ فقرے بازی سلطان شاہ کو بہت جلد چراغ پا کردیتی تھی۔

غزالہ نے ہنسنے میں ان دونوں کا ساتھ دیا لیکن غصے سے اس کا چہرہ یکایک سرخ ہو گیا تھا۔ ویرا اس کی موجودگی میں شاذونادر ہی ایسی کوئی بے تکلفانہ بات کرتی تھی۔

"تم چاہو تو انہیں میز سے اٹھا کر کچھ دیر کے لیے اپنے کمرے میں لے جا کر اپنا شوق پورا کرلو۔" ہنسی تھمنے کے بعد غزالہ نے متانت سے کہا "مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"اوہ ڈارلنگ!" ویرا اٹھلا کر بولی "تم برا مان گئیں۔ تم نے دیکھا نہیں کہ گلاس اٹھاتے ہوئے ڈینی کا چہرہ میرے چہرے سے کتنا قریب آگیا تھا۔ یہ مذاق کی بات تھی۔ اگر اس سے تمہاری دل آزاری ہوئی ہے تو میں کھلے دل سے معافی چاہتی ہوں۔ ابھی کارڈز کھیلنے ہیں۔ تم میری ساتھی ہو گی۔ غصہ تھوک دو۔"

"فکر نہ کرو۔ میں تمہارا ساتھ دوں گی۔ میں نے سن لیا تھا کہ آج کارڈز گیم میں ساتھی تبدیل ہوں گے۔" غزالہ نے خوش دلی سے جواب دیا اور فضا میں در آنے والا تناؤ اسی لمحے تحلیل ہو گیا۔

کھانے کے بعد کچھ دیر کے لیے وقفہ رہا۔ ویرا سگریٹ پینے میں مصروف ہو گئی۔ کسی ایک جگہ ٹک کر بیٹھنے کے بجائے وہ ڈرائنگ روم میں ٹہل رہی تھی۔

"اِدھر اُدھر ٹہل کر کیا گھات لگا رہی ہو؟" ویرا کی بے چینی محسوس کرتے ہوئے سلطان شاہ نے فقرہ چست کیا "لپک کر کمرے میں جاؤ اور اپنا پیگ لگا کر لوٹ آؤ۔"

میں حیرت سے سلطان شاہ کا منہ دیکھتا رہ گیا۔ ویرا کی ضروریات خاصی خفیہ تھیں۔ میرا خیال تھا کہ گھر میں میرے سوا کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کو کب کس چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ سلطان شاہ نے وہ فقرہ کس کر مجھے حیران کردیا۔ مجھے معلوم تھا کہ ویرا کھانے کے بعد کوینک یا برانڈی کا ایک پیگ ضرور لیتی ہے۔

حجاب ختم ہو گیا تھا۔ ویرا نے مسکرا کر تیکھی نظروں سے غزالہ کی طرف دیکھا اور تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد ڈرائنگ روم میں چائے کے پہلے دور کے ساتھ بیٹھک جم گئی اور ایسی جمی کہ صبح تک جاری رہی۔ ویرا اور سلطان شاہ کھیل میں بے ایمانی اور چالاکی کا مظاہرہ کیے بغیر لطف اندوز نہیں ہوتے تھے۔ اس روز وہ دونوں ایک دوسرے کے حریف تھے۔ آسانی سے ہر ہیر پھیر پکڑ رہے تھے جس کے نتیجے میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد فساد یا شور برپا ہو جاتا تھا۔ وہ دونوں میرے ہر احتجاج کو نظر انداز کر کے اسی ہنگامہ آرائی کو کھیل کی جان قرار دے رہے تھے۔

فجر سے ذرا پہلے ہم نے اپنے اپنے کمروں کا رخ کیا تو تکان سب پر حاوی ہو چکی تھی۔ میں بستر غزالہ کے پہلو میں دراز ہو کر سویا تو پھر اگلے دن بہت دیر کی خبر لایا۔ وہ تینوں مجھ سے پہلے بیدار ہو کر ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو چکے تھے۔

میں نے اپنے معمولات سے فارغ ہو کر ناشتے کی میز پر اخبار کو دیکھا تو اس میں پہلے صفحے پر سیتا کانت نامی بھارتی جاسوسہ کی لاش پائی جانے کی نمایاں تصویری خبر موجود تھی۔

لاش کی شناخت اس کے قریب پائے جانے والے زیر جامے سے ہوئی جس کے اندرونی حصے میں سیتا کے الٹے نام اور کوڈ نمبر کا ٹیگ لگا ہوا تھا۔ خبر میں زیر جامے کا ذکر دیکھ کر میں چونک پڑا۔ وہ کام اول خان کے سوا کسی کا نہیں ہو سکتا تھا۔

"یہ کارنامہ کسی نامعلوم قاتل کے کھاتے میں ڈالا گیا ہے۔ کاش اس کے ساتھ غزالہ کا نام آسکتا۔" میں نے پوری خبر پڑھ کر کہا "اخباری رپورٹر ہر معاملے کو اپنے لگے بندھے انداز میں دیکھتے ہیں۔ انہوں نے سیتا کے قتل کو بلیک کیٹس اور مقامی بدمعاشوں کے درمیان لین دین کے کسی جھگڑے کا شاخسانہ قرار دیا ہے۔"

"وہ زیر جامہ اول خان نے ہی جائے واردات پر پہنچایا ہو گا۔" ویرا نے مجھ سے تائید چاہی "الگ سے ملنے والا زیر جامہ بتا رہا ہے کہ اسے قتل کے بعد وہاں پہنچایا گیا ہے۔ اب سوبھراج اس قتل کے الزام سے صاف بچ جائے گا۔"

"زیر جامے کے بغیر لاش کی شناخت نہیں ہو سکتی تھی۔" میں نے اسے سمجھایا "بھارتی قونصل خانے کے ایک افسر نے بھی سرکاری مردہ خانے میں جا کر اس لاش کو سیتا کانت کے نام سے شناخت کرلیا ہے مگر اس بات سے انکاری ہے کہ اس کا بلیک کیٹس سے کوئی تعلق ہے۔"

"عام شہری اتنے ممتاز نہیں ہوتے کہ اہم سرکاری افسر انہیں محض نام سے پہچان لیں۔" غزالہ نے اعتراض کیا۔

"یہ صحیح ہے لیکن فی الحال ان کے سرکاری موقف کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے کہا۔

"تم اس قتل کا سوبھراج سے کیا تعلق جوڑنا چاہ رہی تھیں؟" سلطان شاہ نے ویرا سے پوچھا۔

"وہ سیتا سے خار کھائے بیٹھا تھا اور اسے مروانے کے درپے تھا۔ یہ بات اس نے ڈینی سے خود کہی تھی۔ اب وہ مکر جائے گا کہ سیتا کے قتل سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ اسے ڈینی نے مروایا ہے کیونکہ سیتا کے زیر جامے کا راز ڈینی یا اس کے ساتھیوں کو معلوم تھا۔" ویرا نے اپنی دلیل پیش کردی۔

"اس قتل نے اس کے لیے دوسری دشواریاں کھڑی کر

Downloaded from https://paksociety.com

دی ہوگی۔" میں نے اپنی رائے دی "وہ مشتعل تھا۔ میری کہانی سننے کے بعد اسے یقین ہو گیا تھا کہ سیتا نے اسے تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اس نے دہلی والوں پر اپنے شدید ترین ردِعمل کا اظہار کرتے ہوئے یہ بھی کہہ ڈالا ہو گا کہ وہ سیتا کو پاتال میں بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس کے لیے سیتا کی غداری بہت سنگین اور ناقابلِ معافی تھی۔ دہلی میں بیٹھے ہوئے لوگ جزئیات میں نہیں جائیں گے۔ سیتا کی بگڑی ہوئی لاش ملنے کے بعد وہ سمجھ رہے ہوں گے کہ سوبھراج کو اس کو سزا دینے کا موقع مل گیا۔ اس کے آدمیوں نے شہر میں سیتا کا کھوج نکالا اور اسے ویرا نے میں لے جا کر مار دیا۔"

"پھر تو سوبھراج کی دہلی والوں سے ٹھن جائے گی!" غزالہ بولی۔

"ظاہری طور پر شاید کچھ بھی نہ ہو۔ دلوں میں کدورتیں پیدا ہو چکی ہوں گی۔" اس بار ویرا نے میرے نظریے کی تائید کی تھی۔

"یہ بہت سنگین اور ٹیڑھا معاملہ ہے۔ شاید دیر سویر ہو جائے لیکن سوبھراج تباہی سے نہیں بچ سکے گا۔ یہ بات وہ اچھی طرح سمجھ چکا ہے۔" میں نے کہا "اس نے فوری طور پر اپنے ہاتھ پیر سمیٹنے شروع کر دیے ہیں۔"

"تمہیں اس کے سمٹنے کا اندازہ کہاں سے ہو گیا۔" ویرا نے تیکھے لہجے میں سوال کیا۔

"نک اور کرنل داور کی گفتگو یاد کرو۔ اس نے اشارہ دیا تھا کہ کوبرا کا منصب خالی ہو سکتا ہے۔"

"اس وقت سوبھراج کا حوصلہ ٹوٹا ہوا ہے۔ بھارتی اس پر شبہ کر رہے ہیں کہ اس نے سیتا کو مروایا ہے۔ اپنے آقاؤں سے وہ خود دور ہٹ رہا ہے۔ اس وقت صرف اس کی سیاسی حیثیت اس کے لیے ڈھال بنی ہوئی ہے۔ اسے پکڑ کر بے رحمی سے مارا جائے تو وہ اپنا سارا کیا دھرا اگل دے گا۔" غزالہ بولی۔

وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ اصل مسئلہ سوبھراج تک پہنچنے کا تھا۔ جلال اور اول خان کے لیے اوپر کے احکام سے انحراف کرنا ممکن نہیں تھا۔ ہمیں مضبوط طاقت وہی دونوں فراہم کر سکتے تھے۔ ان کے تعاون کے بغیر ہم بزورِ قوت سوبھراج کا حفاظتی حصار نہیں توڑ سکتے تھے۔ اپنے طور پر اس تک پہنچنے کے لیے ہماری کوششیں جاری تھیں۔ ان کا نتیجہ برآمد ہونے میں دیر ہوتی نظر آ رہی تھی۔

"یہ سب سامنے آنے کے بعد محسوس ہو رہا ہے کہ آج اس سے ضرور ملنا چاہیے۔" ویرا نے کہا "فون کرنے میں خطرہ ہے کہ کہیں وہ ملاقات منسوخ نہ کر دے۔ میں اس چکر کو چھوڑ کر ٹھیک پانچ بجے وہاں پہنچ جاؤں گی۔"

"وہ تم سے نہ ملنا چاہے تو تمہیں اس کے دروازے سے بھی لوٹایا جا سکتا ہے۔" میں نے اسے سمجھایا "بہتر یہی ہے کہ تم فون کر کے وہاں جاؤ۔ اس طرح تم کو تیاری کا بہتر موقع مل جائے گا۔ تذبذب اور بے یقینی کے عالم میں تم اپنا ارتکاز کھو بیٹھو گی۔"

کچھ دیر بحث و تمحیص کے بعد بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔

دو بجے ویرا نے سوبھراج کے عام نمبر پر فون کیا تو وہ امریکی لب و لہجے میں زنانے دار انگریزی بول رہی تھی۔ چند لمحوں بعد اس کی مطلوب شخص سے بات ہو گئی۔ سوبھراج کے پرسنل سیکریٹری نے انٹرویو کے وقت کی تصدیق کی لیکن یہ شرط عائد کر دی کہ وہ پانچ بجے کے بجائے چار بجے ہی وہاں پہنچ جائے کیونکہ پانچ بجے سوبھراج کے لیے ایک اہم مصروفیت نکل آئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ سوبھراج نے میری کال سے گھبرا کر اپنے معمولات میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں کی تھی۔ اس گفتگو سے مجھے پتا چلا کہ ویرا نے میری کلارک کے فرضی نام سے ان لوگوں سے اپنا تعارف کرایا تھا۔

"میں نے تم کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ تمہارے سیاست داں غیر ملکی ذرائع ابلاغ پر اپنی تشہیر کے شوقین ہیں۔" فون بند کرنے کے بعد ویرا نے تحریہ لہجے میں مجھ سے کہا "سوبھراج یہ سنہرا موقع ضائع نہیں کر سکتا تھا' ہو سکتا ہے کہ مجھے دس پندرہ منٹ اس کا انتظار کرنا پڑے۔ وہ مجھ سے ضرور ملے گا۔"

"تم کو پوری تیاری کے ساتھ وہاں جانا ہو گا۔ تمہارے خلاف شائع ہونے والا اخباری اشتہار تازہ ہے۔ کوئی گڑبڑ بھی ہو سکتی ہے۔" غزالہ نے پُرتشویش انداز میں اسے تنبیہہ کی۔

"فکر نہ کرو۔ اخباری نمائندوں وغیرہ پر سب اعتماد کرتے ہیں۔ میں بیم گن تو نہیں' ہاں ایک ریوالور ضرور اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔ ویرا ہنس کر بے پروائی سے بولی۔

"اور مجھے تم کس حیثیت سے اپنے ساتھ لے جاؤ گی؟" سلطان شاہ نے سنجیدگی سے پوچھا "خالی معاون کہنے سے کام نہیں بنے گا۔"

"معاون نہ سہی' تم فوٹو گرافر بن جانا۔ گھر میں ایک کیمرا موجود ہے۔ وہی چل جائے گا۔ ایسی مہمات میں ایک سے دو آدمی بہتر ہوتے ہیں۔"

"ایک ریڈیو اسٹیشن کے لیے فوٹو گرافر کی کیا ضرورت بیان کرو گی؟" غزالہ نے ایک اہم سوال اٹھایا "تم اس کے

Downloaded from https://paksociety.com

لیے سی بی ایس کی نمائندہ بنی ہوئی ہو۔"

"اوہ! تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ اس وقت میں کچھ گڑبڑا گئی تھی۔ فوٹو گرافر کے بجائے ساؤنڈ ریکارڈسٹ بہتر بلکہ موزوں رہے گا۔"

"اسی کو ہوم ورک کہتے ہیں۔ ساؤنڈ ریکارڈسٹ کے پاس بہترین آلات کا ہونا ضروری ہے۔ سلطان شاہ کو گھریلو ٹیپ ریکارڈ دے کر تم پیشہ ور ساؤنڈ ریکارڈسٹ نہیں بنا سکتیں۔ سوبھراج سے پہلے اس کے آدمیوں کو تم دونوں کی اصلیت پر شبہ ہو جائے گا۔"

"یہ باتیں تمہیں پہلے بتانی چاہیے تھیں۔" ویرا خفت آمیز جھنجلاہٹ کے ساتھ بولی۔

"پروگرام تمہارا تھا۔ تم نے اس بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔ اب جزئیات سامنے آ رہی ہیں تو میں بول رہا ہوں۔"

"اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ میں حماقتیں کرتی پھروں تو تم الگ بیٹھے میرا تماشا دیکھتے رہو گے۔ میرے پوچھے بغیر مجھے کوئی مشورہ نہیں دو گے!"

"کیا کبھی ایسا ہوا ہے؟ ہر کام باہمی مشورے سے ہی ہوتا رہا ہے۔"

"پھر تم کل سے اب تک کیوں خاموش تھے؟" ویرا نے تیزی سے پوچھا۔

"مجھے یقین نہیں تھا کہ وہ تمہیں بلانے کے پروگرام پر قائم رہے گا۔ مجھے پکا یقین تھا کہ وہ تمہیں ٹال دے گا۔"

"پھر بتاؤ کہ اب میں کیا کروں۔ میرے پاس تو وقت بھی نہیں رہا۔" وہ بری طرح بوکھلا گئی "اس نے پانچ بجے کے بجائے چار بجے کا وقت دیا ہے۔"

"یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دو کہ تم سلطان شاہ کو اپنے ساتھ اندر لے جا سکو گی۔ اسے اپنا ڈرائیور بنا لو۔ یہ باہر تمہارا انتظار کرتا رہے گا۔ تم کو اکیلے ہی سوبھراج کا سامنا کرنا ہو گا۔ اب بھی خاصا وقت ہے۔ تیار ہو کر روانہ ہو جاؤ اور بازار سے کوئی بہترین ٹیپ ریکارڈر خرید لو۔ اس کے بغیر تمہاری اداکاری نامکمل اور مشکوک رہے گی۔" میں نے کہا۔

"میں کچھ نہیں جانتی۔ تم کو میری مدد کرنی ہو گی۔ میں ابھی تیار ہو کر آتی ہوں۔" وہ اٹھ کر تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

"چالاک بنتی ہے مگر بہت احمق اور لاابالی ہے۔ مار دھاڑ کر سکتی ہے مگر منظم منصوبہ بندی اس کے بس کی بات نہیں ہے۔" اس کے جانے کے بعد سلطان شاہ ہنستے ہوئے بولا "تمہاری دو چار باتوں میں ہی بے چاری کے ہاتھ پیر پھول گئے۔"

"وہ لاابالی ضرور ہے مگر احمق نہیں ہے۔ اسے وقت کی کمی کا احساس نہیں تھا۔" یہ کہہ کر میں نے فون پر اول خان کے دفتر کا نمبر ملا لیا۔

اس مہم کے لیے میں ویرا کو اپنی گاڑی دے کر سب کے پیروں پر کلہاڑی نہیں مار سکتا تھا۔ سوبھراج کے گھر جانے والی گاڑی اس کے آدمیوں کی نظروں میں آ جاتی۔ اس کے بعد وہ ہمارے استعمال میں ہوتی تو ہم لوگ بھی آسانی سے دشمن کی نگاہوں میں آ سکتے تھے۔ ویرا کے لیے فرضی نمبر پلیٹ والی کوئی اور ہی گاڑی ہونی چاہیے تھی۔

اول خان کو سوبھراج سے دور رہنے کا حکم ملا تھا۔ اسے مشاورت وغیرہ سے نہیں روکا گیا تھا۔ ایس ٹی ایف کا سربراہ جانتا تھا کہ اس کی فورس کی اعانت نہ ملنے کے باوجود میں اپنے نشانے پر آئے ہوئے سوبھراج کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ اس کے باوجود اول خان کو میرے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا تھا۔ اول خان کا باس اوپر کے احکام کا پابند تھا۔ وہ سوبھراج کے گندے ماضی سے بے خبر نہیں ہو سکتا تھا۔ سیاسی مجبوریوں کے تحت آنے والے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس نے میرے لیے راستہ کھلا رکھا تھا۔

اول خان مجھ سے پہلے اس نکتے کو سمجھ چکا تھا۔ میں نے اسے پروگرام سے آگاہ کرتے ہوئے' ڈرائیور کے بغیر ایک گاڑی طلب کی تو اس نے وعدہ کر لیا کہ جعلی نمبر پلیٹ والی مطلوبہ کار اگلے پندرہ منٹ میں ہمارے گھر پہنچ جائے گی۔ اسے یہ سن کر حیرت ہوئی کہ نئی الجھنیں سامنے آنے کے باوجود سوبھراج' ویرا سے ملنے کے لیے تیار تھا۔ بس اس نے وقت تبدیل کر دیا تھا۔

ویرا اپنے کمرے سے تیار ہو کر آئی تو میں نے بریفنگ کے ارادے سے اس کے ساتھ تبادلہ خیال شروع کر دیا۔ اسے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ میں نے ازخود اس کے لیے ایک الگ گاڑی کا بندوبست کر لیا تھا جو کچھ ہی دیر میں وہاں پہنچنے والی تھی۔ اس مہم کے لیے ویرا نے ہلکے پھلکے دار بلاؤز اور گہرے سرخ اسکرٹ کا انتخاب کیا تھا۔ جس کے نیچے اس کی ٹانگیں چاندی کی سڈول سلاخوں کی طرح چمک رہی تھیں۔

❁❁❁

"میری دانست میں یہ کار ہماری گاڑی سے بہتر ہے!" راستے میں جمود توڑنے کے لیے اس نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے سلطان شاہ سے کہا۔

"یس مس!" سلطان شاہ نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا "ضرور بہتر ہے اسی لیے میں خاموشی سے اپنا سبق یاد کرنے میں مصروف ہوں۔"

"تمہارا دماغ تو درست ہے۔ مجھ سے کس لب و لہجے

Downloaded from https://paksociety.com

میں بات کررہے ہو!" ویرا کو ہلکا سا غصہ آگیا۔

"جو بنا دیا گیا' وہی بن گیا ہوں' جو سکھایا گیا ہے' اسے یاد کر رہا ہوں۔" سلطان شاہ مغموم لہجے میں بولا "تم سی بی ایس کی ملازم ہو۔ تمہارا نام میری کلارک ہے۔ میں تمہارا ڈرائیور ہوں۔ آج صبح تمہیں حیدر آباد سے لے کر کراچی آیا ہوں۔"

"ویری گڈ۔" ویرا خوش ہو کر بولی "تم کو سب کچھ ازبر ہے۔ تمہارے لیے اتنا ہی جاننا کافی ہے۔"

"مگر اس کے باوجود میرا دل مطمئن نہیں ہے۔ ڈر رہا ہوں کہ کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے۔"

"شاید تم سوبھراج کے نام سے ڈرے ہوئے ہو۔ وہ کوئی ہوا نہیں ہے۔ آج ہم اس کے ڈھول کا پول کھول دیں گے۔"

سلطان شاہ سر ہلا کر رہ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے گاڑی الیکٹرونکس کے آلات کی ایک بڑی دکان کے سامنے روک دی۔ ویرا گاڑی سے اتر کر باوقار انداز میں اس دکان میں داخل ہوئی اور تھوڑی دیر بعد ایک مختصر سا' سیاہ ریکارڈر ہاتھ میں لٹکائے باہر آگئی۔ اس کے سر پر ریکارڈ کا ہیڈ فون چڑھا ہوا تھا مگر اس کے اسپیکر کانوں سے اترے ہوئے تھے۔ ہیڈ فون کے ساتھ ہی مائیکروفون بھی منسلک نظر آرہا تھا۔

وہ گاڑی میں سوار ہوئی اور ایک مرتبہ پھر گاڑی چل دی۔ ویرا نے اس کیسٹ ریکارڈر کے فنکشن دکان ہی میں سمجھ لیے تھے۔ ڈبا وہیں چھوڑ کر سامان اپنے ساتھ لے آئی تھی۔ تاروں کو جیک پنوں کے ذریعے مقررہ جگہوں سے جوڑ کر اس نے اسپیکر پیڈز کانوں پر چڑھائے اور اپنے خریدے ہوئے دستی ریکارڈ کی آزمائش شروع کر دی۔ باہر سے آنے والا ٹریفک کا شور ریکارڈ ہونے کے ساتھ اسے اپنے کانوں میں بھی سنائی دے رہا تھا۔ اس نے ریکارڈنگ لیول گھٹا بڑھا کر اپنا اطمینان کیا پھر اسے بند کر کے ہیڈ فون سر سے اتار کر گلے میں ڈال لیا۔

سولجر بازار کا راستہ ان دونوں نے باتیں کرتے ہوئے طے کیا۔ وہ دونوں خوش تھے کہ میری رہنمائی کی وجہ سے ویرا اپنے حلیے سے کوئی پیشہ ور براڈ کاسٹر نظر آنے لگی تھی۔

پرانی فروٹ مارکیٹ کے قریب راج محل کے نام سے سوبھراج کا آبائی مکان واقع تھا۔ پہلے وہ قدیم طرز کا' حویلی نما مکان ہوا کرتا تھا لیکن سوبھراج نے اپنے دن پھرنے کے بعد پرانی عمارت کو گرا کر از سر نو ایک شان دار مکان تعمیر کیا تھا جس کا نام بدستور وہی رہا تھا۔

سلطان شاہ نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے یہ گنجائش نکال لی تھی کہ اگر وہ سیدھا راج محل نہ پہنچ سکے تو اسے منزل کی تلاش کے لیے دس پندرہ منٹ کا فاضل وقت دستیاب ہو لیکن سوبھراج کے مسکن کا پتا اس کی توقع سے زیادہ آسان ثابت ہوا۔ وہ وقت سے دس منٹ پہلے راج محل پہنچ گئے۔

ویرا کی ہدایت پر سلطان شاہ نے گاڑی پھاٹک کے سامنے روک کر ہارن بجایا۔ پھاٹک کھلنے کے بجائے اندر سے ایک مسلح محافظ برآمد ہوا۔ اس نے باہر آتے ہی ویرا کو دیکھ لیا اور دانستہ اسے نظر انداز کر کے سلطان شاہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ویرا نے رواں انگریزی میں اپنا مدعا ظاہر کرنا شروع کر دیا۔ آنے والے کے سپاٹ چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ انگریزی کے بارے میں وہ بالکل کورا ہے۔ اس کی بے بسی کا اندازہ ہوتے ہی سلطان شاہ نے اسے اردو میں بتایا کہ مس کلارک' سوبھراج صاحب سے ملاقات کے لیے آئی تھی۔

وہ شخص ویرا کی انگریزی اور گوری چمڑی سے مرعوب ہوا تھا نہ سلطان شاہ کا بیان سن کر اس کے چہرے پر ملاحت نمودار ہوئی۔

"گاڑی ادھر باہر کھڑی کر دو اور میم صاحب کو میرے ساتھ اندر بھیج دو!" اس نے نرمی کے ساتھ کہا۔ اس نے اندر کسی سے رجوع کیے بغیر جس طرح براہِ راست فیصلہ کیا تھا اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ میری کلارک کی متوقع آمد کے بارے میں اسے پہلے سے تفصیلی ہدایات دے دی گئی تھیں۔

سلطان شاہ نے گاڑی پھاٹک کے سامنے سے ہٹا کر ایک کنارے سے لگا دی۔ باہر سے ان دونوں نے اندازہ لگایا تھا کہ راج محل کے احاطہ میں وسیع جگہ موجود تھی۔ میزبان چاہتا تو ان کی گاڑی آسانی سے اندر جا سکتی تھی مگر ایسا نہیں کیا گیا تھا۔

ویرا نے اپنا پرس اور کیسٹ ریکارڈر وغیرہ سنبھالا اور گاڑی سے اتر کر محافظ کے پیچھے ہو لی۔

پھاٹک سے اندر داخل ہوتے ہی ویرا کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ مکان کئی ہزار گز رقبے پر مشتمل تھا۔ سامنے جدید طرز کی خوبصورت ایک منزلہ عمارت تھی۔ اس کے پہلو میں ایک وسیع باغ موجود تھا۔ مکان کے سامنے وسیع و عریض' پختہ ڈرائیووے موجود تھا جو آگے جا کر پورچ سے مل گیا تھا۔ اس کھلی جگہ میں کھڑی ہوئی گاڑیوں کی تعداد پانچ تھی۔ جن میں ایک لینڈ روور' دوسری مرسڈیز اور تیسری بیش قیمت بی ایم ڈبلیو کار تھی۔ اگر وہاں شمار میں آنے والی گاڑیوں کا تعلق راج محل کے مکینوں سے تھا تو یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی تھی کہ ان پر دولت کی اندھا دھند برسات ہو رہی تھی۔

پھاٹک سے عمارت کے صدر دروازے تک کا فاصلہ طویل تھا۔ مسلح محافظ اسے صدر دروازے سے گزار کر ایک

Downloaded from https://paksociety.com

دفتر نما کمرے میں لے گیا جہاں ایک صحت مند نوجوان میز کے پیچھے بیٹھا کمپیوٹر پر کچھ کام کر رہا تھا۔ دفتر ائر کنڈیشنڈ اور آراستہ تھا جہاں ایک وقت میں کم از کم چھ افراد کے بیٹھنے کی گنجائش موجود تھی۔

محافظ دفتر کے دروازے سے ہی واپس چلا گیا۔ قدموں کی آہٹ پر نوجوان نے چونک کر ویرا کی طرف دیکھا۔ نگاہیں چار ہوتے ہی ویرا نے مسکرا کر رسمی سلام کیا۔ اس کی میز تک پہنچتے پہنچتے ابتدائی فقروں کا تبادلہ ہو چکا تھا۔

اس گھاگ اور تیز و طرار نوجوان کا نام سنیل تھا۔ وہی سوبھراج کا پرسنل سیکریٹری تھا۔

"تم وقت سے کچھ پہلے آ گئیں۔" سنیل نے ویرا سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "باس وقت کے پابند ہیں۔ تمہیں کچھ دیر انتظار کرنا ہو گا۔" اس کی انگریزی بہت اچھی تھی۔

"میں پتے کی تلاش کی گنجائش رکھ کر آئی تھی۔" ویرا نے مسکراتے ہوئے کہا "مگر راج محل آسانی سے مل گیا۔ میں انتظار کر لوں گی۔"

"کوئی ٹھنڈا بستہ ڈرنک چلے گا..... بیئر وغیرہ!" سنیل نے پوچھا۔

"اوہ!" ویرا خوش ہو کر بولی "کیوں نہیں۔ اس وقت میں اس کی ضرورت محسوس کر رہی ہوں۔"

سنیل اپنی جگہ سے اٹھا اور دفتر کے ایک گوشے میں رکھے ہوئے ریفریجریٹر سے بیئر کی دو ٹھنڈی بوتلیں گلاس میں انڈیل کر لے آیا۔

ویرا نے اس کا شکریہ ادا کر کے گلاس لے لیا جس کی اوپری سطح پر جھاگ تیر رہے تھے۔ بیئر کا پہلا گھونٹ لیتے ہی اس کے وجود میں ٹھنڈک سی تیر گئی۔

"اپنا کارڈ دے دو تاکہ میں اسے اندر بھجوا سکوں۔" سنیل نے اپنی کرسی کی پشت گاہ سے ٹک کر جھولتے ہوئے کہا۔

"اوہ! میرے پاس کارڈ نہیں ہیں۔ وہ بریف کیس میں تھے جو میں عجلت میں حیدر آباد میں بھول آئی۔" اس نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا "میں ایک پرچی پر اپنا نام لکھ دوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔" سنیل نے کہا اور فون اٹھا کر دو ہندسے پنچ کر کے کسی سے دھیمی آواز میں بات کرنے لگا۔ ویرا نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ گھر میں ہی انٹر کام پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ کسی لوکل کال کے لیے چھ سات ہندسوں کا پنچ کرنا ضروری تھا۔ ویرا کو خوشی ہوئی تھی کہ اس کے وزیٹنگ کارڈ کا مسئلہ آسانی سے ٹل گیا تھا۔

بیئر کے گلاس نے ویرا کے لیے وقت گزارنے کا مرحلہ خاصا آسان کر دیا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ راج محل میں انسانی سہولتوں اور آسائشوں کی بھرمار تھی لیکن اس عمارت میں انسانوں کا قحط نظر آ رہا تھا۔ جب سے وہ آئی تھی' اس نے دو کے سوا تیسرا آدمی نہیں دیکھا تھا۔

سنیل نے انٹر کام پر دھیمی سرگوشیوں میں خاصی دیر بات کی۔ وہ سلسلہ ختم ہونے پر اندر کہیں ہلکی سی گھنٹی بجی اور چند ثانیوں میں ایک مستعد ملازم اندرونی دروازے سے دفتر میں آ گیا۔ وہ مضبوط جسم کا مالک' نوجوان اور صاف ستھرا تھا۔ شاید سوبھراج نے اپنی نامعلوم ضروریات کے تحت گھر میں صحت مند نوجوان ہی پالے ہوئے تھے۔

"باس سے میری بات ہو گئی ہے۔ اس میم کو اندر لے جاؤ۔" سنیل نے اسے اردو میں ہدایت کی۔ ویرا بالکل انجان بنی' ان دونوں کے چہرے تکتی رہی۔ سنیل نے اسے نئے آدمی کے ساتھ اندر جانے کے لیے کہا تو وہ اپنے گلاس سے آخری گھونٹ لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

سنیل کے دفتر کے باہر' ٹھنڈی راہ داری میں دبیز فرشی قالین بچھا ہوا تھا۔ شاید پورے گھر کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے کوئی مرکزی نظام نصب تھا۔ اس راہ داری کے تیسرے دروازے پر رک کر ملازم نے ہلکی سی دستک دی پھر ویرا کے لیے دروازہ کھول دیا۔

وہ جھجکتے ہوئے اندر داخل ہوئی تو اس کشادہ کمرے میں کسی رعب دار آواز نے اسے اندر آنے کی ہدایت کی۔ ویرا کے قدم خود بخود آگے بڑھ گئے۔ کمرے میں روشنی کا بندوبست کچھ ایسا تھا کہ وہ پہلی نظر میں کسی اور کو نہیں دیکھ سکی تھی۔ چند ثانیوں بعد اس کی نظریں اس ماحول سے مانوس ہوئیں تو اسے بہت بڑی میز کے پیچھے خاصی کم روشنی میں سوبھراج کا چہرہ نظر آ گیا۔ اس کے وجیہہ اور رعب دار چہرے پر اس کی ناک سب سے نمایاں تھی۔

"آؤ میری! تم کیسی ہو۔ میں نے سنا ہے کہ تم وقت سے پہلے یہاں پہنچ گئی تھیں۔" سوبھراج کی آواز دوستانہ اور حوصلہ افزا تھی۔ وہ روانی سے انگریزی بول رہا تھا۔

"سر! میں راستوں سے زیادہ واقف نہیں ہوں۔ حیدر آباد میں بھی مجھے پریشانی اٹھانی پڑی تھی۔ نئے ملک میں پتوں کو تلاش کرنا آسان نہیں ہوتا۔" وہ اپنے سازوسامان کو سنبھالتی ہوئی میز تک پہنچ کر رکی ہی تھی کہ سوبھراج نے اسے بیٹھنے کی پیش کش کی۔ وہ کرسی سنبھال کر بیٹھنے بھی نہ پائی تھی کہ سوبھراج نے اسے اپنا سازوسامان میز پر رکھنے کا مشورہ دیا۔ اس کی آواز میں ترغیب کے ساتھ ہلکا سا تحکم بھی نمایاں تھا۔

اپنا پرس اور ٹیپ ریکارڈر میز پر رکھتے ہوئے اس کے

Downloaded from https://paksociety.com

دل کی دھڑکن یکایک تیز ہو گئی "سر! اگر اجازت ہو تو میں اپنا ریکارڈنگ اپریٹس انٹرویو کے لیے تیار کرلوں۔"

"آرام سے بیٹھو۔ یہ بھی تیار ہو جائے گا۔" اس کی آواز سے بے پروائی مترشح تھی "یہ بتاؤ کیا پینا پسند کرو گی؟"

"کچھ بھی نہیں۔ تمہارے پرسنل سیکریٹری نے مجھے بیئر کا ایک گلاس پلا دیا ہے۔ تم نے چار بجے کا وقت دیا ہے تو اب میں سوچ رہی ہوں کہ یہاں اپنا کام پورا کر کے دن کے اجالے میں ہی حیدر آباد واپس پہنچ جاؤں۔ وہاں مجھے تین انٹرویو کرنے ہیں جو ابھی ادھورے ہیں۔"

"تو تم پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کی سیاسی' مذہبی اور معاشرتی آزادیوں کے بارے میں کام کر رہی ہو!" اس نے تصدیق چاہی۔

"یس سر!" ویرا نے مختصر جواب دیا۔ اسے سوبھراج بہت ٹیڑھا آدمی نظر آرہا تھا۔

"اور نوویڈا کے سینٹرل براڈ کاسٹنگ اسٹیشن سے یہاں آئی ہو!"

"ہاں!" ویرا کو اس کا لب و لہجہ خطرناک حد تک نامانوس سا لگ رہا تھا۔ وہ پل پل میں اپنی کیفیتیں بدل رہا تھا۔

"سنیل نے بتایا ہے کہ ہزاروں میل سے چل کر یہاں آنے کے باوجود تمہارے پاس کوئی وزیٹنگ کارڈ نہیں ہے۔"

"اوہ! میں نے اسے بتا دیا تھا کہ میں عجلت میں اپنا بریف کیس حیدر آباد میں بھول آئی ہوں۔ میرے کارڈز اسی میں رہ گئے ہیں۔"

"انٹرویو سے پہلے میں تمہارا شناختی کارڈ دیکھنا چاہوں گا۔" سوبھراج نے مطالبہ کیا۔

"میں نے بتایا کہ میرا بریف کیس حیدر آباد میں رہ گیا ہے۔ کارڈز کے ساتھ میرے کاغذات اسی میں ہیں۔" ویرا نے بے چینی سے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ اسے یکایک اپنے بدن میں چیونٹیاں سی رینگتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔ سوبھراج نے گفتگو کو بہت خطرناک رخ پر ڈال دیا تھا۔

"تم بہت عجیب باتیں کر رہی ہو۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی پیشہ ور شکاری شکارگاہ میں پہنچنے کے بعد انکشاف کرے کہ وہ اپنی رائفل گھر بھول آیا ہے۔"

"شاید میرا کیس اس وقت ایسا ہی ہے۔ تم چاہو تو میں کل شام کو سب چیزیں لے کر دوبارہ یہاں آسکتی ہوں۔"

"اب آگئی ہو تو آرام سے بیٹھو۔ میں اپنے مہمان کی دل کھول کر میزبانی کرتا ہوں۔ تمہیں خالی ہاتھ نہیں لوٹاؤں گا۔"

"تو کیا میں انٹرویو لینے کی تیاری کرلوں؟" ویرا اس وقت سخت الجھن اور ذہنی دباؤ میں مبتلا ہو گئی تھی۔

"تم ایک دم عجلت میں نظر آنے لگی ہو۔ ذرا صبر سے کام لو۔ پہلے میں تمہارا انٹرویو لے لوں پھر تم اپنی تیاری بھی کر لینا۔ مجھے یہ اطمینان ہونا چاہیے کہ تم وہی ہو جو تم نے بتایا ہے۔ تمہارے پاس اپنی شناخت کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ میرے لیے تشویش اور پریشانی کی بات ہے۔"

"میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ میں دوبارہ سب کچھ لے کر آنے کے لیے تیار ہوں۔ تم یہ بات بھی نہیں مان رہے۔"

"اگر تم فراڈ ہو تو میں تمہیں آسانی کے ساتھ یہاں سے واپس نہیں جانے دوں گا۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تم کون ہو اور کن مقاصد کے تحت یہاں آئی ہو۔"

"تم بہت سخت الفاظ استعمال کر رہے ہو۔ میں اپنی بھول کی وجہ سے یہ سب سننے کے لیے مجبور ہوں ورنہ میں ایسے لب و لہجے کی عادی نہیں ہوں۔"

"تم سختی ہو یا اپنے ساتھ کوئی ہتھیار بھی لے کر آئی ہو؟" اس نے ویرا کے احتجاج کو نظر انداز کرتے ہوئے رسانیت سے پوچھا۔

ویرا تذبذب میں پڑ گئی۔ وہ اقرار کرتی تو سوبھراج کا ماتھا مزید ٹھنک جاتا۔ انکار کرتی تو یہ اندیشہ تھا کہ نوبت تلاشی تک جا پہنچے گی۔ سوبھراج کے تیور اچھے نظر نہیں آرہے تھے۔ اس کے انکار کے بعد اس کے پرس سے بھرا ہوا ریوالور برآمد کرلیا جاتا تو بات بہت زیادہ بگڑ جاتی۔

"مجھے یہاں دن رات سفر میں رہنا پڑتا ہے۔" اس نے تمہید اٹھائی "آس پاس کے شہروں میں بھی جانا پڑتا ہے۔ میں نے سنا ہے اور اخباروں میں بھی پڑھا ہے کہ ان اطراف میں سفر زیادہ محفوظ نہیں ہے۔ راستوں پر ڈاکوؤں' لٹیروں کا راج ہے اس وجہ سے میں اپنی حفاظت کے لیے ایک ریوالور ہر وقت ساتھ رکھتی ہوں۔"

"عقل مندی کرتی ہو!" ویرا کوشش کے باوجود اس کے لہجے میں طنز کا شائبہ محسوس نہیں کر سکی "وہ ریوالور اس وقت بھی تمہارے ساتھ ہو گا۔"

ویرا کو اپنا حلق خشک ہوتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے' میز پر رکھے ہوئے پرس کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ سوبھراج نے سختی سے اسے ٹوک دیا۔

"نہیں..... اسے ہاتھ لگانے کی غلطی ہرگز نہ کرنا ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔" یہ کہتے ہوئے اس نے بہت پھرتی کے ساتھ اپنی میز کی کسی دراز سے ایک پستول نکال کر ویرا پر تان لیا تھا۔ اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا "اگر وہ تمہارے پرس میں ہے تو میں اسے خود نکال لوں گا۔"

"تم زیادتی کر رہے ہو۔ میں تمہیں اس حرکت کی اجازت نہیں دے سکتی۔ تمہیں میرا پرس کھولنے کا کوئی حق

Downloaded from https://paksociety.com

نہیں ہے۔" ویرا بہت زیادہ پریشان ہو گئی۔

"جب تک پستول میرے ہاتھ میں ہے' مجھے تم سے اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔" یہ کہہ کر وہ اپنی کرسی سے اٹھا اور وسیع میز پر جھک کر خالی ہاتھ سے ویرا کا پرس اپنی طرف کھینچ لیا۔

پرس کی زپ کھولتے ہی اسے ریوالور نظر آ گیا۔ اس نے ریوالور نکال کر دوسری چیزوں کو سرسری انداز میں ٹٹولا اور زپ بند کیے بغیر وہ پرس دوبارہ ویرا کی طرف سرکا دیا۔

بات رفتہ رفتہ اور اس انداز میں بگڑی تھی کہ ویرا کو کوئی مدافعانہ کارروائی کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ سوبھراج بہت بھاری اور تحکم آمیز شخصیت کا مالک تھا۔ وہ اپنے مخاطب پر حاوی ہونے کے فن سے پوری طرح واقف تھا۔ اس نے ویرا جیسی چرب زبان عورت کو ایک لمحے کے لیے بھی غالب ہونے کا موقع نہیں دیا تھا۔ پرس سے ریوالور نکالے جانے کے بعد وہ سہمی ہو گئی تھی۔ اس کے پائیں ہاتھ کی دو انگلیوں میں صرف وہ انگوٹھیاں پڑی رہ گئی تھیں جن کے ذریعے وہ سوبھراج کو بے ہوش یا ہلاک کر کے اس پر فریب پنجرے سے نکل سکتی تھی لیکن ان دونوں کے درمیان وسیع و عریض میز حائل تھی۔ سوبھراج کے ہاتھ میں بھرا ہوا پستول دبا ہوا تھا۔ جتنی دیر میں وہ سوبھراج تک پہنچتی' وہ ٹریگر دبا کر ویرا کا کام تمام کر سکتا تھا۔

"ویری گڈ!" سوبھراج کہہ رہا تھا "یہ اچھی بات ہے کہ تم سچ بولتی ہو مگر میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ ایک مشکوک اور اجنبی عورت مسلح ہو کر میرے دفتر میں آئے اور راج محل میں اسے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ ہو۔ اب مجھے دیکھنا ہو گا کہ تم کون ہو اور تمہارے عزائم کیا ہیں۔"

"میں سی بی ایس کی نمائندہ' میری کلارک ہی ہوں۔ تم میری بات کا یقین کیوں نہیں کرتے!"

"ابھی سب سامنے آ جائے گا۔" سوبھراج نے یہ کہہ کر ایک ریسیور اٹھا لیا۔

اس کے داہنے ہاتھ میں پستول بدستور موجود تھا۔ اس کی نظریں ویرا کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ اس نے پستول میز پر رکھ کر' ویرا کے چہرے سے نظریں ہٹائے بغیر دو نمبر دبائے اور پھر دبی دبی غضب ناک آواز میں غرانے لگا "یہ حرام زادی سفید کتیا تیری ماں تھی جو تو نے اسے اندر بھیج دیا۔ اس کے پرس سے ریوالور برآمد ہوا ہے۔ ابھی میں اسے پانچ بجے تک باتوں میں بہلاؤں گا پھر تہ خانے میں لے جا کر وہ رگڑے دوں گا کہ اس کی طبیعت صاف ہو جائے گی اور یہ سب کچھ بتاتی چلی جائے گی۔"

اس نے لمحہ بھر کے لیے خاموش ہو کر دوسری طرف سے کہی جانے والی کوئی بات سنی پھر اسی لب و لہجے میں بولا "اس کے ڈرائیور کو انتظار کرنے دو۔ وہ مر نہیں جائے گا۔ اس لڑکی کی قسمت کا فیصلہ ہونے کے بعد میں ڈرائیور کے بارے میں کچھ بتاؤں گا۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر' مسلسل ویرا کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

ویرا نے پوری کوشش کی تھی کہ اردو میں کی جانے والی اس گفتگو سے لاتعلقی اختیار کیے رہے لیکن وہ سوبھراج کا کہا ہوا ہر لفظ بخوبی سن رہی تھی۔ اسے آنے والے وقت سے خوف محسوس ہونے لگا۔ سوبھراج کے دوسرے آدمیوں کے ملوث ہو جانے کے بعد وہ اسے اپنی کسی انگوٹھی کا شکار کر کے بھی راج محل کی چار دیواری سے نکلنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی تھی۔

"تم اردو زبان سمجھ لیتی ہو؟" سوبھراج نے ویرا سے انگریزی میں سوال کیا تو اس کی آواز ایک مرتبہ پھر نرم ہو گئی تھی۔

"نہیں!" ویرا نے سر ہلا کر کہا "میں صرف انگریزی اور فرنچ جانتی ہوں۔"

"پھر میری آنکھوں نے دھوکا کھایا ہو گا۔" وہ بے پروائی سے بولا "مجھے محسوس ہوا تھا جیسے انٹر کام پر ہونے والی باتیں سن کر تمہارے چہرے کا رنگ اڑ گیا ہو۔"

وہ بہت سکون سے اور دھیرے دھیرے ویرا کو کچوکے لگا رہا تھا۔ ویرا اس کے اس نفسیاتی حربے کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی لیکن اس کے سامنے بالکل بے بس تھی۔ اس نے کہا "کیا تم انٹر کام پر میرے بارے میں کچھ بات کر رہے تھے۔"

"میں ایک وقت میں ایک کام کرنے کا عادی ہوں۔" اس نے پستول کو ہاتھ میں گھماتے ہوئے کہا "اس وقت صرف تم میرے سامنے ہو اور ایک پہیلی بنی ہوئی ہو۔ تم اردو سے اپنی لاتعلقی پر اصرار کر رہی ہو اور مجھے اپنی آنکھوں پر پورا بھروسا ہے۔ میری باتوں پر تمہارا چہرہ دھواں ہو گیا تھا۔"

"اگر تم ایسا سمجھ کر مطمئن ہو تو میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" ویرا نے اپنی بے پروائی ظاہر کرنے کی کوشش کی "میں اپنی بات پر قائم ہوں۔"

"بات میرے اطمینان کی نہیں ہے۔ یہ نکتہ ایک خطرناک سمت کی نشان دہی کر رہا ہے۔ اس وقت بہت سے لوگ شہر بھر میں ایک امریکی لڑکی کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ جو روانی سے اردو بول اور سمجھ لیتی ہے۔ کیا تم روزانہ مقامی اخبارات دیکھتی ہو؟"

آخر کار وہ ناپسندیدہ صورتِ حال سامنے آ ہی گئی تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

ویرا نے مدافعت کی راہ چھوڑ کر قدرے جارحانہ انداز اختیار کرتے ہوئے کہا "ہاں! تم اخباروں کا حوالہ کیوں دے رہے ہو؟"

"کل تم نے ایک بڑا انعامی اشتہار دیکھا ہوگا۔ اشتہار بڑا تھا اور انعام اس سے بھی بڑا۔"

"اوہ...! کہیں تم ویرا لائیڈ اور ڈینی والے اشتہار کا ذکر تو نہیں کر رہے!"

"یہ ایک عجیب اتفاق ہے۔ اردو میں ہونے والی باتوں پر تمہارا ردِعمل دیکھ کر میرا ذہن ادھر بھٹک گیا اور اب مجھے شبہ ہو رہا ہے کہ تم ویرا بھی ہو سکتی ہو۔"

ویرا نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا اور اپنی آواز سے خود ہی ڈر گئی۔ وہ قہقہہ کھوکھلا اور بے جان تھا۔ اس نے کہا "اگر تم مذاق کر رہے تو یہ بہت سنگین اور بے رحمانہ مذاق ہے۔"

"مرد اپنی بیوی یا محبوبہ سے مذاق کرتے ہیں۔ تم سے میرا ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ میں نے سنجیدگی سے اپنے شبہے کا اظہار کیا ہے۔ ابھی اس کی تصدیق ہوئی جاتی ہے۔"

اس نے ایک مرتبہ پھر سنٹل سیکریٹری سے رابطہ کر کے پچھلے دن کے اخبارات طلب کیے جو ذرا سی دیر میں ایک لڑکا اندر لے آیا۔

لڑکے کے چلے جانے کے بعد سوبھراج نے ایک بڑے انگریزی اخبار کا پہلا صفحہ اپنے سامنے پھیلا لیا اور اس میں چھپی ہوئی تصویر سے ویرا کے چہرے کا موازنہ کرنے لگا۔ اس نے کئی بار تصویر کو اور پھر ویرا کے چہرے کو دیکھا پھر سر کو اوپر سے نیچے جنبش دیتے ہوئے بولا "تصویر میں فرق ضرور ہے لیکن خدوخال میں تمہاری گہری مشابہت جھلک رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں نے اشتہار میں تمہاری کوئی پرانی تصویر لگائی ہو۔"

"تم بلاوجہ وہم میں پڑ رہے ہو۔ ایسی مشابہت تمہیں ہر تیسری چوتھی امریکی لڑکی میں مل جائے گی۔" ویرا نے اس کی بات کاٹ کر بزورِ لہجے میں کہا "تم یقین کرو کہ میں ویرا ہوں اور نہ اس نام کی کسی لڑکی کو جانتی ہوں۔"

"مجھے فریب دینے کی کوشش نہ کرو۔" سوبھراج نے سختی سے کہا "اگر تم نے شرافت سے اپنی اصلیت تسلیم نہ کی تو پھر مجھے ٹیڑھی انگلیوں سے گھی نکلوانا پڑے گا۔"

"تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو، ہراساں کر رہے ہو۔ میں تمہاری شکایت کروں گی۔"

"شٹ اَپ!" وہ اپنا بایاں ہاتھ میز پر مار کر ویرا پر پہلی بار غرایا "میں ایسا لہجہ سننے کا عادی نہیں ہوں۔ مجھ سے ہوش میں رہ کر بات کرو۔ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں ہے تو مجھے امریکا میں سی بی ایس کے کسی ذمہ دار اہل کار کا نام اور فون نمبر بتاؤ۔ میں اسے فون کر کے ابھی تمہارے بیان کی تصدیق کیے لیتا ہوں۔"

وہ سوبھراج کا سب سے مضبوط مطالبہ تھا۔ جس کا ویرا کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اپنی کمزوری کو چھپانے کے لیے وہ برہمی کے مظاہرے پر اتر آئی "مجھے تم ذہنی مریض معلوم ہوتے ہو۔ نارمل ہوتے تو ایسی بہکی بہکی باتیں نہ کرتے۔ میں تمہاری ملازم نہیں ہوں کہ تمہارے ہر مطالبے کا جواب دوں۔ انٹرویو دینا ہے تو دو ورنہ مجھے واپس جانے دو۔"

"اب تم اتنی آسانی سے واپس نہیں جاؤ گی۔" اس کے ہونٹوں پر استہزائیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ ادھ کھلے ہونٹوں میں سے اس کے سفید دانت کسی بھیڑیے کے دانتوں کی طرح چمک رہے تھے۔ وہ اپنی بات پوری کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "یہاں لوگ اپنی مرضی سے آتے ہیں مگر ان کی واپسی میری مرضی سے ہوتی ہے۔"

ویرا بے بسی سے اسے گھورتی رہ گئی۔ اس کے پاس سوبھراج کی باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔

"اور کچھ نہیں تو مجھے حیدر آباد کے ان تین لیڈروں کے نام بتاؤ جن کے تم انٹرویوز لے رہی ہو۔" ویرا کو خاموش پا کر اس نے چند ثانیوں بعد کہا "میری سب سیاست دانوں سے گہری دوستیاں ہیں۔ میں فون پر ان سے معلوم کیے لیتا ہوں۔ تینوں میں سے کسی ایک نے بھی تصدیق کر دی کہ تمہارا بریف کیس اس کے یہاں رہ گیا ہے۔ تو میں تمہاری ہر بات مان لوں گا۔"

"اب مجھے تمہارے انٹرویو یا کسی اور بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ مجھے یہاں وحشت ہو رہی ہے۔ میں اسی وقت واپس جانا چاہتی ہوں۔"

"نہیں ویرا۔ اب یہ ممکن نہیں رہا۔" اس نے سرد لہجے میں کہا "تم بہت مشکل سے ہاتھ آئی ہو۔ اب میں تمہیں چارہ بنا کر ڈینی کا شکار کھیلوں گا۔ وہ آج کل بہت اونچا اڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔ تمہاری وجہ سے اب اسے میرے قدموں میں جھکنا پڑے گا۔"

ویرا کے لیے خود کو میری کلارک ثابت کرنے کے سب دروازے بند ہو چکے تھے۔ اس کی سوبھراج سے نجات بس ایک نکتے پر منحصر رہ گئی تھی کہ اسے سوبھراج پر کب اور کون سی انگوٹھی آزمانے کا موقع ملتا ہے۔ اس کے لیے سوبھراج کا اس کے قریب آنا ضروری تھا۔

جب تک وہ خود کو میری کلارک ثابت کرنے پر اڑی ہوئی تھی، اس کا دل کنپٹیوں میں دھڑک رہا تھا، وجود میں بے چینی رچی ہوئی تھی اور ذہن ماؤف سا ہو رہا تھا۔ جونہی اس

Downloaded from https://paksociety.com

نے ویرا بن کر سوبھراج کو اپنے جال میں پھانسنے کا ارادہ کیا' وہ خود کو توانا محسوس کرنے لگی اور بہت تیزی سے پرسکون ہوگئی۔

"تھوڑی دیر کے لیے فرض کرلو کہ میں میری نہیں' ویرا ہوں۔ ایسی صورت میں تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟" اس نے نہایت پرسکون لہجے میں سوبھراج سے پوچھا۔

"اب تم راہِ راست پر آئی ہو۔" وہ فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا "ایسی صورت میں اگلا کوئی قدم اٹھانے سے پہلے میں تمہارے ساتھ کھیلوں گا۔"

"میں بھی کھیلوں کی شوقین ہوں۔ تم کونت نئے تماشے دکھاؤں گی۔ تم مجھ سے اتنی دور کیوں بیٹھے ہو..."

میں نے تمہارا بہت شہرہ سنا تھا مگر تم اتنی حسین نہیں ہو۔" سوبھراج نے اس کی بات کاٹ کر کہا "میری حسین ترین لڑکیوں سے لمبی دوستیاں رہی ہیں۔ میں اتنا گیا گزرا نہیں ہوں کہ تمہارے ایک اشارے پر تمہارے پہلو سے لگ کر بیٹھ جاؤں۔ کھیل کے میرے اپنے طریقے اور اصول ہیں۔ میں اپنی مرضی سے کھیلتا ہوں۔ ابھی میں تم کو سیر کے لیے بھیجتا ہوں۔ اس سیر میں تم میری خاص مسمری بھی دیکھو گی جس کے نرم بستر کے نیچے' زنجیروں کے ساتھ ہلکی ہتھکڑی اور بیڑیاں کسی ہوئی ہیں۔"

"مجھے یہ سب سنا کر دہشت زدہ کرنے کی کوشش مت کرو۔ میں نے تم سے ایک مفروضہ بات کہی ہے میں ویرا نہیں ہوں۔"

"تمہارے کہنے سننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں اپنے شبے کی تصدیق کروں گا۔ تم دنیا کی ہر بات کو جھٹلا سکتی ہو لیکن تمہارے فنگر پرنٹس جھوٹ نہیں بولیں گے۔ کسی بھی امریکی ایجنسی کا مقامی دفتر' کمپیوٹر پر موازنہ کرکے بتا دے گا کہ تم کون ہو۔ ان کے ریکارڈ میں تمہارے فنگر پرنٹس محفوظ ہیں۔"

سوبھراج کی وہ بات بہت وزنی تھی۔ گفتگو کرتے ہوئے وہ تیزی کے ساتھ سوچتا بھی جارہا تھا۔ ویرا کی شخصیت کو بے نقاب کرنے کے حربے اسے ایک ایک کرکے سوجھ رہے تھے اور وہ انہیں اسی ترتیب سے پیش کرکے ویرا کو پریشان کررہا تھا۔

اس نے اپنی پوری گفتگو میں کہیں بھی امریکی حمایت وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا لیکن فنگر پرنٹس والی بات ایسی تھی کہ اس میں امریکی ریکارڈ اور اعانت کا ذکر آنا ناگزیر تھا۔ ویرا کو علم تھا کہ سوبھراج کے نام اور نک سے کتنے گہرے مراسم تھے۔ سوبھراج کی فرمائش پر وہ آدھی رات کو بھی اس کے لیے کام کرنے پر کمربستہ ہوسکتے تھے۔

ویرا اپنے حریف کے پے در پے جارحانہ سوالات سے زچ آگئی تھی۔ اس کے پاس سوبھراج کے بیشتر سوالوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اسے رہ رہ کر میری بات یاد آرہی تھی۔ اس نے وقت کی کمی کے باوجود کئی کام پورے کرلیے تھے لیکن اسے احساس ہورہا تھا کہ سوبھراج جیسے چالاک اور خرانٹ مجرم کا سامنا کرنے کے لیے اس کا ہوم ورک مکمل نہیں تھا۔

اسے سوچنے سمجھنے کے لیے کچھ وقت درکار تھا۔ وہ سوبھراج کی ذات کے سحر سے آزاد ہوکر ہی کچھ سوچ سکتی تھی۔ اس کے لیے سوبھراج کی مجوزہ سیر بہت مناسب تھی۔

"فنگر پرنٹس لے کر اپنا یہ ارمان بھی پورا کرلینا۔ تمہیں ناکامی ہوگی۔ یہ بتاؤ کہ سیر کا آغاز کب ہوگا۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ تمہاری ذہنی رو کدھر چلتی ہے۔" ویرا نے اس سے کہا۔

سوبھراج کی نظریں ویرا کے عقب میں لگی ہوئی دیوار گیر گھڑی کی طرف اٹھ گئیں۔ ویرا نے جلدی سے اپنی رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی تو پانچ بجنے میں چند منٹ باقی تھے اور سوبھراج کے لیے میری فون کال آنے میں صرف اتنے ہی منٹ باقی رہ گئے تھے۔

سوبھراج نے گھنٹی بجا کر لڑکے کو بلایا اور اس کے ذریعے سنیل کو فوری طور پر اپنے دفتر میں طلب کرلیا۔

سنیل اپنے کمرے میں شیر تھا۔ اپنے باس کے کمرے میں آیا تو بھیگی بلی بنا ہوا تھا۔ وہ ادب سے سینے پر ہاتھ باندھ کر میز کے سامنے کھڑا ہوگیا۔

"میری کوبہ خانے کی سیر کرا لاؤ۔ زیادہ دیر لگانے کی ضرورت نہیں۔ بس دس پندرہ منٹ کافی ہیں۔" سوبھراج نے اسے ہدایات دی۔

ویرا کے بیگ سے ریوالور نکال لیا گیا تھا۔ اس میں کوئی خاص چیز نہیں رہی تھی۔ ویرا نے اسے وہیں میز پر چھوڑا اور سنیل کے ساتھ تہ خانے میں جانے کے لیے اٹھ گئی۔

❂✕❂

اول خان اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر ساڑھے چار بجے ہی ہمارے گھر پہنچ گیا تھا۔ سوبھراج سے پانچ بجے فون کرنے کی بات اسی کے سامنے ہوئی تھی۔ سوبھراج سے ہونے والی لفظ بہ لفظ گفتگو وہ اپنے کانوں سے سننا چاہتا تھا۔

"تمہارے باس نے تمہیں سوبھراج سے دور رہنے کا مشورہ دیا ہے۔ یہ گفتگو تمہارے لیے بے سود رہے گی۔" چائے نوشی کے دوران میں نے اسے چھیڑا۔

"اس وقت بھی میں سوبھراج سے بہت دور اور تمہارے نزدیک ہوں۔ میری موجودگی میں اگر تم اسے فون

Downloaded from https://paksociety.com

کرتے ہو اور میں تم دونوں کی باتیں سن لیتا ہوں تو اس سے کوئی حکم عدولی نہیں ہوتی۔ باس نے مجھے تم سے دور رہنے کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں دی ہے۔"

"مخبری بھی ہو سکتی ہے کہ تم حکم مل جانے کے باوجود سوبھراج کے معاملے میں کافی دلچسپی لے رہے ہو!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مخبری کون کرے گا؟" غزالہ نے اپنی ٹانگ اڑا دی "میں' آپ یا سلطان شاہ!"

"احکام اپنی جگہ ہیں۔ میں ایس ٹی ایف کا افسر ہونے کے ساتھ ساتھ اول خان بھی ہوں۔ میری بھی کوئی شخصیت ہے' پسند ہے' ناپسند ہے۔ میں اس خبیث کے خلاف کچھ کرنے سے قاصر ہوں تو کم از کم تمہیں مشورہ تو دے سکتا ہوں۔ میں یہاں ہوتا تو شاید ویرا کو سمجھا بجھا کر ادھر جانے سے روک لیتا۔"

"وہ سمجھنے والی شے نہیں ہے۔" غزالہ نے سر جھٹک کر کہا "اس کے دماغ میں کوئی بات بیٹھ جائے تو اسے نکالنا مشکل ہو جاتا ہے۔"

"وہ ضدی تو ہے۔" اول خان نے اعتراف کیا "سوبھراج سفید پوش اور باروسوخ بدمعاش ہے۔ اسے ویرا پر ذرا بھی شک ہو گیا تو کوئی اس کی مدد نہیں کر سکے گا۔"

"دعا کرو کہ وہ پانچ بجے سے پہلے ہی انٹرویو سے فارغ ہو کر وہاں سے نکل جائے۔" غزالہ دعائیہ لہجے میں بولی "انٹرویو کے لیے ایک گھنٹا بہت ہوتا ہے۔"

"سلطان شاہ ڈرائیور بن کر اس کے ساتھ گیا ہے۔ ویرا کے ساتھ خدانخواستہ کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو وہ خبر پہنچانے میں دیر نہیں لگائے گا۔" میں نے امید ظاہر کی "ہو سکتا ہے کہ ویرا وہاں سے فارغ ہو کر نکل چکی ہو اور تھوڑی دیر میں یہاں پہنچنے والی ہو۔"

"وہ یہاں سے گئی تو بات اتنی سنگین محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اس کے جانے کے بعد میرے دل میں طرح طرح کے وسوسے آنے لگے۔" غزالہ نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے بتایا۔

"آج کافی دنوں بعد مجھے غزالہ کے ساتھ گھر میں آزادی کے ساتھ ہنسنے بولنے کا موقع ملا تھا مگر ذرا سی دیر کے لیے بھی دھیان ادھر نہیں گیا۔ جب سے وہ دونوں گئے ہیں' ذہن مسلسل انہی کی طرف لگا ہوا ہے۔ اس کے آنے پر ہی یہ تناؤ ختم ہو گا۔"

"یہ بتاؤ کہ اس وقت تم اس سے کیا بات کرنے والے ہو!" اول خان نے یکایک بات کا رخ بدل دیا۔

"میں پہلے سے کیا کہہ سکتا ہوں۔ دیکھنا پڑے گا کہ وہ کیا کہتا ہے۔" میں نے کہا۔

"کاش اس سے بات ہونے سے پہلے ویرا گھر لوٹ آئے تو پھر اس سے ڈٹ کر بات کی جا سکے گی۔" غزالہ درمیان میں بول پڑی۔

"تھوڑی دیر کے لیے ویرا کو بھول جاؤ۔" اول خان نے بزرگانہ سختی سے کہا "راستہ لمبا ہے۔ اس طرف ٹریفک بھی گندا ہوتا ہے۔ اسے آنے میں دیر سویر ہو سکتی ہے۔"

"مجھے کیوں ڈانٹ رہے ہو۔ بات تو ان کو کرنی ہے۔" غزالہ نے میری طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"میں ڈانٹ نہیں رہا۔ سمجھا رہا ہوں کہ محض کچھ دیر کے لیے ویرا کو بھول کر ڈیڈی کو اپنا ذہن بنا لینا چاہیے۔"

"میرے ذہن میں ایک بنیادی بات موجود ہے۔ میں اس سے یہ مطالبہ نہیں کر سکتا کہ وہ خود کو قانون کے حوالے کر کے اپنے جرائم کا اعتراف کر لے۔ اس کے سوا اس سے ہر بات کی جا سکتی ہے اور وہ میں ضرور کروں گا۔ اس وقت وہ سخت دباؤ میں ہے۔ میں اس سے کھل کر بات کروں گا۔"

باتوں میں وقت دھیرے دھیرے گزرتا رہا۔ اس دوران میں میرے کان دروازے کی طرف لگے ہوئے تھے لیکن یوں ہی انتظار میں پانچ بج گئے اور میں نے فون پر سوبھراج کا سیٹ لائٹ نمبر ملانا شروع کر دیا۔

سوبھراج میری کال کا منتظر تھا۔ اس کی طرف سے پہلی گھنٹی پر ہی جواب مل گیا "تم وقت کے بہت پابند معلوم ہوتے ہو۔ یہ اچھی بات ہے۔"

"میں وقت اور زبان دونوں کا پابند ہوں۔ تمہارا راز میرے سینے میں دفن ہے ابھی تک کسی کو اس کی ہوا نہیں لگی۔" میں نے کہا۔

"یہ صرف تمہارا کمال نہیں ہے۔ اس میں میری خوبی کا بھی دخل ہے۔ میں کل سے اول خان کو بھولا ہوا ہوں لیکن تم نے سیتا کو مار کر اچھا نہیں کیا۔"

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ اسے میں نے مارا ہے؟"

"شہر میں تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے سوا کون اس کے بارے میں جانتا تھا۔"

"میں نے خود تم کو اس کے بارے میں بتایا تھا۔ تم اس کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے کیونکہ اس نے تمہارے سارے راز میرے سامنے اگل دیے تھے۔ تم اس سے خار کھائے بیٹھے تھے۔ اسے مار کر اب اس کا خون میرے گلے میں ڈال رہے ہو۔"

"مجھے اس کتیا سے بدلہ لے کر خوشی ہوتی۔" اس کی آواز تلخ ہو گئی "لیکن میرے آدمی اسے تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اس کی لاش کے قریب اس کے زیر

Downloaded from https://paksociety.com

جامے کے ملنے سے میرا دھیان تمہاری طرف گیا تھا۔ یہ بات صرف تمہیں اور تمہارے ڈریسنے مجھے معلوم تھی کہ اس کی شناخت زیر جامے میں پوشیدہ ہے۔"

"اس بارے میں' میں خود فکر مند تھا۔ وہ زیر جامہ پہن کر گئی تھی۔ وہ میرے پاس چھوڑنے والی چیز نہیں تھی۔"

"شاید تم پھر میرے اعصاب کا امتحان لینا چاہ رہے ہو۔ کیا میں یہ سمجھ لوں کہ ہم دونوں کے سوا کوئی تیسری پارٹی بھی اس راز سے واقف ہو چکی تھی!"

"اگر تم مصر ہو کہ تمہارے ہاتھ صاف ہیں تو پھر یہی ایک نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔"

"تمہاری بہت سے لوگوں سے پرانی دشمنی چلی آ رہی ہے۔ تم نے اسے تاک کر اٹھایا تھا اس لیے اس سے سب کچھ اگلوانے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ کسی اور کو بلاوجہ کوئی بات کیوں بتاتی۔"

"یہ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ اس نے کسی کو کچھ بتایا ہو گا۔"

"تم خود غور کرو۔ حالات تمہارے سامنے ہیں۔ اس کو مارنے والے کو یہ معلوم تھا کہ زیر جامے کے بغیر سیتا کی شناخت نہیں ہو سکے گی۔ زیر جامہ اس کے قتل کے بعد جائے واردات پر ڈالا گیا تھا۔ کوئی اور صورت ہوتی تو وہ اس کے بدن پر موجود ہوتا۔ شاید وہ پولیس کی زیادہ توجہ کا مرکز بھی نہ بنتا۔ وہ کسی اور کو آسانی سے یہ راز نہیں بتا سکتی تھی کہ وہ سیتا کانت نامی بلیک کیٹ ہے۔ یہ موٹی سی بات تم خود بھی سمجھ سکتے ہو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ تیسری پارٹی کون ہے۔"

"یہ تمہارا درد سر ہے۔ اس سے مجھے کوئی غرض نہیں۔ وہ میرے قبضے میں آئی' میں نے اس سے سب کچھ اگلوایا اور پھر اسے رہا کر دیا۔"

"میں یہ کیسے مان لوں کہ تم نے اسے رہا کر دیا ہو گا۔۔۔"

"سنو سوبھراج!" میں نے قدرے تلخی سے اس کی بات کاٹ دی "میں اس بارے میں تم کو جواب دینے کا پابند نہیں ہوں پھر بھی یہ بتا رہا ہوں کہ میری قید سے آزادی کے بعد اس نے تم کو کہیں سے فون کیا تھا اور اپنے پکڑے جانے کا قصہ گول کر دیا تھا۔ اس وقت وہ میری تحویل میں ہوتی تو تم سے کسی قسم کا رابطہ قائم نہیں کر سکتی تھی۔"

"تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔ مجھے میدان میں دور دور تک کوئی تیسرا فریق نظر نہیں آتا۔"

"یہ تمہاری نگاہ کی کمزوری ہے۔" میں نے برجستہ کہا "ٹام اور نک تمہارے سامنے ہیں۔ اگر تم خود ان کو دیکھنا نہ چاہو تو اور بات ہے!"

"ٹام اور نک!" فون پر اس کی تحیر زدہ بے ساختہ آواز ابھری پھر اس نے فوراً ہی قلابازی کھائی "یہ کون ہیں؟"

"اب اتنے بھولے اور انجان نہ بنو!" اس کی مکاری پر میری آواز تلخ ہو گئی "تم ان ہی دونوں کے ایما پر بنے ہوئے تھے۔" میں نے وہ بات بھی چھیڑ دی جو مجھے کرنل داور کے روپ میں معلوم ہوئی تھی۔

"اب تم نے بے سروپا باتیں شروع کر دی ہیں' میرے لیے یہ دونوں نام اجنبی ہیں۔" اس نے ڈھٹائی سے کہا۔

"کیا یہ غلط ہے کہ تم نے نک کے ایما پر اپنے کسی آدمی سے ارجن کو مروا دیا تھا۔" میں چبھتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"تم مجھے اپنی معلومات سے مرعوب کرنے کے چکر میں بہک رہے ہو۔ ارجن کو میں نے نہیں مروایا تھا۔ وہ میرا گہرا دوست تھا!"

"وہ تمہارا دوست ضرور تھا لیکن اس کے گلے پر چھری پھیرنے کا حکم تمہارا ہی تھا۔ تم اس بات کو مانو یا نہ مانو' میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ تمہارے انکار سے حقائق نہیں بدل سکتے۔"

جب تک سیتا زندہ تھی' میری ساری توجہ اس کی ذات پر مرکوز تھی۔ میں جلد از جلد اس کے خاتمے کا خواہاں تھا اور وہ کام سوبھراج سے لینا چاہ رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ پچھلے روز سیتا کی ذات میری اور اس کی گفتگو کا محور بنی رہی تھی۔ میں نے اپنا سارا زور بیان یہ ثابت کرنے میں صرف کر دیا تھا کہ سوبھراج کے ذاتی رازوں کا انکشاف سیتا نے کیا تھا۔ میری اس کوشش کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا تھا۔ میں نے واقعات کی کڑیاں اس طرح ملائی تھیں کہ سوبھراج کے لیے میری باتوں پر اعتبار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا تھا۔ وہ سیتا کے لہو کا پیاسا ہو گیا تھا۔

یہ سوبھراج کے ستاروں کی گردش تھی کہ اس کے آدمی سیتا تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو سکے اور ان کی طرف سے کوئی پیش رفت ہونے سے پہلے غزالہ نے اس مکار بلیک کیٹ کو جہنم واصل کر دیا۔ میں نے سیتا کے حوالے سے سوبھراج کو کئی ایسی باتیں باور کرا دی تھیں کہ سیتا کی موت پر اس کا تلملانا بجا اور قابل فہم تھا۔

سیتا کی ہلاکت سے سوبھراج کے لیے ایک اہم باب بند ہو گیا تھا۔ وہ سیتا سے بازپرس کر کے میری سنائی ہوئی کہانی کی تصدیق کرنے کا موقع کھو چکا تھا۔

اس وقت میرے لیے سیتا کی کوئی اہمیت نہیں رہی تھی۔ وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکی تھی۔ اس کے راستے سے ہٹ جانے کے بعد میری ساری توجہ ان حریفوں پر مرکوز ہو گئی تھی جو اس وقت زندہ تھے اور پوری مستعدی کے ساتھ اپنی ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے۔

Downloaded from https://paksociety.com

"میں حیران ہوں کہ کون تم کو میرے خلاف ورغلا رہا ہے۔" سوبھراج کہہ رہا تھا "چلو' میں نے مان لیا کہ سیتا نے تمہیں میرا سیٹ لائٹ فون نمبر دیا۔ اس نے تمہیں یہ بھی بتا دیا کہ اس نے ہوٹل کے ایک کمرے میں کوبرا سے ملنے کے بعد' چھپ کر اس کمرے کی نگرانی کی تو اس نے وہاں سے حشمت کو برآمد ہوتے دیکھا۔ جس کی ناک کی بناوٹ میری ناک کی طرح تھی۔ سیتا کے مارے جانے کے بعد میرے پاس تمہارے ان دعوؤں کی تائید یا تردید حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہا۔ اب تم نئی باتیں کر رہے ہو۔ یہ تمہارے کانوں میں کون پھونک رہا ہے۔"

"میں اپنے حریفوں کے خلاف پوری توجہ مرکوز کر کے کام کرتا ہوں اور اس کا نتیجہ سامنے آتا ہے۔ سیتا پر تمہیں حد سے زیادہ اعتماد تھا۔ تمہاری وہ خوش فہمی دور کرنے کے لیے میں نے تمہیں بتا دیا کہ تمہاری ذات کو تمہاری اس چہیتی بلیک کیٹ نے بے نقاب کیا ہے۔ اب مجھ سے یہ توقع نہ رکھنا کہ میں تمہیں اپنی معلومات کے ہر ذریعے کے بارے میں بتا دوں گا۔ تم سفاک آدمی ہو۔ سیتا کو مار سکتے ہو تو منہ بند کرنے کے لیے دوسروں کے ساتھ بھی یہی سلوک کر سکتے ہو۔"

"تم پھر سیتا کے قتل کا الزام میرے سر تھوپ رہے ہو۔ میں نے اسے مارا ہوتا تو اس کی لاش کو بے نام و نشان رہنے دیتا۔ مجھے زیر جامہ وہاں ڈالنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"اپنی ضرورتوں کو تم خود سمجھتے ہو۔ مجھے اس بارے میں مغز سوزی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"مجھے ایسا نظر آ رہا ہے جیسے تمہارے لیے اب دنیا میں دوسرا کوئی کام باقی نہیں رہا۔ تم ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔"

"تم ٹھیک سمجھ رہے ہو۔ میں جس کے خلاف کام کرتا ہوں' اس پر اپنی پوری توجہ مرکوز کر دیتا ہوں۔ یہ بات میں ابھی تم کو بتا چکا ہوں۔"

"تم خاک کوئی کام نہیں کر رہے۔ تم مجھے بدنام کرنے کی کوششیں کر رہے ہو۔"

"آج تم عزت دار بنے ہوئے ہو۔ تمہارا ماضی قابلِ فخر نہیں تھا۔"

"ماضی میں مت جاؤ۔ آج کی بات کرو۔ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو میں تمہیں تمہارے حمایتیوں سمیت' چیونٹیوں کی طرح مسل دوں گا۔"

"کوشش کر کے دیکھ لو۔ کل میں نے بلاوجہ تم سے سمجھوتا کیا۔ اول خان شیر نر ہے۔ تم چاہو تو اس پر بھی اپنا اقتدار آزما سکتے ہو۔ وہ تمہیں منہ توڑ جواب دے گا۔"

"کیا میں یہ سمجھ لوں کہ تم کل کا سمجھوتا ختم کر رہے ہو؟" اس کی تیز آواز آئی۔

"بعض اوقات تم بہت زیادہ سمجھ داری کا مظاہرہ کرنے لگتے ہو۔" میں نے استہزائیہ لہجے میں کہا۔

"اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اب تم اپنی زبان بند نہیں رکھو گے۔ میرے خلاف زہر پھیلاؤ گے۔" اس کی آواز میں چیلنج تھا۔

"میں ایسی گھٹیا حرکتیں نہیں کرتا۔ میں صرف ان حقائق کو سامنے لے آؤں گا۔ جو ابھی تک میرے سینے میں دفن ہیں۔"

"تمہیں یہی کرنا تھا تو تم نے کل مجھ سے سودے بازی کیوں کی تھی؟" اس نے ترش لہجے میں پوچھا۔

"میں اسے کیا بتاتا کہ اس وقت سیتا کا خاتمہ میری ترجیحات میں سرفہرست تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہم میں سے کوئی اتنی آسانی سے سیتا کو مار لے گا۔ پچھلے روز سوبھراج سے بات کرتے ہوئے میرے ذہن میں صرف ایک بات سمائی ہوئی تھی کہ سیتا سے اپنے قریبی رابطے کی وجہ سے وہ اسے تلاش کرنے اور قرار واقعی انجام تک پہنچانے کے سلسلے میں سب سے زیادہ موزوں شخص تھا۔ سوبھراج وہ کام سرانجام دے لیتا تو پھر اس سے آگے کی بات کی جا سکتی تھی۔

"وہ کل کی بات تھی جس پر میں اب تک کاربند تھا۔ اب میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ وہ سمجھوتا ختم ہو گیا۔ تم اپنی کھال بچانے کی تیاری کرو۔"

"اور میں بھی کھلے ہاتھوں سے اپنا وار کر گزروں۔ سمجھ لو کہ میرا پہلا اور آسان ترین نشانہ اول خان ہی ہو گا۔"

"وہ میری اپنی تجویز تھی جو اول خان کو سرے سے پسند نہیں آئی۔ وہ ان گیدڑ بھبکیوں سے ڈرنے والا ہوتا تو کبھی کا

غلط فہمی

سجاد صاحب کی ملاقات کافی عرصے بعد رشید صاحب سے ہوئی تو وہ رشید صاحب کو ایک دفتر میں نوکری کرتے دیکھ کر حیرت سے بولے "آپ نوکری کر رہے ہیں؟ آپ نے تو بڑی دھوم دھام سے بزنس شروع کیا تھا اور آپ کی باتوں سے لگتا تھا کہ آپ تو پیدائشی بزنس مین ہیں.....!"

رشید صاحب ٹھنڈی سانس لے کر بولے "آپ کو بھی میرے بارے میں وہی غلط فہمی ہوگئی جو مجھے خود اپنے بارے میں تھی۔"

Downloaded from https://paksociety.com

گوشہ نشین ہو چکا ہوتا۔"

"وہ گوشہ نشین تو کیا ہوگا' اب میں اسے پیوند زمین ہی کروں گا۔ میرے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔" وہ غرایا "ابھی تم تک اور ٹام کے بارے میں کیا بک رہے تھے۔"

میں اس کی کیفیت کا اندازہ کرکے دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ وہ مجھے ڈرا دھمکا کر خاموش رکھنے کی کوششوں میں ناکام ہونے کے بعد دوبارہ اپنی سلامتی کے لیے متفکر ہو گیا تھا۔ بات اول خان کی ہو رہی تھی لیکن وہ یکایک ٹام اور نک کو درمیان میں لے آیا تھا۔

"اپنی تصحیح کرلو۔ میں بک نہیں رہا تھا بلکہ فرما رہا تھا کہ تمہارے اور ان کے گٹھ جوڑ کے بارے میں مجھے بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے۔"

"تمہارا یہ دعویٰ مجھے متاثر نہیں کرسکا۔ کچھ جانتے ہو تو ذرا مجھے بھی بتاؤ۔"

میں نے فوری طور پر سوچا۔ میں ایس ٹی ایف کے کرنل داور کے روپ میں نک سے بہت کچھ اگلوا چکا تھا۔ میرے اور اس کے ٹیلی فونک مراسم ایک ایسے موڑ پر پہنچ گئے تھے کہ ان میں آئندہ بہتری کے کوئی آثار نہیں تھے۔ ہر اعتبار سے خرابی اور تلخی ہی پیدا ہونی تھی۔ اگر سوبھراج کے ذریعے اسے یہ معلوم ہو جاتا کہ اس کے اور کرنل داور کے درمیان ہونے والی بعض باتیں ڈینی نے سوبھراج کو بتائی ہیں تو اس سے مزید کوئی بڑا بگاڑ پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔

"وہ صورت حال کا حقیقی تجزیہ تھا پھر بھی میں نے محتاط رہتے ہوئے کہا "میں دو باتیں جانتا ہوں۔ تمہاری ان دونوں سے ملی بھگت ہے اور ارجن کو تم نے مروایا تھا۔"

"ابھی ذرا سی دیر پہلے تم نے کہا تھا کہ میں نے نک کے ایما پر ارجن کو مروایا تھا۔" اس کی تجسس آمیز آواز آئی۔

"میں نے بالکل کہا تھا اور اب بھی اپنی اس بات پر قائم ہوں۔"

"تم کو معلوم ہے کہ وہ دونوں ذمہ دار غیر ملکی افسر ہیں اور انہیں پاکستان میں سفارتی تحفظ حاصل ہے!"

"ابھی تم ان کو جاننے سے منکر تھے۔ اب ان کی وکالت کر رہے ہو۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ تمہارا حافظہ کام کرنے لگا ہے۔"

"ان کے بارے میں بے بنیاد افواہیں پھیلا کر تم ایک سنگین جرم کے مرتکب ہو رہے ہو۔"

"تمہیں کچھ بتانے کو افواہیں پھیلانے کے زمرے میں شمار نہیں کیا جاسکتا لیکن تم نہیں بچ سکو گے۔ تمہارے خلاف فرد جرم طویل ہوتی جا رہی ہے۔"

"ڈینی! تم ننگ آدمی ہو۔ تمہاری کوئی عزت اور ساکھ کا لے دھندوں میں ہاتھ ڈالا تھا۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو' بکواس کر رہے ہو۔ میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔" اس کی مضطربانہ آواز آئی۔

"اس کا فیصلہ آنے والا وقت کرے گا۔ میرے لیے تمہارے یہ سب الفاظ بے وقعت ہیں۔"

"سمجھ لو!" اس کی آواز معنی خیز ہو گئی "میرے ہاتھ خالی نہیں ہیں۔ اس وقت بھی میں تمہاری شہ رگ دبا سکتا ہوں۔"

اس کا لب و لہجہ یکایک بدل گیا تھا۔ میں اندرونی ہیجان میں مبتلا ہو گیا۔ سوبھراج کے لہجے کی اس تبدیلی پر حیرت سے اول خان کا دہانہ بھی کھل گیا تھا۔

"دبا سکتے ہو تو دبا دو۔ تمہیں اس کی پوری اجازت ہے!" میں نے پرسکون رہنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"لو' پھر مس میری کلارک سے بات کرو۔ وہ تمہیں میری بات کا پورا مفہوم سمجھا دے گی۔" اس کی دھیمی' غراتی ہوئی اور فاتحانہ آواز ابھری۔

قدرے سکوت کے بعد سوبھراج کے سیٹ لائٹ فون سے مجھے ویرا کی کمزور اور پریشان آواز سنائی دی اور میرا دل اچھل کر گویا حلق میں آگیا۔ ایک گھنٹے سے زیادہ وقت راج محل میں گزارنے کے باوجود وہ وہیں پھنسی ہوئی تھی اور سوبھراج اس سے میری بات کروا رہا تھا۔ یہ اچھی علامتیں نہیں تھیں۔

نہیں ہے اس لیے تم مجھے کھلے مقابلے کی دھمکیاں دے رہے ہو۔ میں عزت دار آدمی ہوں۔ اپنی ساکھ اور عزت سے ڈرتا ہوں۔ اسے میری کمزوری مت سمجھو۔ میرے ہاتھ بالکل صاف ہیں..."

"تمہارے ہاتھ صاف ہیں تو تم کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "میں نے کوئی جھوٹا الزام لگایا تو عدالت تم کو باعزت بری کردے گی۔"

"بے ننگ و نام اور عزت دار آدمی میں یہی فرق ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ میرے خلاف کوئی اسکینڈل بن گیا تو اخباروں میں جلی سرخیاں لگ جائیں گی۔ میں بدنام ہو جاؤں گا۔ عدالت برسوں بعد مجھے بری کرے گی تو اس کی چھوٹی خبر کسی بڑی خبر میں دب جائے گی۔ بدنامی کا داغ عمر بھر میرا پیچھا کرتا رہے گا۔"

"یہ سب تمہیں اس وقت سوچنا چاہیے تھا جب تم نے

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ کے باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

مدت سے میری محبت تھی۔ حالات کی ستم ظریفی کہ ہم دونوں کو سگائو میں ڈون کو اتکے فونامی ایک چینی بدمعاش کے دباؤ پر شادی پر مجبور ہونا پڑا۔ دوسری طرف امریکا میں آئرک بیل نامی ایک سل پرست دہشت گرد اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر ٹی کے بے انداز ہ مالی وسائل پر قابض ہو کر انیس ڈیوڈ انسداد زنا بھی مسیحی تنظیم کے لیے استعمال کرنے کا خواہاں تھا۔ جبکہ ایل لیڈ کو صدارتی انتخاب میں ناکامیابی کی مجبوری کی سزا بھگتنا پڑی۔ اس کی پراسرار ہلاکت کے بعد آئرک بیل اس خطے کی سنگین ہیروئن کے پیداواری ذرائع پر قبضہ کرنے کے منصوبے کے علاوہ پاکستان کی اہم شخصیات کو نقصان پہنچانے کے مذموم خواب کو عملی جامہ پہنانے کی سازشوں کے ساتھ پاکستان پہنچا مگر یہاں اسے ناکامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اپنے انجام سے دوچار ہوا اور امریکا پہنچ گیا۔ ہم بھی اس کے تعاقب میں امریکا پہنچے جہاں ہماری ملاقات ہوئی اور ہمارا ایک نیا سفر شروع ہوا۔ اس سفر کے دوران ہم نے امریکی خفیہ ایجنسیوں کی کارستانیوں کا پتا چلایا۔ ہمارے مشن کی ناکامیابی کے بعد ہم پاکستان واپس آگئے یہاں ہمیں بہت ہنگامے ہمارے منتظر تھے۔ ہمارا تعلق ان سرکردہ میں سے تھا جو ملک عظیم کی آبرو کا رکھوالا تھا۔ ہوا یوں کہ پاکستان کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف جس کی سرکوبی کے لیے بھارت کا سنگدار گیر تھا۔ دہلی میں ہمارا قیام نہایت سنسنی خیز رہا۔ اس خطرناک مہم سے کامیاب واپسی پر لال نے مجھے دس لاکھ روپے کا چیک دیا جسے تمام ساتھیوں کے مشورے کے بعد ٹھکرا کیا گیا۔ بھارت سے خبریں آنا شروع ہو گئی تھیں۔ ان کے مطابق انیس مظفر نگر کے علاوہ دہلی کی بھی تلاش تھی۔ مگر لال نے بتایا کہ دہلی میں مارے جانے والے جان / محمد کے قاتلوں کی تلاش کے سلسلے میں امریکی پاکستانی ایجنٹوں کی مدد کے طلب گار تھے۔ امریکن تو صلیبی کے چیف کلارک لیری ہف نے پاکستانی ایجنسیوں کا آف دی ریکارڈ اجلاس طلب کیا جس میں ایس ایل ایف کے کرنل دار کے نام سے شریک ہوا۔ اپنی چالوں کے نتیجے میں لیری کی نظریں ہم تک آگیا۔ اجلاس میں اس نے میرے چندن کو کیے گئے فیکس کی نقل تقسیم کر کے مظفر نگر کی ناریاں کا معاملہ کیا۔ میں نے ناجدہ / مسیحی کے نام سے لیری ہف کو خط لکھا کہ جان لیوا / ہمکیاں دیں۔ بعد میں جلال نے مجھے بتایا کہ وہ ان دھمکیوں سے خوف زدہ ہو کر نقد جان بار بیٹھا تھا اور امریکیوں میں سرِ سیتکی پھیل گئی تھی۔ دوسری طرف ویرا / چوپڑا کے سلسلے میں میدان اترا تھی۔ ان کے پرانے ٹنک فورٹ جوشی کے ذریعے اسے چوپڑا کے کوائف کا علم ہوا تھا۔ وہ چوپڑا کی جوشی کے ذریعے گہری چاودری تھی مگر کرنل اس کی توقع سے زیادہ ہوشیار نکلا۔ اول خان / ایل خفیہ کے ساتھ ملاقات کے ان پر فائرنگ کی گئی۔ جوشی انیس نہیں طالبعہ کے واقعات سے ایسا لگا کہ اسے راولپنڈی لے جایا گیا ہے۔ اب جوشی ہمارے لیے بے حد اہم تھا میں نے چوپڑا کے مقامی رابطوں کے سلسلے میں جلال / رابطہ قائم کیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ چوپڑا کے کئی ماہ پہلے راجا ماہی ایک بدمعاش کو پولیس کیس سے نجات دلائی تھی۔ امتحان تھا کہ چوپڑا نے جوشی کے سلسلے میں اسے مدد کی ہے۔ ہم نے راجا کے ٹھکانے پر چھاپہ مارا مگر وہاں سے جوشی کی لاش کو سوا گھنٹہ نہ مل سکا۔ راجا اسے اس مار کر وہاں سے فرار ہوا تھا کہ ٹریفک کے حادثے ذہنی طور پر کام کا پتا چل گیا۔ جہاں سے ایس ڈی ایف نے اسے اغوا کیا۔ تحقیق کرنے کے بجائے ویرا / ذریعے اسے اچھا خاصا ایک ٹھکانہ مہیا کیا گیا تھا۔ ہم نے فون پر ہی دن کی حیثیت سے آتی میں سے بات کی اور جلد ہی ملاقات کا وقت طے ہو گیا۔ جلد ہی ہم نے ایک مرتبہ پھر اپنی رہائش گاہ بدلی اور ایک نئے آئی میں کانون نمبر حاصل کر لیا۔ جس کے ذریعے ہم اس کا پتا معلوم کر کے وہاں پہنچے تو وہ خطرہ بھانپ کر وہاں سے فرار ہو چکا تھا۔ اسی دوران میں معلوم ہوا کہ چوپڑا سفارتی شراب کی آڑ میں ہیروئن سازی میں استعمال ہونے والے کیمیکل کی اسمگلنگ میں ملوث ہے۔ ٹنکی فی اس کے بھتیجے تھی۔ جلد ہی اس کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے اور اب وہ کسی بھی لمحے پولیس کی تحویل میں جانے والا تھا۔ آئی میں نے اپنے مخالف شاطروں کو منانے کے لیے اپنے ہر جرائم پیشہ والے کو موت کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا تھا۔ اس نے ایک مقتول پر یم گن استعمال کی تو اول خان اور اس نے ایک غیر ملکی ایجنسی کے ایجنٹ کو ہلاک کیا۔ اس کے حوالے سے اخبار میں تفصیل نیچے پھیلا نے کا بندوبست کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ہمارا خیال تھا کہ آئی میں جلد ہی گھیرا تنگ کرنے کی کوشش کرے گا اور اس حوالے سے جنا گیری جان خطرے میں تھی۔ ہم نے گولڈن فارمیسی میں بیٹھ کر دشمنوں کی روداد سنی اور ایک پلے کنارہ کشی کا بندوبست کیا۔ اس نے مجھے فوری طور پر اپنے پر کارے کے ذریعے طلب کیا تھا۔ چار و ناچار مجھے اس ہدایت پر عمل کرنا پڑا۔ ایس ڈی ایف اور اول خان میرے گہرے دشمن تھے ان کی جلد بازی کے باعث آئی میں مجھ سے اچھے کیا تاہم اس سے قبل وہ مجھے سلور آئی کا وہ راز فراہم کر چکا تھا۔ ہم آئی میں کے پیچھے تھے۔ اسی وقت میں معلوم ہوا کہ بوٹ بیسن میں واقع فالکن ہاؤس میں رہائش پذیر تھا۔ ہم نے فوری طور پر وہاں ہلاوہ لینے کا ارادہ کر لیا۔ ہم ان تاریوں میں تھے جب علی / ایل نے جنا گیر کی سیاہ فام سکریٹری کارلیج / سمتھ کی فالکن ہاؤس میں سیاہ فام کی ہلاکت کا سنگھ موجود ہے۔ وہ اڑھائی کروڑ کی تاوان کی رقم لے کر ہی اس نے ایس ڈی ایف کے جاں نثاروں کی رہائی کرڈالی۔ مقابلہ برابر اندازمیں ہوا جن میں دو امریکی کمانڈو اور سیاہ فام چیکے / سمتھ گئے جبکہ آئی میں کے ساتھ رہنے والی مقتول کی امریکی عورت اور ایک ستائی چوکیدار ہمیں زندہ حالت میں مل گئے۔ آئی میں فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ جبکہ / سمتھ میری ہم گن کا نام ہوا تھا مگر میں نے کوشش کی کہ اس کا الزام آئی میں پر آئے۔ ہم اپنی مہم کی ناکامی اور کامیابی کے بارے میں سوچ رہے تھے جب اول خان نے اطلاع دی کہ گولڈن فارمیسی کو نامعلوم افراد نے نذر آتش کر دیا ہے۔ آئی میں کی طرف سے اس قدر بڑی وارداتی اور سفاکی ہمارے وہم و گمان میں نہیں تھی۔ سرحال بوٹ بیسن سے قیدی کے طور پر ہاتھ آنے والی کیل ہائرن سے پوچھ گچھ شروع ہوئی تو اس نے فوراً ہی اختیار / رکھنے والے اور اس کی نشان دہی پر آئی میں نے بوٹ بیسن کے بنگلے سے کیل ہائرن اور آئی میں کے پاسپورٹ برآمد کر لیے جس کے مطابق اس کا نام ہیرن ڈیوڈ تھا۔ وہ ہیرن ڈیوڈ کی سرگرمیوں کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی تھی۔ دیسے اور اس کی نشان دہی پر آئی میں نے بوٹ بیسن کے بنگلے سے کیل ہائرن اور آئی میں کے پاسپورٹ برآمد کر لیے جس کے مطابق اس کا نام ہیرن ڈیوڈ تھا۔ وہ ہیرن ڈیوڈ کی سرگرمیوں کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی تھی۔ دیسے اپنے پاس رکھ کر کھٹ پالے کے بستر تھا کہ اسے امریکیوں کو واپس کر دیا جاتا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ہمارا اندازہ تھا کہ ہیرن ڈیوڈ امریکی قونصلیٹ میں ریزیڈنٹ تھا کہ وہ زیادہ عرصہ وہاں نہیں رہ سکتا تھا۔ قونصلیٹ والے جلدی ہی کیس نمٹنے کرنے پر مجبور ہونے والے تھے۔ ہم نے وہاں کی مگرانی سخت کر دی۔ پہلی ہی رات انتہائی غیر معمولی حالات میں بکتر بند گاڑیاں تو قونصلیٹ سے برآمد ہوئیں اور کلنٹن کی طرف روانہ ہوئیں۔ ایک امریکی کمانڈو نے اول خان کے حوالے کر دیا۔ ہم نے اس کو ایک خفیہ جگہ منتقل کر دیا۔ بکتر بند گاڑیاں تو قونصلیٹ سے نکل کر ایل / ایل کی طرف روانہ ہو گئیں۔ اس بنگلے میں ایک امریکی معیشت دان رہائش پذیر تھا۔ پہلے تو اس نے عدم تعاون کا مظاہرہ کیا مگر جلد ہی راہ راست پر آگیا۔ یہاں معلوم ہو گیا کہ بن ڈیوڈ ان بکتر بند گاڑیوں میں وہاں آیا تھا مگر شاید چمپئی حس کے اشارے پر اس کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک اور امریکی ایجنٹ کا مظاہرہ کیا مگر جلد ہی راہ راست پر آگیا۔ یہی

"تمہارے ہاتھ صاف ہیں تو تم کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "میں نے کوئی جھوٹا الزام لگایا تو عدالت تم کو باعزت بری کردے گی۔"

"بے ننگ و نام اور عزت دار آدمی میں یہی فرق ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ میرے خلاف کوئی اسکینڈل بن گیا تو اخباروں میں جلی سرخیاں لگ جائیں گی۔ میں بدنام ہوجاؤں گا۔ عدالت برسوں بعد مجھے بری کرے گی تو اس کی چھوٹی خبر کسی بڑی خبر میں دب جائے گی۔ بدنامی کا داغ عمر بھر میرا پیچھا کرتا رہے گا۔"

"یہ سب تمہیں اس وقت سوچنا چاہیے تھا جب تم نے کالے دھندوں میں ہاتھ ڈالا تھا۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو' بکواس کررہے ہو۔ میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔" اس کی مضطربانہ آواز آئی۔

"اس کا فیصلہ آنے والا وقت کرے گا۔ میرے لیے تمہارے یہ سب الفاظ بے وقعت ہیں۔"

"سمجھ لو!" اس کی آواز معنی خیز ہوگئی "میرے ہاتھ خالی نہیں ہیں۔ اس وقت بھی میں تمہاری شہ رگ دبا سکتا ہوں۔"

اس کا لب و لہجہ یکایک بدل گیا تھا۔ میں اندرونی ہیجان میں مبتلا ہوگیا۔ سوبھراج کے لہجے کی اس تبدیلی پر حیرت سے اول خان کا دہانہ بھی کھل گیا تھا۔

"دبا سکتے ہو تو دبا دو۔ تمہیں اس کی پوری اجازت ہے!" میں نے پرسکون رہنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"لو' پھر مس میری کلارک سے بات کرو۔ وہ تمہیں میری بات کا پورا مفہوم سمجھا دے گی۔" اس کی دھیمی' غراتی ہوئی اور فاتحانہ آواز ابھری۔

قدرے سکوت کے بعد سوبھراج کے سیٹ لائٹ فون سے مجھے ویرا کی کمزور اور پریشان آواز سنائی دی اور میرا دل اچھل کر گویا حلق میں آگیا۔ ایک گھنٹے سے زیادہ وقت راج محل میں گزارنے کے باوجود وہ وہیں پھنسی ہوئی تھی اور سوبھراج اس سے میری بات کروا رہا تھا۔ یہ اچھی علامتیں نہیں تھیں۔

اب آپ باقی واقعات ملاحظہ فرمائیں

"تم کون ہو..... سوبھراج تم سے میری بات کیوں کرانا چاہ رہا ہے؟" ویرا کی وہ کمزور اور شکست خوردہ آواز مجھے کسی گہرے کنویں کی تہ سے آتی ہوئی محسوس ہوئی اور لمحہ بھر کے لیے میرا ذہن سن ہو کر رہ گیا۔

وقت کی روانی میں بہہ کر میں ہر منفی امکان کو فراموش کر بیٹھا تھا۔ اپنے ڈرائنگ روم کی دوستانہ فضا میں اول خان سے باتیں کرتے ہوئے میں نے یک طرفہ طور پر یہ فرض کرلیا تھا کہ ویرا راج محل کی چار دیواری میں سوبھراج کے ساتھ طے شدہ وقت پورے سکون اور عافیت سے گزار کر وہاں سے نکل چکی ہوگی مگر بد قسمتی سے ایسا نہیں ہوسکا تھا۔

میں نے ٹھیک پانچ بجے سوبھراج کے سیٹ لائٹ فون کا نمبر ملایا تھا۔ اس سے میں کافی دیر سے بات کررہا تھا اور ویرا پھر بھی وہاں موجود تھی۔ وہ آثار اچھے نہیں تھے۔ سوبھراج کا بدلا ہوا مطلب لب و لہجہ یہ بتا رہا تھا کہ اسے ویرا پر شک ہو چکا تھا۔

اس نے ویرا کو مس میری کلارک کے نام سے فون پر بلایا تھا۔ اس سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ اس وقت تک سوبھراج کا شبہ یقین میں نہیں بدل سکا تھا۔ دوسری حوصلہ افزا بات یہ تھی کہ ویرا مجھ سے انگریزی میں مخاطب ہوئی تھی۔ ابتدائی جھٹکے کے بعد میرے دل میں امید کا پہلا کنول کھل اٹھا۔ ویرا مشکل میں ضرور تھی لیکن اس کا پول نہیں کھلا تھا۔

"ویرا.....! میں ڈینی ہوں۔ کیا بات ہے..... کیا تم پھنس گئی ہو؟ صرف ہاں یا نہ میں جواب دو!" میں نے پر تجسس اور سرگوشیانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں.....!" اس نے کمال ہوشیاری سے میرے سوال کا جواب دے کر یکایک بات بدل دی "میرا نام میری کلارک ہی ہے۔ میں تم کو نہیں جانتی۔"

"نکلنے کی کوئی امید نظر آتی ہے؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"نہیں..... میں نے کہہ دیا نا کہ میں تم کو نہیں جانتی....."

ویرا کی بات ادھوری رہ گئی۔ سوبھراج نے اچانک اس سے فون چھین لیا تھا۔ لمحہ بھر کے توقف کے بعد اس کی غراتی ہوئی آواز میرے کان میں گونجی "تم دونوں پکے بدمعاش ہو۔ میں تمہیں اس کی آواز سنوا کر یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ اب وہ میرے قبضے میں ہے۔ تم نے ذرا سی بھی حماقت کی تو اس لڑکی کا حشر خراب کردیا جائے گا۔"

"تم نے فون اسے دیا تھا تو مجھے اس سے ایک آدھ منٹ بات تو کرلینے دیتے!" میں نے اس کی دھمکی کو نظر انداز

Downloaded from https://paksociety.com

کرتے ہوئے' بے تکلفی سے کہا۔

"میں صرف اس کی بات سن رہا تھا۔ پتا نہیں تم اس سے کیا پوچھ رہے تھے۔ وہ تمہیں ہاں اور نہیں میں جواب دے رہی تھی۔ یہ سارے گر میرے آزمائے ہوئے ہیں۔ میں تم دونوں کو اپنے خلاف کوئی نئی سازش کرنے کا موقع نہیں دے سکتا۔"

"میں اس سے کسی قسم کے راز و نیاز کی باتیں نہیں کر رہا تھا۔ میں حیران تھا کہ میں میری کلارک سے ناواقف ہوں تو وہ مجھے کیسے جانتی ہے۔ اس نے صرف میرے سوال کا جواب دیا تھا کہ وہ بھی مجھے نہیں جانتی۔ پہلی بار اس نے اپنے نام کی تصدیق کی تھی۔ تم بلاوجہ شک و شبے میں پڑ رہے ہو۔"

"تم دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہو تو اس سے بات کرنے کے لیے کیوں مرے جا رہے ہو؟" اس کی غراہٹ سنائی دی۔

"خوش شکل اور اجنبی لڑکیوں سے باتیں کر کے خوش ہونا میری ہابی ہے۔" میں نے بے پروایانہ لہجے میں کہا۔

"خوب! اس کی آواز زہریلی ہو گئی "تو تمہیں فون پر یہ بھی نظر آ گیا کہ وہ خوش شکل ہے!"

"اس کے انگریزی لب و لہجے سے اندازہ ہو رہا ہے کہ وہ امریکی ہے۔ امریکی لڑکیاں عام طور پر خوش شکل اور دراز قامت ہوتی ہیں۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔"

"مجھے زیادہ گھسنے کی کوشش مت کرو۔" وہ یقیناً غصے میں دہاڑا تھا "یہ اُلّو کی پٹھی میری کلارک نہیں' ویرا ہے.... ویرا لائیڈ۔ ابھی یہ یہ خانہ صرف دیکھ کر آئی ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہاں میرے ذاتی تجربے کا نشانہ بن گئی تو اس کی اردو میں چیخیں نکلیں گی۔ یہ ساری امریکی انگریزی بھول جائے گی۔"

"چیخوں کی کوئی زبان نہیں ہوتی پیارے سوبھراج۔ یہ تمہارے ذہن میں رچی ہوئی بے بسی کا کمال ہے کہ تم نے چیخوں کی بھی زبان ایجاد کر لی۔ یہ اچھا ہوا کہ تم نے کھل کر اپنے عزائم کا اظہار کر دیا۔ میں ابھی پولیس ایمرجنسی کو فون کرتا ہوں۔ ان کی بھاری نفری تمہارے راج محل کی دیواروں میں محبوس لڑکی کو برآمد کر کے تمہیں پکڑ لے گی۔"

"پولیس راج محل کا رخ نہیں کر سکتی۔" اس کی پُرغرور آواز سنائی دی "ان کے تین مسلح سپاہی دن رات میرے گھر کی حفاظت پر مامور ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ میں نے انہیں چھوٹ دی ہوئی ہے اور وہ دن بھر میرے سرونٹ کوارٹر میں پڑے اینڈتے رہتے ہیں۔ پولیس والوں کے لیے میرے راج محل کا نام بہت بھاری ہے۔ ویرا یہ خانے میں میرے ساتھ ہو گی تو اس کی آوازیں باہر نہیں آئیں گی۔ پورا یہ خانہ ساؤنڈ پروف ہے۔ میں دیکھوں گا کہ وہ کتنی دیر تک اردو بھولی رہتی ہے۔ پولیس اس کی کوئی مدد نہیں کر سکے گی۔"

اس نے کھلی کھلی باتیں کر کے میری ہر خوش فہمی رفع کر دی تھی۔ اسے ویرا پر شبہ ہو چکا تھا اور اس نے اپنے شبے کی تصدیق کے لیے سب کچھ کر گزرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ویرا شاید اپنی اداکاری پر اڑی ہوئی تھی اسی لیے سوبھراج نے اسے طنزیہ انداز میں میری کلارک کے مفروضہ نام سے متعارف کرا کے فون پر بلایا تھا۔

وہ صورتِ حال بہت سنگین تھی۔ ویرا نے سوبھراج کو پھانسنے کے لیے جو چال چلی تھی وہ اسی پر الٹ گئی تھی۔ وہ راج محل کی وسیع و عریض عمارت میں اپنے دشمنوں کی بھیڑ میں بالکل تنہا اور بے سہارا تھی۔ اس کی کوئی بھی مزاحمت زیادہ دیر تک اس کے کام نہیں آ سکتی تھی۔

مجھے معلوم تھا کہ ویرا کے پاس ایک ریوالور اور دو انگوٹھیوں کے سوا کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ ریوالور زیادہ دیر تک ویرا کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔ اس پر شبہ ہو جانے کے بعد سوبھراج نے یقینی طور پر جامہ تلاشی لے کر ریوالور اپنے قبضے میں لے لیا ہو گا۔ ویرا اگر اس پر کسی کھوکھلے نگینے کا زہر استعمال کر ڈالتی تو سوبھراج کو ضرور نقصان پہنچتا لیکن اس عمل سے ویرا کو کوئی فائدہ پہنچنے کی کوئی امید نظر نہیں آ رہی تھی۔

مختلف ذرائع سے ملنے والی معلومات سے یہ ظاہر ہو چکا تھا کہ راج محل میں سوبھراج کے اہل خانہ کے علاوہ اس کے حواریوں کی بھی ایک فوج موجود رہتی تھی۔ یہ سمجھنے کے لیے کسی غیر معمولی ذہانت کی ضرورت نہیں تھی کہ وہ سب چھٹے ہوئے شوہ پشت اور لڑاکا بدمعاش رہے ہوں گے۔ ویرا' سوبھراج کو کسی انگوٹھی کے استعمال کے ذریعے ہلاک یا بے ہوش کر سکتی تھی لیکن اس کے بعد دوسروں کے چنگل سے بچ نکلنا اس کے لیے ممکن نہ ہوتا۔ ویرا کے ہاتھوں بننے والی سوبھراج کی درگت دیکھ کر وہ لوگ آپے سے باہر ہو سکتے تھے۔ میں دور بیٹھ کر ان امکانات کے بارے میں فکرمند تھا تو ویرا راج محل میں ان حقائق سے ایک لمحے کے لیے بھی چشم پوشی نہیں کر سکتی تھی۔

کہنے کو میں نے اضطراری انداز میں اسے پولیس کی مداخلت کی دھمکی دے دی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ سوبھراج ایک سیاسی کردار تھا۔ سیاست کے گندے کھیل میں اس نے

Downloaded from https://paksociety.com

ایک اہم مقام حاصل کرلیا تھا جس کے نتیجے میں اسے بہت سی آزادیاں اور مراعات بھی ملی ہوئی تھیں۔ جہاں جاتے ہوئے دوسروں کے پر جلتے تھے وہاں پولیس کیسے پھٹک سکتی تھی۔

"سوبھراج! میں نے پولیس کا نام محض ایک علامت کے طور پر لیا تھا۔ میں قانون کی حفاظت کرنے والے ہر شہری کو پولیس مین تصور کرتا ہوں....."

سوبھراج کے قہقہے سے میری بات ادھوری رہ گئی۔ وہ مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہہ رہا تھا "پھر تو میں سب سے بڑا پولیس مین ہوں۔ میں نے ایک ایسی لونڈیا کو پکڑا ہے جو جعلی نام سے ایک بہروپ دھار کر میری آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے آئی تھی۔"

"تمہیں اس پر شبہ ہے تو تم اسے اپنی شکایت کے ساتھ پولیس کے حوالے کردو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"جب تم اسے جانتے ہی نہیں تو پھر اس کے لیے فکر مند کیوں ہو۔ ہر فاتح مرد کو مفتوحہ عورتوں کے ساتھ من مانا سلوک کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔"

"یہ جنگل کا قانون یہاں نہیں چلے گا۔ میں تمہیں دیکھ لوں گا۔" میں نے اپنے حلق میں تلخی سی گھلتی ہوئی محسوس کی۔

"ضرور دیکھنا اور ذرا دوربین سے دیکھنا۔ مجھے تمہاری بینائی کمزور معلوم ہوتی ہے۔" اس کی آواز سے پریشانی رفع ہو چکی تھی اور وہ مسلسل مجھ پر حاوی ہونے کی کوشش کررہا تھا "میں نے کہا تھا کہ میں اس وقت بھی تمہاری شہ رگ دبا سکتا ہوں....."

"میری کلارک کو تم میری شہ رگ سمجھ کر خوش ہو رہے ہو؟" میں نے اس کی بات کاٹ کر پوچھا۔

"اس بارے میں بلاوجہ مجھ سے بحث مت کرو۔ یہ فیصلہ آج رات تک ہو جائے گا۔ امریکی ایجنسیوں کے پاس ویرا لائیڈ کے فنگر پرنٹس موجود ہیں۔ وہ ذرا سی دیر میں بتادیں گے کہ میری کے روپ میں کون چھپا ہوا ہے۔ ان سے تصدیق کرانے سے پہلے میں اس لڑکی پر اپنے گرضرور آزماؤں گا۔ ہو سکتا ہے یہ خود ہی سب کچھ اگلتی چلی جائے۔ یہ میرے سامنے کھڑی ہے۔ اردو سے اپنی لاعلمی ظاہر کررہی ہے مگر میری اردو میں کہی ہوئی باتیں سن کر اس کے چہرے کا رنگ پل پل میں بدل رہا ہے۔"

سوبھراج کی وہ بات قابلِ فہم تھی۔ اپنے فطری ردِّعمل پر قابو پانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اگر اپنے بارے میں ہونے والی خطرناک باتیں سن کر ویرا پریشان ہو رہی تھی تو اس میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔ ان حالات میں ہم میں سے کوئی بھی اپنے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات پر قابو نہیں پا سکتا تھا۔"

"وہ پریشان نہیں ہے۔" میں نے لمحہ بھر توقف کے بعد کہا "تمہاری خوش فہمیوں پر حیران ہو رہی ہوگی۔"

اس وقت بات سوبھراج کے مضبوط شکوک و شبہات تک محدود تھی۔ وہ اپنے شبے کی تصدیق صرف ویرا کے فنگر پرنٹس کے ذریعے کرسکتا تھا۔ اس کام کے لیے اسے ٹام یا نک سے رجوع کرنا پڑتا۔ وہ دونوں پاکستان میں ایف بی آئی اور سی آئی اے کے رہائشی نمائندے تھے۔ ویرا ان کی ایجنسیوں کو شدت سے مطلوب تھی۔ جوں ہی انہیں علم ہوتا کہ ویرا کو سوبھراج اپنی تحویل میں لے چکا تھا' وہ سوبھراج سے اس کی حوالگی کا مطالبہ کردیتے۔

سوبھراج نے پاکستان میں بہت سے پاپڑ بیل کر ایک اہم سیاسی اور سماجی رتبہ حاصل کیا تھا۔ مجھ سے ٹکراؤ ہونے کے بعد اسے وہ سب خاک میں ملتا ہوا نظر آنے لگا تھا۔ مجھے اپنی زبان بند رکھنے پر مجبور کرنے کے لیے پہلے اس نے اول خان کو اپنے انتقام کا نشانہ بنانے کی دھمکی دی تھی۔ میں فوری طور پر اس دھمکی کے کھوکھلے پن کا ادراک نہیں کرسکا اور

بڑا لیجنڈ ڈاک

خواتین و حضرات گھر بیٹھے داخلہ لیں

انگلش لینگویج کورس	ایئر ہوسٹس	ہوم اکنامکس	بیوٹی پارلر کورس
ریفریجریشن ایئر کنڈیشننگ	ایئر کرافٹنگ	پوسٹ گریجویٹ	آٹو سروسنگ
ریڈیو ٹی وی وی سی آر سروسنگ	الیکٹریشن	ڈرافٹس مین	ڈرائنگ ٹیچنگ
اسکول ٹیچنگ میتھڈز	صحافت	فوٹو گرافی	انٹیریئر ڈیکوریشن
امپورٹ ایکسپورٹ	شمسی توانائی	مہر سازی	سلمنگ بیوٹی
موٹر مکینکل مرمت	لائبریرین	کمپیوٹر	کوکنگ کیٹرنگ
ایگریکلچر پرائمری (پرائمری)	میڈیکل ایڈ	آئل پینٹنگ	لیڈیز ٹیلرنگ
پولٹری ڈیری فارمنگ	نیوز رپورٹر	غلاد ریسکنگ	ڈینٹل میکینک
			پبلک ریلیشن آفیسر

یہ تمام کورسز اردو میں بذریعہ کتابیں تصاویر اور ڈپلوما آف کیساتھ پرشید کتب کی صورت میں بذریعہ ڈاک دنیا کے لڑکوں کو گھر پر ملتے ہیں۔ کورس کے دوران اور سند لینے کے بعد بھی مکمل راہنمائی ایک فیس میں ایک کورس میں داخلہ دیا جاتا ہے۔ جوابی لفافے کے ساتھ خط لکھیں۔

اسلام آباد اکیڈمی

پوسٹ بکس نمبر 1237
جی پی او اسلام آباد

Downloaded from https://paksociety.com

سوبھراج کی باتوں میں آگیا۔ جذبات کی رو ختم ہونے کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا کہ سوبھراج کے لیے اپنی اس دھمکی کو عملی جامہ پہنانا آسان نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے اس وقت ہونے والی گفتگو میں اول خان والے معاملے کو بالکل سرسری انداز میں نظرانداز کر دیا تھا۔

یہ سوبھراج کی خوش قسمتی یا ویرا کی بدقسمتی تھی کہ وہ اس وقت راج محل میں موجود تھی۔ ویرا کی صورت میں سوبھراج کو اول خان سے زیادہ مضبوط ضمانت میسر آگئی تھی۔ وہ لازمی طور پر اسے میری زبان بند رکھنے کے لیے استعمال کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

سوبھراج کو اپنے اس مقصد میں اسی وقت تک کامیابی حاصل ہوتی جب تک ویرا اس کے قبضے میں رہتی۔ اگر ویرا اس کی تحویل سے نکل کر کسی بھی طرح امریکیوں کے قبضے میں چلی جاتی تو سوبھراج کے لیے مجھ پر دباؤ ڈالنا ممکن نہ رہتا۔ میں اس کا پورا کھیل بگاڑ سکتا تھا۔

مجھے غالب امکان یہ نظر آرہا تھا کہ سوبھراج ہر قسم کی باتیں ضرور کرے گا لیکن ٹام یانک کو اس بات کی ہوا بھی نہیں لگنے دے گا کہ ویرا اس کے قبضے میں آچکی تھی۔ ویرا کی سلامتی اور بازیابی کے لیے بہتر یہی تھا کہ وہ امریکیوں سے دور اور سوبھراج کی تحویل میں رہے۔

امریکیوں کے لیے ویرا ابھی میری طرح انتہائی مطلوب مجرموں کی صف میں شامل تھی۔ وہ ویرا کو پکڑتے ہی' پاکستان سے نکال کر امریکا لے جاتے۔ وہاں کے کسی محفوظ قید خانے میں وہ گھاگ تفتیشی اور حفاظتی افسروں کی تحویل میں ہوتی جہاں سے اس کی بازیابی کی امید ایک احمقانہ خواب سے کم نہ ہوتی۔ دوسری طرف سوبھراج تھا۔ وہ لاکھ بااثر اور خطرناک سہی لیکن ایک عام پاکستانی شہری تھا۔ بھارت سے اس کے مضبوط اور گہرے مراسم تھے لیکن وہ ویرا کو وہاں بھیجنے کا بھی متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ ویرا پاکستان بلکہ کراچی میں اس کی نجی قید میں رہتی تو اس کی رہائی کے لیے کوشش کی جاسکتی تھی۔

"تم کو معلوم ہے کہ میری کے فنگر پرنٹس کسی امریکی افسر کو دینے کا کیا مطلب ہو گا؟" میں نے ویرا اور میری کلارک والی پہیلی کو حل کرنے کے ارادے سے ایک نپا تلا سوال کیا۔

"اس کی اصلیت معلوم ہونے کے سوا اور کیا ہو گا؟" اس کی آواز پھاڑ کھانے والی تھی۔

"اصلیت ظاہر ہوتے ہی وہ اسے اپنے قبضے میں لے لیں گے۔ انہوں نے اسے پکڑنے کے لیے بلاوجہ اتنا بڑا انعام نہیں رکھا ہوا ہے۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔" اس کی طرف سے بلاتوقف جواب آیا "اسے میں نے گھیرا ہے۔ وہ میرے پاس ہی رہے گی۔۔۔ کیا تم یہ مان رہے ہو کہ وہ ویرا ہی ہے۔"

"اس گمان میں نہ رہنا کہ وہ کچھ سوچے سمجھے بغیر میری کلارک بن کر تمہارے پاس پہنچی ہے۔" میں نے اس کے سوال کا براہِ راست جواب دینے سے گریز کرتے ہوئے کہا "یہ چارا لگا ہوا کانٹا تھا جو تم نے میری توقع کے مطابق آسانی سے نگل لیا ہے۔ اب یہ تمہارے حلق میں پھنس کر آنتیں تک باہر نکال لائے گا۔"

"یہ تمہاری کوئی نئی قلابازی ہے۔" وہ ہلکے سے زہریلے قہقہے کے ساتھ بولا "ابھی تم فکرمند تھے اور ویرا کے ساتھ کسی زیادتی پر بدلہ لینے کی باتیں کر رہے تھے اور اب یکایک اسے میرے حلق میں پھنسا ہوا کانٹا قرار دے رہے ہو۔ تم یقین کرو کہ یہ کانٹا بہت نرم اور لذیذ ہے۔ میں اسے چبا چبا کر نگل جاؤں گا۔"

"یہ قلابازی نہیں' ایک حقیقت ہے۔ آنے والے وقت میں تمہیں سب معلوم ہو جائے گا۔"

"میں جانتا ہوں کہ پاکستان میں کچھ بارسوخ لوگ ہر طرح تمہاری سرپرستی کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تم آج بھی آزادی سے دندنا۔ تے پھر رہے ہو۔ تمہارے حمایتیوں میں ایس ٹی ایف اور اس سے بھی زیادہ اول خان پیش پیش ہے۔ تم نے ویرا کی بازیابی کے لیے اس کے آدمیوں کے ساتھ راج محل کا رخ کیا تو تمہیں منہ کی کھانی پڑے گی۔"

"اب اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ تم کوئی اہم آدمی ہو۔ وہ لوگ اپنے مقصد کے حصول کے سامنے کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔"

"میں جانتا ہوں۔۔۔ یہ سب جانتا ہوں۔ تم ان باتوں کو دہرا کر اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔ تم نے بتا دیا ہے کہ یہ ویرا ہے۔ اب اسے بھی اعتراف کر لینا چاہیے۔ اس طرح یہ میرے ذاتی عتاب سے بچ جائے گی۔ ایک بار یہ بچ کو مان لے تو پھر یہ میری مہمان ہو گی۔ اپنے کمرے میں اسے ہر سہولت اور آزادی حاصل ہو گی۔ جوں ہی ایس ٹی ایف کا کوئی آدمی میری طرف آیا یا تم نے شہر میں میرے خلاف زہر پھیلانے کی کوشش کی' میں اس پر زندگی کا ایک ایک لمحہ تنگ کر دوں گا۔"

میں خود ہی بات کو گھما پھرا کر اسی رخ پر لانا چاہ رہا تھا۔

Downloaded from https://pksociety.com

اچھا ہوا کہ اپنی شرائط اس نے خود ہی پیش کردیں۔ میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا "ذرا سی دیر کے لیے اس سے میری بات کرادو تاکہ میں اسے سمجھا سکوں۔"

"سمجھانے کے لیے تم زیادہ دیر تک بھی بات کرسکتے ہو لیکن یہ یاد رکھنا کہ اب کوئی چالاکی تمہارے کام نہیں آسکے گی۔ وقت کی بساط نے مہرے کو اس کی جگہ پر پہنچادیا ہے۔ وہ میری قیدی ہے۔ اس اٹل حقیقت کو تم آسانی سے تبدیل نہیں کرسکو گے۔"

"ابھی تم نے کہا تھا کہ میں نے راج محل کا رخ کیا تو مجھے منہ کی کھانی پڑے گی۔ کیا تم ویرا کو یہاں سے ہٹانے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"اس بارے میں' میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" اس نے مکارانہ لہجے میں جواب دیا "اسے جہاں بھی رکھا جائے گا' وہ آرام سے رہے گی۔"

"اب اس سے میرا رابطہ رہنا ضروری ہے' اس کے لیے تمہیں فون کروں گا....."

"اب اسے بھول جاؤ' قیدی ہر حال میں قیدی ہوتا ہے۔ مہمانوں والی مراعات ملنے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی حیثیت بدل جائے گی۔"

"مجھے ہر وقت یہ یقین ہونا چاہیے کہ تم نے وعدہ خلافی کرکے ویرا کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے....."

"یہ ماننے والی بات ہے۔" اس نے میری بات درمیان سے اڑا کر تائید کی "اس کے لیے تم جب چاہو' دن میں ایک بار فون کرسکتے ہو۔ تمہاری زبان سے میری سن کر' کال وصول کرنے والا اس سے تمہاری بات کرادے گا۔"

"تو کیا تمہارا سیٹ لائٹ فون کسی اور کے پاس بھی رہتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سیٹ لائٹ فون صرف اور صرف میرے استعمال میں رہتا ہے۔ میں ویرا کو اپنا دم چھلا بنا کر اپنے ساتھ نہیں لیے پھروں گا۔ وہ جہاں بھی ہوگی۔ میرا ایک آدمی اس کی نگرانی پر ضرور مامور رہے گا۔ میں اس کے موبائل فون کا نمبر تمہیں دیے دیتا ہوں۔"

آخر میں اس نے موبائل فون کا نمبر بتایا جو میں نے تیزی سے نوٹ کرلیا۔

"ویرا کے ساتھ باہر ایک آدمی بھی موجود ہے۔" میں نے اسے یاد دلایا۔

"مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ بڑی مچھلی جال میں پھنس جانے کے بعد چھوٹی مچھلیوں کے پیچھے بھاگنا حماقت ہے۔"

"وہ ٹیڑھا آدمی ہے۔ ویرا کو اپنے ساتھ لیے بغیر واپس نہیں لوٹے گا۔" میں نے اسے ڈرایا۔

"فکر نہ کرو۔ میں دن رات ٹیڑھے آدمیوں سے نمٹتا رہتا ہوں۔ ایک یہ بھی سہی۔" اس کی بے پروائی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ "ہو سکے تو تم خود ہی اسے واپس بلا لو۔ اس میں اسی کی عافیت ہے۔ وہ میرے آدمیوں سے الجھا تو وہ مار مار کر اسے لنگڑا لولا کردیں گے۔"

"اب تم اونچی اڑان لے رہے ہو۔ کسی الجھن یا ڈرامے کی ضرورت نہیں۔ ویرا کو اس سے ملنے کا موقع فراہم کردینا۔ وہ خود اسے سمجھا کر واپس لوٹا دے گی۔ تمہارے آدمیوں کو اس سے کوئی چھیڑ چھاڑ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔" میں نے بدمزگی سے کہا۔

"ویرا اسے بعد میں سمجھائے گی۔ پہلے تم اسے یاد دلاؤ کہ وہ میری نہیں ویرا ہے۔ میں فون اسے دے رہا ہوں۔"

"یہ میں کیا سن رہی ہوں۔ تم بلاوجہ اس کی باتوں میں آگئے۔" اگلے لمحے میرے کانوں میں ویرا کی برہم سی آواز آرہی تھی۔ "یہ میرے بدن کا ریشہ ریشہ بھی ادھیڑ ڈالتا تو میری زبان نہ کھلتی۔ تم کو معلوم ہے کہ مجھے جھکانا آسان کام نہیں

دلچسپ ترین سلسلہ "موت کے سوداگر" کے

حصہ نمبر 9 اور 10 شائع ہوگئے ہیں

بڑے شہروں میں ہمارے سول ایجنٹ یہ ہیں

الکوثر نیوز ایجنسی
فریئر مارکیٹ۔ کراچی
فون: 7723601

شفیق نیوز ایجنسی
اخبار مارکیٹ۔ 1 اسپتال روڈ
لاہور۔ فون: 7236688
0300-9477121

اشرف بک ایجنسی
کمیٹی چوک۔ راولپنڈی
فون: 5531610

مہران نیوز ایجنسی
اسٹیشن روڈ۔ حیدرآباد
فون: 780128

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23
کراچی 74200
رضوان چیمبرز بلوچ ایکسٹینشن آئی آئی چندریگر روڈ
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com

Downloaded from https://paksociety.com

ہے۔"

وہ باتیں اس نے رواں انگریزی میں کی تھیں جب کہ میری اور سوبھراج کی ساری گفتگو اردو میں ہوئی تھی۔ ویرا نے سوبھراج کے یک طرفہ مکالمے سن کر گفتگو کے رخ کا صحیح اندازہ لگالیا تھا۔ یوں ہم کسی تمہید میں پڑے بغیر کام کی بات پر آگئے تھے۔

"اس وقت اعتراف ہی بہتر تھا۔ انکار کی صورت میں وہ تمہارے فنگر پرنٹس ٹام یا نک کو دیتا اور وہ ہر قیمت پر تمہیں اس کے قبضے سے نکال کر امریکا لے جاتے۔ اس بدترین احوال سے بچنے کے لیے میں نے مجبوراً یہ راہ اختیار کی ہے۔"

"میں تمہارے مشورے پر عمل کی کوشش کروں گی لیکن اس کی آنکھوں میں خباثت رچی ہوئی ہے۔ اس نے مجھے ہاتھ لگانے کی کوشش کی تو میں نتائج کی پروا کیے بغیر اس کا حشر خراب کر دوں گی۔ تم جانتے ہو کہ میں جو کچھ کہتی ہوں اس پر عمل کرنے کا حوصلہ بھی رکھتی ہوں۔" اس نے اس بار بھی انگریزی میں کہا۔

"سلطان شاہ کو سمجھا بجھا کر ٹال دینا۔ اس وقت سوبھراج کے ستارے یاوری کر رہے ہیں لیکن تم زیادہ دیر تک اس کی قید میں نہیں رہو گی۔"

"تمہاری مصلحتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔" ویرا نے شاید سوبھراج کو سنانے کے لیے غصیلی آواز میں ایک غیر متعلقہ سی بات کہی "میں بلاوجہ مان لوں کہ میں میری نہیں ویرا ہوں۔ اس کے ساتھ محاذ آرائی ترک کردوں۔ یہ جو کچھ کہے، وہ کرتی چلی جاؤں۔ یہ سب کیسے ممکن ہے۔"

"شاباش! تم ٹھیک جا رہی ہو۔" میں نے خوش ہو کر کہا "ہو سکتا ہے کہ وہ میرے اور تمہارے اختلافات سے فائدہ اٹھانے کے بارے میں سوچنا شروع کر دے۔ میں اپنی کوششیں جاری رکھوں گا۔ تم کو کوئی موقع ملے تو ہرگز نہ چوکنا۔"

"میں کوشش کروں گی مگر تم سے کوئی وعدہ نہیں کر سکتی۔" ویرا کے اس جواب کے ساتھ ہی فون اس سے واپس لے لیا گیا۔

"یہ بہت خود سر لڑکی ہے۔" سوبھراج اپنی بھاری آواز میں کہہ رہا تھا "اس نے سرکشی دکھائی تو خسارے میں رہے گی۔"

"اس وقت تم نے کسی حد تک بازی جیت لی ہے....." سوبھراج نے میری بات درمیان سے ہی اڑا دی اور بولا "مجھے چڑھانے کی کوشش نہ کرو۔ مجھے معلوم ہے کہ اب تم ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کروں گے۔ ویرا کو رہائی دلانے کے لیے تم سب کچھ کر سکتے ہو۔ میں تمہاری طرف سے غافل نہیں ہو سکتا۔"

"میں تمہیں چڑھا نہیں رہا تھا، اپنی بات کہہ رہا تھا۔ چند گھنٹوں کے لیے ویرا کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ پوری صورتِ حال کا اندازہ ہونے کے بعد اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اس وقت وہ تمہارے ساتھ صالحانہ رویہ اختیار کرنے پر آمادہ ہو چکی ہو گی۔"

"اس کے لیے مجھے تمہارے کسی مشورے کی ضرورت نہیں۔ اب ویرا میرا مسئلہ ہے۔ میں اسے سنبھال لوں گا۔ بس تم یہ یاد رکھنا کہ میں دونوں میں سے کوئی بات برداشت نہیں کروں گا۔"

"کن دو باتوں کا ذکر کر رہے ہو؟" میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"راج محل پر چڑھائی نہیں کی جائے گی اور نہ تم میرے خلاف زہر اگلو گے۔"

"میں تمہاری یہ شرائط ماننے پر مجبور ہوں!؟" میں نے بے بسی سے کہا۔

یکایک لائن بے جان ہو گئی۔ میری بات مکمل ہوتے ہی سوبھراج نے اپنا فون بند کر دیا تھا۔ میں نے ایک گہرا سانس لے کر اسپیکر فون بند کر دیا۔

"اس وقت تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ سکی۔ ابتدا میں تمہارا لب و لہجہ نہایت جارحانہ تھا۔ آخر میں تم نے اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔" اول خان نے بے دلی سے کہا۔

"ابتدا میں مجھے معلوم نہیں تھا کہ ویرا اس کے چنگل میں پھنس چکی ہے۔ میں نے پوری طرح اس کے بخیے ادھیڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن اس کے فون پر ویرا کی آواز سننے کے بعد میرا سارا جوش و خروش رخصت ہو گیا۔ ویرا کی سلامتی کی خاطر مجھے اپنا لہجہ بدلنا پڑا۔"

"آپ کو یہ ماننے کی کیا ضرورت تھی کہ وہ میری نہیں ویرا ہے۔ یہ ویرا کا مسئلہ تھا۔ وہ جب تک چاہتی، سوبھراج کو چکر دیتی رہتی۔ ہو سکتا ہے کہ اسی دوران میں وہ اپنی نجات کی کوئی راہ تلاش کر لیتی۔ آپ نے اب اس کے لیے سارے دروازے بند کر دیے ہیں۔" غزالہ بھی میری حکمتِ عملی سے متفق نہیں تھی۔

"میرا خیال ہے کہ تم نے پوری گفتگو دھیان سے نہیں

Downloaded from https://paksociety.com

سنی۔ اسے میری کلارک پر شبہ ہو گیا تھا۔ وہ ہر قیمت پر اپنے اس شبے کی تصدیق کرنے پر تلا ہوا تھا۔ ہماری طرف سے مزاحمت جاری رہتی تو وہ ویرا کے فنگر پرنٹس نام اور رنگ کے حوالے کر دیتا۔ تم کو علم ہے کہ امریکی ویرا کے خون کے پیاسے ہیں۔ فنگر پرنٹس کی تصدیق ہوتے ہی ہر طرف ہلچل مچ جاتی اور سوبھراج امریکیوں کے زبردست دباؤ میں آجاتا۔ اسے بتانا پڑتا کہ ویرا اس کے قبضے میں آچکی ہے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوتا اس کا اندازہ تم خود لگا سکتی ہو۔"

"اوہ! تبھی آپ نے زور دے کر یہ بات سوبھراج کو جتائی تھی۔" غزالہ نے حیرت سے کہا۔

"یہ بہت ضروری تھا۔ وہ شاید اس پہلو کو بھولا ہوا تھا۔ جوش میں آکر ویرا کے فنگر پرنٹس آگے بڑھا دیتا۔ اسے ہوش اس وقت آتا جب اس سے ویرا کو ان کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا جاتا۔" میں نے وضاحت کی۔ "وہ ذہین ہے۔ بات فوری طور پر اس کی سمجھ میں آگئی۔ اسے ایسے کسی اقدام سے روکنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ اسے ویرا کی اصلیت کے بارے میں بتا دیا جاتا۔ میری اور ویرا کا معمّا حل ہونے کے بعد فنگر پرنٹس کی تصدیق کرانے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔"

"تمہاری وضاحت سے پہلے میں بھی الجھن میں تھا۔ ظاہری طور پر ایسی کوئی مجبوری سامنے نہیں آئی تھی کہ تمہیں میری کے ویرا ہونے کا اعتراف کرنا پڑتا۔" اول خان بولا۔

"اس وقت سوبھراج سے جو ڈیل ہوئی ہے' اس سے بہتر ڈیل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مجھے اطمینان ہے کہ ویرا اس کی نجی قید میں پاکستان میں رہے گی اور وہ بلاوجہ اسے کوئی گزند پہنچانے کی کوشش نہیں کرے گا۔ اس دوران میں ہم اپنے لیے کسی راہ کا تعین کر لیں گے۔"

"یہ دو طرفہ بلیک میلنگ ہو گی۔" اول خان نے کہنا چاہا لیکن غزالہ نے درمیان سے اس کی بات اچک لی۔

"بلیک میلنگ یک طرفہ ہوتی ہے۔ دو طرفہ مفادات کارفرما ہوں تو تصفیے کو سمجھوتے کا نام دیا جاتا ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"پہلا سمجھوتا میرے نام پر ہوا تھا۔ آج ویرا کی باری آئی ہے۔ دیکھنا ہے کہ سوبھراج کے ساتھ ہونے والے یہ سمجھوتے کیا گل کھلاتے ہیں۔" اول خان ایک گہرا سانس لے کر بولا۔

"یہ بات طے ہے کہ آخر کار سوبھراج کو اپنے کیفرِ کردار کو پہنچنا ہے۔ اس کو زیادہ مہلت مل گئی تو پھر ویرا کی اور میری خیر نہیں۔" میں نے ہنس کر کہا "اپنی گردن بچانے کے لیے مجھے سوبھراج کے خلاف جلد از جلد کوئی قدم اٹھانے کا فیصلہ کرنا ہو گا۔"

اول خان نے سوبھراج کی قید سے ویرا کی رہائی کے ایک منصوبے کے بارے میں بات شروع کر دی۔ اس کی گفتگو سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کافی دیر سے اس بارے میں سوچ رہا تھا۔

❁✲❁

"ہاں! اب بتاؤ کہ تم کیا کہتی ہو؟" سوبھراج نے سیٹ لائٹ فون بند کرنے کے بعد ویرا سے پوچھا۔

"مجھے جو کچھ کہنا تھا' میں کہہ چکی ہوں۔ اب بلاوجہ مجھ سے سوال جواب مت کرو!" ویرا نے ہلکی سی بے زاری کے ساتھ کہا۔ اس نے اردو میں کیے گئے سوال کا جواب انگریزی میں دیا تھا۔ اس نے جب سے راج محل میں قدم رکھا تھا۔ ایک بار بھی اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لیے اردو کا سہارا نہیں لیا تھا۔ اس کی کوشش تھی کہ سوبھراج کے کان اس کے اردو لب و لہجے سے آشنا نہ ہو سکیں۔ اسے امید تھی کہ اس کی وہ احتیاط کسی نہ کسی وقت اس کے کام ضرور آئے گی۔

"تم کس نام سے پکارا جانا پسند کرو گی؟" سوبھراج نے مسکراتے ہوئے' نرمی سے سوال کیا۔

"ڈینی کے تصدیق کر دینے کے بعد اب تم مجھے ویرا بھی کہہ سکتے ہو لیکن بہتر یہی ہے کہ یہ بات زیادہ نہ پھیلے۔" ویرا کا لہجہ اس بار قدرے بہتر ہو گیا "مناسب ہو گا کہ تم مجھے میری ہی کہتے رہو۔ اخبارات میں انعامی اشتہارات کی بات ابھی تازہ ہے۔ اتنے بڑے انعام کے لالچ میں تمہارے کسی ملازم کی نیت بھی ڈانواں ڈول ہو سکتی ہے۔"

"آج تک راج محل کے کسی آدمی نے باہر کوئی مخبری نہیں کی۔" سوبھراج نے دعویٰ کیا۔

"آج تک کسی کی مخبری پر اتنے بڑے انعام کا اعلان بھی نہیں کیا گیا ہو گا۔" ویرا نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"یہ بھی تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ بیس لاکھ ڈالر کے انعام لے لیے کسی کے بھی قدم ڈگمگا سکتے ہیں لیکن دیکھ لو۔ تمہارے لیے مجھے اتنی بڑی رقم کی بھی پروا نہیں ہے۔"

"تم مجھ پر ڈورے ڈالنے کی کوشش تو نہیں کر رہے!" ویرا نے تیکھی نظروں سے اسے گھور کر پوچھا۔

"مجھے کسی پر ڈورے ڈالنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

Downloaded from https://paksociety.com

جس کی آرزو کرتا ہوں' وہ خود میرے پاس چلی آتی ہے۔ تم بھی اپنی مرضی سے یہاں آئی ہو۔"

"تم نے یہ انعام میرے لیے نہیں چھوڑا۔ یہ شاید تمہاری انا کا معاملہ ہے۔"

"ہا..... آں۔ تم انا بھی کہہ سکتی ہو۔" سوبھراج پر خیال انداز میں بولا "میں نے تمہارے نام کا بہت شہرہ سنا ہوا تھا۔ آج تم میرے روبہ رو ہو۔ میں نے اپنی زندگی میں بے اندازہ دولت کمائی ہے۔ مجھے پیسے کی کوئی پروا نہیں ہے۔ ہاں' اُن دیکھی چیزوں اور ہستیوں کو دریافت کرنے کا بہت شوق ہے۔"

"یہ ڈینی کا کیا دھرا ہے جو اس وقت تم اتنا بول رہے ہو۔ وہ تمہیں میرے بارے میں نہ بتاتا تو اس وقت تم میرے اوپر جھنجلائے ہوئے ہوتے۔ کم از کم اگلے دو چار دنوں تک تمہارے فرشتوں کو بھی پتا نہیں چلتا کہ میں کون ہوں۔"

"میرے فرشتے واقعی معصوم ہیں۔ انہیں پتا نہیں چلتا مگر میں تمہارے فکر پر نٹس سے معلوم کرلیتا۔ یہ میری نیک نیتی ہے کہ میں تمہارا اصل نام جان لینے کے باوجود تمہیں ان لوگوں کے حوالے نہیں کر رہا جو تمہاری جان کے دشمن ہیں۔"

"بلاوجہ اپنی نیک نیتی کا ڈھنڈورا نہ پیٹو۔ میں تمہارے لیے بیس لاکھ ڈالر کا چلتا پھرتا ہوا چیک ہوں۔ تم اب سے چند دن' چند ہفتوں یا چند ماہ بعد بھی مجھے امریکیوں کے حوالے کرکے ان کی مقرر کی ہوئی انعامی رقم حاصل کرسکتے ہو۔"

"بعض اوقات تم بہت کڑوی بات کہہ جاتی ہو۔ یہ بتاؤ کہ جب تم اردو اچھی طرح سمجھ لیتی ہو تو مجھ سے انگریزی کیوں بول رہی ہو۔"

"انگریزی میں' میں اپنا مفہوم بہت آسانی اور روانی سے ادا کرلیتی ہوں۔ اردو میں دقت ہوتی ہے۔" ویرا نے اس سے سفید جھوٹ بولا۔

"تم خاصی خوب صورت لڑکی ہو۔" سوبھراج نے غور سے ویرا کی طرف دیکھتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا "لیکن تمہارے گن بہت خراب ہیں۔ تم ان گندے چکروں میں کیوں پڑی ہوئی ہو؟ ڈینی اپنے مقاصد کے لیے بہت بے رحمی سے تمہاری زندگی برباد کر رہا ہے۔"

سوبھراج کے اس پینترے پر ویرا دل ہی دل میں ہنس پڑی۔ یہ ہر بدنگاہ اور بدفطرت مرد کا طریقہ واردات ہوتا ہے کہ وہ جب بھی کسی لڑکی کو اپنا کھلونا بنانا چاہتا ہے تو اپنی پیش قدمی کی ابتدا ہمدردی کے اظہار سے کرتا ہے۔ سوبھراج بھی اس سے ہمدردی کر رہا تھا۔

"ڈینی سے پہلے میرے باپ نے غلط تربیت دے کر مجھے بگاڑا تھا۔" ویرا نے تلخ مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا "بگڑے ہوئے لوگ اپنی لائن کے لوگوں سے ملتے جلتے ہیں۔ اسی رو میں میرا اور ڈینی کا سامنا ہوا۔ میں نے بروں کی بھیڑ میں اسے بہت اچھا پایا اور اس کے ساتھ ہولی۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں کسی عشق و عاشقی کے چکر میں ہوں۔ وہ شادی شدہ ہے۔ ہمارے درمیان صرف دوستی ہے۔ وہ میرا دھیان رکھتا ہے۔ میں اس کی عزت کرتی ہوں لیکن آج اس نے مجھے مایوس کیا ہے۔"

"ڈینی میری دھمکیوں سے ڈر گیا۔" سوبھراج نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا "اس نے سوچا ہوگا کہ تم ضدی ہو۔ اپنی زبان بند رکھو گی۔ اگر مجھے تمہاری اصلیت کا پتا نہیں چلا تو میں تمہارا حشر خراب کردوں گا۔ اس نے تمہاری بہتری کے لیے تمہارا اصل نام اگل دیا ہے۔ اس احمق کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ میں خوبصورت اور خوشبو دار کلیوں کو مسلنے والا آدمی نہیں ہوں۔"

"تم نادانستگی میں میری تعریف کر رہے ہو!" ویرا نے طنز کیا۔

"میں اپنی بات پر اب بھی قائم ہو۔ تم حسینہ عالم نہیں ہو مگر پھر بھی بہت دلکش ہو۔ دلوں کو موہ لینے والی شخصیت کی مالک ہو۔"

"یہ باتیں تم اس بڑی میز کے پیچھے بیٹھ کر کر رہے ہو جہاں روشنی کم ہے۔ کیا یہ فاصلہ کم نہیں ہوسکتا۔" ویرا نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔

"کم کیا' یہ فاصلہ ختم بھی ہوجائے گا۔ ابھی ہم تہ خانے میں چلیں گے۔"

"نہیں!" ویرا نے بے ساختہ کہا "وہ عقوبت خانہ صاف ستھرا ضرور ہے' وہاں پڑی ہوئی مسہری بھی بہت آرام دہ ہے مگر وہاں کا ماحول وحشت ناک ہے۔ میں وہاں ایک لمحہ بھی سکون سے نہیں گزار سکوں گی۔ میں وہاں نہیں جاؤں گی۔"

"یہ بعد میں دیکھا جائے گا۔ پہلے تم اس آدمی کو رخصت کردو جو باہر تمہارا منتظر ہے۔" سوبھراج بولا۔

"تو کیا مجھے اس چاردیواری سے باہر جانے کی اجازت ہے؟" ویرا نے حیرت سے پوچھا۔

"اسے اندر بلالیا جائے گا۔" یہ کہہ کر سوبھراج انٹرکام پر کسی سے مخاطب ہوگیا۔ اس بار وہ اردو کے بجائے کوئی اور

Downloaded from https://paksociety.com

زبان بول رہا تھا۔ دورانِ گفتگو استعمال ہونے والے اِکّا دُکّا مانوس الفاظ سے ویرا نے اندازہ لگایا کہ وہ سندھی بول رہا تھا۔

"سنیل آ رہا ہے۔ تم اس کے ساتھ پورچ میں جا کر اپنے آدمی کو سمجھا دو پھر ہم سوچیں گے کہ آج شام کیسے گزاری جائے۔" انٹر کام بند کر کے سوبھراج نے ویرا سے کہا۔

ویرا کا پرس میز پر وہیں رکھا ہوا تھا جہاں اس نے چھوڑا تھا۔ اس نے پرس کھول کر اس میں سے سگریٹ کا پیکٹ اور لائٹر نکالا تو سوبھراج کی توصیفی آواز ابھری "ویری گڈ... تم لڑنے بھڑنے کے علاوہ دوسرے مردانہ شوق بھی رکھتی ہو۔"

"مردوں میں رہ کر ان کی عادتیں پڑ جاتی ہیں۔" ویرا نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

چند ثانیوں کے بعد سنیل کمرے میں آگیا۔ سوبھراج کے اشارے پر ویرا اس کے ساتھ ہولی۔

وہ سنیل کے ساتھ نکاس کے راستے کی طرف بڑھتی رہی۔ سنیل تیز و طرار نوجوان تھا مگر موقع شناس بھی تھا۔ سوبھراج کے سامنے وہ بھیگی بلی بنا ہوا تھا۔ باہر آتے ہی دوبارہ چاق و چوبند نظر آنے لگا تھا۔

"تم کتنے عرصے سے سوبھراج کے لیے کام کر رہے ہو؟" ویرا نے جمود توڑنے کے لیے اس سے ایک معنی خیز سوال کیا۔

"ایک مدت ہو گئی۔ اب تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں راج محل میں ہی پیدا ہوا ہوں۔" سنیل نے سنجیدگی سے گول مول جواب دیا۔

"تمہارا باس بہت سخت اور سفاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔" چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد ویرا نے تالاب میں دوسرا کنکر پھینکا۔

"ارے نہیں!" سنیل ہنس پڑا "دور سے ایسا لگتا ہے۔ وہ بہت نرم دل اور مہربان انسان ہیں۔"

سنیل خاصا گھاگ تھا۔ ویرا نے اندازہ لگایا کہ اس سے کچھ اگلوانا آسان نہیں تھا۔ اس نے اپنی زبان بند کر لی۔ وہ راستہ طے کرتے ہوئے اس امکان کا جائزہ لے رہی تھی کہ اگر وہ اپنی انگلیوں میں موجود انگوٹھی استعمال کر کے سنیل کو راستے میں ڈھیر کر دے تو اس کے فرار ہونے کے کیا امکانات تھے۔

وہ کسی نتیجے پر پہنچنے بھی نہ پائی تھی کہ اسے پورچ میں کئی افراد نظر آنے لگے۔ ان میں سے تین باوردی سپاہی تھے جنہیں سرونٹ کوارٹرز سے نکال کر گیٹ پر پہنچا دیا گیا تھا۔ چوتھا اپنی وضع قطع سے راج محل کا دربان نظر آ رہا تھا۔ وہ چاروں مسلح تھے۔ ان کے درمیان سلطان شاہ حیران و پریشان کھڑا ہوا تھا۔

وہ سنیل کے ساتھ صدر دروازے سے باہر نکلی تو سلطان شاہ اسے دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔

"تم لوٹ جاؤ۔ مجھے یہاں روک لیا گیا ہے" ویرا نے خود پر قابو رکھتے ہوئے، گمبھیر لہجے میں کہا۔

سلطان شاہ کے ہونٹ کھلے مگر اس نے کچھ کہے بغیر دوبارہ سختی سے منہ بند کر لیا۔ اس کی نظریں ویرا کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ ان میں کئی سوال مچل رہے تھے۔

"میں اپنے ساتھی کو علیحدگی میں کچھ سمجھانا چاہتی ہوں" ویرا نے مڑ کر سنیل سے کہا۔ اس نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر سر ہلا کر ویرا کو اجازت دے دی۔

ویرا کو اچھی طرح اندازہ تھا کہ راج محل میں رونما ہونے والی تبدیلی سلطان شاہ کے لیے حیران کن رہی ہوگی۔ وہ پیچیدہ کچھ عجیب و غریب اور ناقابلِ فہم سی تھی۔ اندر کوئی مقابلہ ہوا تھا' نہ مار دھاڑ ہوئی تھی۔ ویرا بظاہر آزاد تھی۔ اس کی نقل و حرکت پر پابندی نہیں تھی۔ وہ اطمینان سے سگریٹ کا دھواں اڑا رہی تھی لیکن سلطان شاہ کے ساتھ واپس جانے سے قاصر تھی۔ ان بکھری ہوئی کڑیوں کی کلید صرف ایک تھی کہ ان دونوں کے گرد راج محل کے پانچ محافظ موجود تھے جن میں سے چار مسلح تھے۔

سنیل سے اجازت ملتے ہی ویرا نے بڑھ کر سلطان شاہ کے شانے پر ہاتھ رکھا اور اسے تیزی سے ایک طرف لیتی چلی گئی۔

اس نے سلطان شاہ کو کچھ بولنے کا موقع دیے بغیر، بہت اختصار اور تیزی کے ساتھ سب باتیں دہرا ڈالیں۔ آخر میں اس نے سختی سے ہدایت کی کہ سلطان شاہ وہاں سے براہِ راست گھر جانے کے بجائے اسٹیشن فور چلا جائے۔ اسے پورا یقین تھا کہ واپسی پر سوبھراج کے آدمی سلطان شاہ کا پیچھا کریں گے تاکہ اس کے ذریعے میری کمین گاہ تک پہنچ سکیں۔

ویرا کی وہ ہدایت بہت دانش مندانہ تھی۔ اس مہم کے لیے جس گاڑی کا انتخاب کیا گیا تھا وہ اول خان نے فراہم کی تھی۔ اس کی نمبر پلیٹ جعلی تھی' گاڑی کے نمبروں کے ذریعے سوبھراج زندگی بھر یہ سراغ نہیں لگا سکتا تھا کہ وہ گاڑی کس کی ملکیت تھی۔ اسٹیشن فور میں کچھ وقت گزارنے کے بعد

Downloaded from https://paksociety.com

سلطان شاہ خاموشی سے گھر واپس آسکتا تھا۔

سلطان شاہ پہلے ہی تاخیر سے پریشان تھا۔ اس کی دانست میں سوبھراج کے انٹرویو میں زیادہ دیر نہیں لگنی چاہیے تھی۔ جب اسے گاڑی سے اتار کر اندر بلایا گیا تو اس کا ماتھا ٹھنک گیا۔ رہی سہی کسر ویرا نے اپنی ہوش ربا باتوں سے پوری کردی۔ سلطان شاہ کے لیے وہاں کچھ کہنے یا سننے کی مزید گنجائش نہیں تھی۔ وہ حیران و پریشان وہاں سے پھاٹک کی طرف چل دیا اور ویرا، سنیل کی معیت میں دوبارہ راج محل کے صدر دروازے کی طرف ہولی۔

دروازے سے گزرنے کے بعد سنیل کی پیش قدمی کی سمت بدل گئی۔ اس بار وہ سوبھراج کے دفتر کی طرف نہیں جارہا تھا۔ ویرا یہ خانہ دیکھ چکی تھی۔ وہاں آرام اور تعیش کا خاصا بندوبست تھا لیکن ہر آسائش کے ساتھ کوئی نہ کوئی ایسا برقی یا میکانیکی سلسلہ ضرور منسلک تھا جو ہر سہولت کو خوفناک بنارہا تھا۔ ویرا کو تسلی تھی کہ سنیل کا رخ یہ خانے کی طرف بھی نہیں تھا۔ اس بار اس نے عمارت میں ایک بالکل نئی راہ اختیار کی تھی۔

ویرا کو اندازہ نہیں تھا کہ اسے کب تک راج محل کی چاردیواری میں قید رہنا ہوگا اس لیے وہ سمتوں کے بارے میں بہت زیادہ حساس تھی۔ اس نے اندازہ لگایا کہ وہ عمارت کے سامنے کے حصے کے متوازی بنی ہوئی راہ داری میں آگے بڑھ رہی تھی۔

وہیں راستے میں اسے بجلی کا خاصا بڑا، دیوار گیر سوئچ بورڈ نظر آیا جس پر سرخ، سبز اور زرد رنگ کے تین روشن بلب گھر میں تھری فیز کنکشن کی موجودگی کی نشاندہی کررہے تھے۔ اس بورڈ پر کئی چھوٹے بڑے سوئچ آویزاں تھے۔ ویرا نے اس بورڈ کی پوزیشن کو اسی لمحے ذہن نشین کرلیا۔

راہ داری کے اختتام پر واقع دروازہ کھول کر سنیل اندر داخل ہوگیا۔ ویرا نے اس کی تقلید کی۔ اندر قدم رکھتے ہی خنک ہوا نے اس کا استقبال کیا۔ وہ ایک پرتعیش، شاندار اور ائرکنڈیشنڈ خواب گاہ تھی جس کا ائرکنڈیشنر بے آواز چل رہا تھا۔

"یہ راج محل کا گیسٹ روم ہے۔ تم اس کمرے میں رہوگی" سنیل کہہ رہا تھا۔ "تمہیں ضرورت کی ہر چیز اسی کمرے میں فراہم کی جائے گی۔ ریفریجریٹر میں کھانے پینے کی اشیا وافر مقدار میں موجود ہیں۔ مزید کسی چیز کی ضرورت ہو تو تم انٹرکام کی ہاٹ لائن پر کوئی نمبر ملائے بغیر اپنی فرمائش نوٹ کراسکتی ہو۔"

ویرا کو اس اہتمام سے وحشت ہورہی تھی۔ ایک قیدی کے لیے اتنا اہتمام اسے بہت کچھ سمجھا رہا تھا۔

اس نے سنیل کو کوئی جواب دیے بغیر ایک کھڑکی کا پردہ سرکا کر باہر جھانکا تو اسے راج محل کے احاطے کا پھاٹک نظر آیا۔ وہ عمارت کے اگلے کونے پر واقع کمرے میں ٹھہرائی گئی تھی۔ اس کمرے میں داخلے کا ایک دروازہ تھا جس سے سنیل اسے اندر لایا تھا۔ دوسرا بند دروازہ اگلی کھڑکی کے برابر میں تھا۔ اس دروازے کے ذریعے کوئی بھی مہمان اہل خانہ کی مصروفیات میں مخل ہوئے بغیر، آزادی کے ساتھ راج محل میں آجاسکتا تھا۔

"کھڑکیوں میں آہنی گرل ہے" سنیل نے قدرے توقف کے بعد ویرا کی معلومات میں اضافہ کیا "اس میں ہر وقت دو سو بیس وولٹ اور ڈھائی ہزار واٹ کی طاقت کا کرنٹ دوڑتا رہے گا۔ تم نے اس پر طبع آزمائی کی کوشش کی تو وہ جان لیوا ثابت ہوگی۔ دونوں دروازے مقفل رہیں گے۔ باس کی اجازت کے بغیر تم اس کمرے سے باہر نہیں نکلوگی۔"

"تمہارے باس نے میرے لیے خاصا آرام دہ مگر خطرناک قید خانہ چنا ہے۔ کیا وہ اپنے ہر مہمان کے ساتھ یہی سلوک کرتا ہے؟" ویرا نے طنز سے پوچھا۔

"یہ مہمان کی نوعیت پر منحصر ہوتا ہے۔ آنے والا شریف ہو تو کھڑکیوں میں کرنٹ دوڑتا ہے نہ دروازے مقفل رہتے ہیں" سنیل نے مسکرا کر جواب دیا۔

"تو کیا میں تمہیں بدمعاش نظر آرہی ہوں؟" ویرا نے ترشی سے پوچھا۔

"یہ فیصلہ باس کرتے ہیں۔ میں ان کے احکام پر عمل کرتا ہوں" اس نے نرمی سے جواب دیا اور مڑ کر دروازے سے نکل گیا۔ اس کے پیچھے دروازہ خود بخود بند ہوگیا۔

ویرا پریشان اور متجسس تھی۔ اس نے لپک کر سب سے پہلے وہی دروازہ دیکھا جس سے وہ اندر داخل ہوئی تھی۔ اس نے ناب کو دونوں طرف ہلا جلا کر دیکھا لیکن دروازے نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی۔ وہ ہضمی قفل کچھ عجیب ساخت کا تھا۔ اس میں اندر کی طرف کوئی لیور وغیرہ موجود نہیں تھا جس کو گھما کر دروازے کو اندر سے کھولا جاسکے۔ وہ چند سیکنڈ تک کھڑی، دروازے کو گھورتی رہی پھر مایوس ہوکر کمرے میں موجود دوسری چیزوں کی طرف متوجہ ہوگئی۔

کمرے میں بنیادی ضرورت کی اشیا سے کہیں زیادہ ساز و سامان موجود تھا۔ فون کا انسٹرومنٹ موجود تھا لیکن اس پر ڈائل یا بٹن موجود نہیں تھے۔ ویرا پورے کمرے کا

Downloaded from https://paksociety

جائزہ لینے کے بعد' ریفریجریٹر میں سے بیئر کا ایک کین نکال کر بستر پر گر گئی۔

وہ عجیب مخمصے میں پڑ گئی تھی۔ جس کام کو بہت آسان سمجھ کر وہ راج محل میں آئی تھی' وہ اس کے گلے کی ہڈی بن چکا تھا۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ وہاں سے کیسے نکل سکے گی۔ میرے اور سوبھراج کے درمیان جو سمجھوتا ہوا تھا' وہ عارضی نوعیت کا تھا۔ ویرا خوب سمجھ رہی تھی کہ اس کو میری زبان بندی کے عوض آرام اور آسائش کے ساتھ رکھا گیا تھا۔ ویرا کو اپنی قید میں رکھ کر سوبھراج میری گھات میں لگا رہتا اور جوں ہی وہ میرا قصہ تمام کرنے میں کامیاب ہوتا' ویرا کے ساتھ اس کا رویہ بدل جاتا۔

ویرا کو اپنا انجام سامنے نظر آرہا تھا۔ وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہتی تو جلد یا بدیر' سوبھراج اسے اپنے وحشیانہ تشدد کا نشانہ بناتا اور پھر اسے امریکیوں کے حوالے کر کے' انعام کی بھاری رقم حاصل کرلیتا۔

وہ آٹھ بجے تک سخت اضطراب اور بے چینی کے عالم میں اپنا وقت گزارتی رہی۔ اس دوران میں اس نے ایک مرتبہ انٹرکام کی ہاٹ لائن آزمائی اور دوسری طرف سے کسی ناخواندہ گھریلو ملازم کی اجنبی آواز سن کر کچھ کہے بغیر ریسیور رکھ دیا۔

اسے یہ سوچ سوچ کر سخت کوفت ہو رہی تھی کہ اس کی لغزش کی وجہ سے سوبھراج کو میرے اوپر حاوی ہونے کا موقع مل گیا تھا۔ اس دشوار صورتِ حال میں اسے امید کی صرف ایک کرن نظر آرہی تھی کہ میں نے سوبھراج کے اس کھیل کو سمجھ لیا تھا۔ میری کوئی تیز ترین اور بھرپور کارروائی ہی سوبھراج کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا سکتی تھی۔

آٹھ بجے سوبھراج اس کمرے میں آپہنچا۔ اس کے پیچھے ایک ملازم مے نوشی کے لوازم سے سجی ہوئی ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر آگیا۔

اس کی آمد پر ویرا نے کسی خاص ردِعمل کا مظاہرہ نہیں کیا۔ خاموشی سے اپنی جگہ پر بیٹھی رہی۔ سوبھراج نے کمرے کی پسندیدگی کے بارے میں ویرا سے چند رسمی باتیں کیں اور پھر دیوار سے لگے ہوئے صوفے پر براجمان ہوگیا۔ ملازم نے ٹرالی اس کے سامنے لگائی اور ادب کے ساتھ کمرے سے رخصت ہوگیا۔

"کیا بات ہے؟ تم کچھ بیزار سی نظر آرہی ہو" سوبھراج نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "کیا تم پینے میں میرا ساتھ نہیں دوگی۔ میں تمہارے لیے دنیا کی بہترین اسکاچ اور جن لے کر آیا ہوں۔ آج راج محل میں تمہاری پہلی رات ہے۔ اس کو یادگار ہونا چاہیے۔"

ویرا کے پاس وقت گزاری کے لیے کوئی اور مشغلہ نہیں تھا۔ ناچار وہ سوبھراج کے قریب جا بیٹھی۔ وہ اس وقت سوبھراج پر آسانی سے اپنی کوئی انگوٹھی آزما سکتی تھی لیکن اس کے بعد رونما ہونے والے واقعات کے بارے میں اسے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ اگر وہ ان حالات کو سنبھالنے میں ناکام رہتی تو اسے لینے کے دینے پڑ سکتے تھے۔

"آؤ' شام ہو رہی ہے۔ اب میں تمہاری کچھ میزبانی کروں؟" سوبھراج نے یہ کہتے ہوئے پرانی اسکاچ کی بوتل کھول لی۔

ویرا بظاہر انجان بنی بیٹھی رہی لیکن وہ سوبھراج کی ایک ایک حرکت بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے اپنے گلاس میں اسکاچ کی معمولی مقدار انڈیلی اور اس میں برف کے ڈلے ڈال کر گلاس کو پانی سے بھر لیا۔ ویرا کے گلاس میں اس نے بہت زیادہ مقدار انڈیلی تھی۔

وہ سوبھراج کے ساتھ ویرا کی ابتدائی ملاقات تھی' اسے ویرا کے بارے میں شاید بہت کچھ معلوم رہا ہو لیکن یہ بات یقینی طور پر اس کے علم میں نہیں تھی کہ ویرا ہلا نوش تھی۔ شراب بلکہ الکحل کی غیر معمولی مقدار بھی اس کے اعصاب کو ماؤف یا مفلوج نہیں کرتی تھی۔ وہ ویرا کو دانستہ زیادہ شراب پلا کر' اپنی دانست میں مدہوش کرنا چاہ رہا تھا۔ اسے یقین رہا ہوگا کہ ویرا نشے میں دھت ہونے کے بعد اس کے ہر سوال کے جواب میں سچ بولتی چلی جائے گی۔

وہ خوش دلی کے ساتھ ویرا سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا۔ ویرا نے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ بے فکری کے ساتھ اس کے ساتھ باتیں کر رہی تھی۔ اسے کسی نہ کسی طرح اپنا وقت گزارنا تھا' اکیلے پڑے رہنے سے بہتر تھا کہ اسے کچھ دیر کے لیے سوبھراج کا ساتھ میسر ہوگیا تھا۔

نہ جانے بات کس طرح سیاست کی طرف مڑ گئی اور سوبھراج نے نخوت بھرے انداز میں کہا "میں نے دولت کے ساتھ ساتھ شہرت اور عزت بھی کمائی ہے جس سے ڈیٹی کا دامن بالکل خالی ہے۔ سیاست کے میدان میں' میں بادشاہ نہیں تو بادشاہ گر ضرور ہوں۔"

"سیاست کے میدان میں اکیلا آدمی کچھ نہیں ہوتا' ساری اہمیت پارٹی کی ہوتی ہے' تم کس پارٹی میں ہو؟" ویرا نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"کمال کی بات یہی ہے کہ میری کوئی پارٹی نہیں ہے پھ

Downloaded from https://paksociety.com

بھی میں ہر پارٹی سے زیادہ مضبوط ہوں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟" ویرا نے بے اعتباری سے کہا۔

"سب پارٹیوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ اپنی پارٹی کے ڈسپلن اور پارٹی کے پابند ہیں۔ میں اپنے اقلیتی ساتھیوں سمیت آزاد ہوں۔ آج ہم اسمبلی میں اپنی حمایت واپس لے لیں تو ذرا سی دیر میں وزیراعظم کا کام تمام ہو جائے گا۔ ہر لیڈر ہمارے گروپ کے تعاون کا خواہاں رہتا ہے۔"

"حیرت ہے کہ تم اتنی مستحکم سیاسی حیثیت کا مالک ہونے کے باوجود قانون شکنی کے مرتکب ہوتے ہو۔"

اس نے ایک جان دار قہقہہ لگایا اور بولا "قانون میرے گھر کی باندی ہے۔ قانون نے ہم کو پیدا نہیں کیا۔ ہم قانون بناتے ہیں۔ قانون ہمارے اشاروں سے بنتا اور بگڑتا ہے اور اسی سے قانون میں ترمیم ہوتی ہے۔ میں کوئی قانون شکنی نہیں کرتا۔"

"تم بہت بڑے بول بول رہے ہو' کیا بلیک کیٹس والی کہانی میں تمہارا کوئی کردار نہیں تھا؟" ویرا نے تندی سے کہا "قانون افراد نہیں' ادارے تخلیق کرتے ہیں۔"

"اسے بھول جاؤ' بلیک کیٹس کا قصہ اب ختم ہو گیا۔ سیتا کانت کو ڈینی نے مار دیا اور گوپال راج کو پولیس نے پکڑ لیا۔" اس نے ویرا کی بات کا آخری حصہ نظر انداز کر دیا۔

"گوپال کو پولیس نے پکڑ لیا...!" ویرا حیرت سے بولی "یہ کب کی خبر ہے؟ آج صبح کے اخبار میں تو اس بارے میں کچھ نہیں تھا۔"

"یہ تازہ ترین خبر ہے جو پورے شہر میں گشت کر رہی ہے۔"

ویرا کو یاد آ گیا کہ گوپال کو آئی بی والے اپنی تحویل میں لینا چاہ رہے تھے تاکہ گوپال کو قیدیوں کے تبادلے میں ایک ٹرمپ کارڈ کے طور پر استعمال کر سکیں۔ اس اقدام کے پہلے مرحلے کے طور پر شاید ایس ٹی ایف نے گوپال کو پولیس کے حوالے کر دیا تھا تاکہ اس معاملے کی تشہیر ہو سکے۔ جب تک بھارتیوں کو یہ علم نہ ہو تا کہ ان کا گوپال نامی بلیک کیٹ کراچی میں پکڑا گیا تھا' سرکاری طور پر تبادلے وغیرہ کے مذاکرات کی ابتدا نہیں کی جا سکتی تھی۔

ایس ٹی ایف والے خاموشی کے ساتھ گوپال کو آئی بی کے سپرد کر دیتے تو وہ مقصد حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ اول خان کا روٹین کا ایک فیصلہ تھا جس پر ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی اس لیے ویرا اس فیصلے سے لاعلم تھی۔

"اگر یہ خبر درست ہے تو پھر تمہارے ستارے گردش میں آنے والے ہیں" ویرا نے معنی خیز انداز میں کہا۔

سوبھراج اپنے گلاس سے اسکاچ کا گھونٹ لیتے لیتے رک گیا اور چونک کر بولا "کیوں؟ اس کی گرفتاری سے میری صحت پر کیا فرق پڑے گا؟"

"وہ بھی وہ ساری باتیں جانتا ہو گا جو سیتا کانت نے بتائی ہیں۔ پولیس کو پہلے ہی مڑی ہوئی ناک والے حشمت کی تلاش ہے۔"

"میں ڈی وی آئی پی ہوں۔ پولیس میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی" وہ برہم ہو کر بولا "جو لوگ ٹیڑھے کھیل کھیلتے ہیں وہ اپنے راستے کھلے رکھتے ہیں۔ مجھے یہ جان کر صدمہ ہوا ہے کہ یہاں آنے تک تم بھی ایس ٹی ایف کے اشاروں پر ناچ رہی تھیں۔ میں اب اس ایجنسی کو تباہ کر دوں گا۔ یہ لوگ حد سے بڑھتے جا رہے ہیں۔"

"کیا اس بارے میں تمہیں الہام ہوا ہے؟" ویرا نے سوبھراج کے بنائے ہوئے دوسرے گلاس سے پہلا گھونٹ لیتے ہوئے پوچھا۔

"میرے آدمیوں نے تمہارے ڈرائیور کا پیچھا کیا تھا۔ وہ راج محل سے سیدھا ایس ٹی ایف کے اڈے گیا تھا" سوبھراج غرایا۔

"گوپال کو پولیس نے پکڑا ہے اور تم ایس ٹی ایف کو کوس رہے ہو" ویرا نے مخمور سا قہقہہ لگا کر اپنی انگلی فضا میں نچائی۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ سوبھراج سے تین گنا زیادہ اسکاچ پی لینے کے بعد نشے میں ہونے کی اداکاری ضروری ہو گئی تھی۔

"سب ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں" سوبھراج چیخ کر بولا "میں نے ابھی فون پر ہوم سیکریٹری کو بہت پھٹکارا ہے کہ اب ایس ٹی ایف والے مجھ جیسے معززین کو بھی ہراساں کرنے لگے ہیں۔ میں نے اسے تمہاری گاڑی کا نمبر اور ڈرائیور کا حلیہ بھی دے دیا ہے۔ مجھ سے ٹکرا کر اول خان سراسر خسارے میں رہے گا۔"

"تم..... تم اول خان سے نمٹ لوگے مگر گوپال کا کیا کرو گے؟ پولیس والے اس سے کھایا پیا تک اگلوا لیں گے؟" ویرا نے اسے ٹوکا۔

"وہ زیادہ دیر تک پولیس کی تحویل میں نہیں رہے گا' اسے کوئی اور ایجنسی اپنی تحویل میں لے لے گی۔"

"تم جانتے ہو کہ تمہاری ایجنسیاں پولیس سے زیادہ خطرناک ہیں۔ اول خان بھی ان کی مدد کرے گا۔"

"اول خان گیا بھاڑ میں... تم بلاوجہ میرا دماغ مت

Downloaded from https://paksociety.com

خراب کرو۔ شراب تمہارے دماغ پر چڑھ رہی ہے۔ تم نے کیا اول خان کی رٹ لگا رکھی ہے۔"

"میں نے رٹ نہیں لگائی۔ بات تم نے شروع کی تھی۔ تم کو میرے ڈرائیور کا پیچھا کرانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"اپنی ضرورتوں کو میں خود سمجھتا ہوں۔ تم ڈینی کی دست راست ہو۔ میرا اندازہ تھا کہ تمہیں کھودینے کے بعد وہ سیدھا ڈینی کی طرف جائے گا اور میں آج رات ہی شب خون مار کر اس کا صفایا کردوں گا لیکن ایسا نہیں ہوسکا۔"

"یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ ڈینی ایس ٹی ایف والوں کے ٹھکانے پر رہ رہا ہو" ویرا نے ایک شوشا چھوڑا۔

"یہ تم بتاؤگی کہ وہ کہاں رہ رہا ہے۔" سوبھراج نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"اس کا کوئی ایک ٹھکانا نہیں ہے۔ وہ پورے شہر میں ناچتا پھرتا ہے" ویرا نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"میں نے سنا ہے کہ وہ دن رات تمہارے ساتھ رہتا ہے؟" سوبھراج بولا۔

"سنی سنائی باتوں پر یقین مت کیا کرو۔ وہ گمراہ کن افواہیں ہیں" ویرا نے اگلا گھونٹ لے کر جواب دیا۔

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم اس سے کہاں کہاں ملتی رہی ہو؟" سوبھراج نے تحکم آمیز آواز میں مطالبہ کیا۔

"وہ بھیڑ بھاڑ سے دور بھاگتا ہے۔ جب بھی ملنا ہوتا ہے میرے پاس آجاتا ہے۔"

"تم کہاں روپوش تھیں؟" ویرا کے مختصر اور گول مول جوابات پر وہ جھنجلانے لگا۔

"میں اپنے گھر میں تھی، تم نے وہاں سے بے گھر کردیا۔ اب راج محل میرا گھر ہے۔"

"میں تم سے تمہارا پچھلا پتا پوچھ رہا ہوں" سوبھراج نے اصرار کیا۔

"وہ بے کار ہے، میری غیر موجودگی میں وہ بھول کر بھی اس چوہے دان کا رخ نہیں کرے گا۔ وہ بہت مکار اور خودغرض ہے۔"

"کبھی تم اس کے گن گانے لگتی ہو، اب اسے مکار اور خودغرض قرار دے رہی ہو؟" اس نے حیرت سے کہا۔

"اس کے ساتھ رہ کر اس کے گن گانے پڑتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے مفاد کے سامنے کسی کو کچھ نہیں گردانتا۔ اسی وجہ سے وہ اب تک اپنے دشمنوں سے بچا ہوا ہے۔"

"پھر بھی تم اس کے قریبی ساتھیوں میں شامل ہو!"

"یہ میری مجبوری ہے۔ اس کے ساتھ رہ کر میں اتنی دور نکل گئی ہوں کہ اب میری واپسی ممکن نہیں رہی۔ میں چاہوں بھی تو اپنے دامن سے اس کی شناخت نہیں مٹاسکتی۔ حد یہ ہے کہ میرے ہم وطن بھی مجھے اس کا دست راست سمجھتے ہیں اور میری جان کے دشمن ہوگئے ہیں۔"

"کیا تم ان حالات سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہو؟" سوبھراج نے پرامید لہجے میں پوچھا۔

"مجھے کچھ پتا نہیں کہ میں کیا چاہتی ہوں۔ مجھے اتنا معلوم ہے کہ میں بھاگتے بھاگتے آگئی ہوں" ویرا کی آواز بوجھل ہوگئی۔

"میں تمہاری کیفیت کو سمجھ رہا ہوں" سوبھراج نے اس کی پشت پر تھپکی دے کر اسے تسلی دی "اس وقت تم نشے میں ہو اس لیے مجھے یقین ہے کہ سچ بول رہی ہوگی۔ اگر تم مجھ پر بھروسا کرو تو یہ سب بدل سکتا ہے۔ میں تمہیں ڈینی کے سحر سے آزاد کرا سکتا ہوں۔"

"آزاد ہوکر بھی میں اس کے نام کی قیدی رہوں گی۔ انعام کے لالچی دن رات میری تلاش میں لگے رہیں گے۔"

"بہت سے بارسوخ امریکی میرے قریبی دوست ہیں، میں انہیں سمجھانے کی کوشش کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ میری بات سمجھ لیں گے" اس نے پریقین لہجے میں کہا۔ ویرا کی پچھلی دار باتوں کے چکر میں پڑکر وہ اس کی کمین گاہ کا پتا ٹھکانا سب فراموش کر بیٹھا تھا۔

"جب تک ڈینی والے اشتہار سے میرا نام واپس نہیں لیا جاتا، میں سکھ کا سانس نہیں لے سکوں گی۔ ویرا نے دھیرے دھیرے پھیلنا شروع کردیا۔

"میری بات بن گئی تو ایسا بھی ہوجائے گا۔ میرے امریکی دوستوں کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔"

ویرا نے اسے یہ بتانا مناسب نہ سمجھا کہ وہ مجھ سے فون پر بات کرتے ہوئے اس امر سے مترا سرانکاری تھا کہ اس کا امریکیوں سے بھی کوئی ربط ضبط ہے۔

"تم اپنے کن امریکی دوستوں کی بات کررہے ہو؟" ویرا نے بے پروایانہ انداز میں پوچھا۔

"ان کی تعداد خاصی ہے۔ ان میں سے کم از کم دو تو اس وقت بھی کراچی میں موجود ہیں۔ تم نے ڈینی کی زبان سے ان کے نام سنے ہوں گے۔"

"ڈینی کسی کو بھی ضرورت سے زیادہ اعتماد میں نہیں لیتا" ویرا نے اکھڑا کورا جواب دے دیا۔

"ایف بی آئی کا نک ہاروے اور سی آئی اے کا ٹام

Downloaded from https://paksociety.com

پیٹرک میرا دوست ہے" سوبھراج نے لمحہ بھر سوچنے کے بعد فخر سے بتایا۔

"اونہہ!" ویرا کا منہ بن گیا "واشنگٹن اور ورجینیا میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے پاس زیادہ وقت نہیں ہوتا۔ کوئی تمہاری بات نہیں سنے گا۔"

سوبھراج سرک کر ویرا کے قریب ہوگیا اور اپنا داہنا ہاتھ اس کے شانے پر رکھ کر بولا "یہ دونوں امریکا میں نہیں' کراچی میں ہیں۔"

ویرا خود شراب پی رہی تھی لیکن اسے سوبھراج کے منہ سے آنے والے بھپکے ناگوار لگ رہے تھے۔ وہ ویرا سے تقریباً جڑ کر بیٹھا ہوا تھا۔

"وہ کراچی میں ہیں تو مجھے اور ڈینی کو پکڑنے کے لیے آئے ہوں گے۔" ویرا نے معصومیت سے اندیشہ ظاہر کیا۔ وہ اندازہ لگا چکی تھی کہ اسکاچ کے سرور میں آنے کے بعد سوبھراج کا موڈ خوشگوار ہوچکا تھا اور وہ اس پر جھکا پڑ رہا تھا۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ بے تکلفی سے ویرا کے شانے پر رکھا ہوا تھا۔ اس سے آگے اس میں کسی مزید پیش رفت کی ہمت پیدا نہیں ہو پا رہی تھی۔

"تم دیکھ لو۔ ان سے بات کرو' اگر وہ مجھ کو ڈینی سے نتھی نہیں کرتے تو میں پہلی فرصت میں ڈینی سے الگ ہونا چاہوں گی۔"

"مجھے ولایتی عورتیں اچھی لگتی ہیں" ویرا کے سدا بہار پیکر کے لمس سے سوبھراج کی عقل پر کہر جمنی شروع ہوگئی "تم چاہو گی تو تمہیں راج محل میں ملازمت مل جائے گی۔"

"تم نشے کی جھونک میں میرے اوپر ڈھلکے پڑ رہے ہو۔ ذرا سیدھے ہو کر بیٹھو۔ تمہارے بوجھ سے میری کمر میں درد ہونے لگا ہے" ویرا نے اس کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگانے کے لیے سوچ سمجھ کر قدرے الجھن کے ساتھ کہا۔

"اوہو.... عورت کا نام کچھ بھی ہو' وہ ہمیشہ عورت ہی رہتی ہے" یہ کہہ کر سوبھراج نے اپنا گلاس تیزی سے خالی کردیا۔ اس نے اپنے دونوں گلاس بہت ہلکے بنائے تھے لیکن اس کے پینے کی رفتار بہت تیز تھی۔ اس بار ویرا نے اس کے لیے تیسرا گلاس بنایا تو اس میں پانی اور اسکاچ کی مقدار تقریباً برابر تھی۔ سوبھراج اسے دیکھتا رہا لیکن اس نے اسکاچ کی مقدار بڑھ جانے پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

"اس وقت میرے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے؟" قدرے توقف کے بعد ویرا نے پوچھا۔

"تم بہت خوبصورت اور پرکشش معلوم ہو رہی ہو" سوبھراج نے نیچی آواز میں کہا۔

ویرا زبردستی کھلکھلا کر ہنس پڑی اور بولی "یہ بات تو مجھے پہلے سے معلوم ہے۔ میں یہ جاننا چاہ رہی تھی کہ مجھے کب تک یہاں رہنا ہوگا؟"

"فی الحال تم یہیں رہو گی" وہ اتنا بھی نہیں بہکا تھا کہ موج میں آکر ویرا کو آزادی کی نوید سنا دیتا۔ اس کا داہنا ہاتھ یکایک ویرا کے شانے سے پھسل کر اس کی کمر کے گرد حمائل ہوگیا۔ وہ ویرا کے بالوں میں اپنا منہ گھسا کر گہرے گہرے سانس لیتا ہوا بولا "آؤ۔ بستر پر آجاؤ۔ بیٹھے بیٹھے تمہاری کمر کا درد بڑھ جائے گا۔"

ویرا نے شوخ اور تیکھی نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر مسہری کی طرف چل دی۔ اپنا گلاس اس نے دانستہ ٹرالی پر چھوڑ دیا تھا۔ سوبھراج نے بھی اس کی تقلید کی اور اپنا گلاس لیے مسہری کی طرف بڑھا۔ اس کے بیٹھنے سے پہلے' ویرا لڑھک کر مسہری کے دوسرے کنارے پر چلی گئی۔

"تم مجھ سے دور کیوں بھاگ رہی ہو؟" سوبھراج نے شکایتی لہجے میں پوچھا۔

"میں یہاں آئی تو مطلع ابر آلود تھا اور بھیگی ہوئی ہلکی ہوا چل رہی تھی" ویرا نے اپنی جگہ سے ہلے بغیر کہا "کراچی میں ایسا سہانا موسم کبھی کبھی آتا ہے۔ اس بند کمرے میں وقت گزارنے کے بجائے کیوں نہ ہم باہر گھومنے چلیں" وہ سوبھراج کے بدلتے ہوئے تیور دیکھ کر ذہنی پراگندگی کا شکار ہوگئی تھی۔

"میں گھر میں آزاد ہوتا ہوں۔ باہر مجھے محتاط رہنا پڑتا ہے۔ کسی اخباری نمائندے نے ہمیں دیکھ لیا تو صبح کے اخبار ایک اسکینڈل کھڑا کردیں گے" کسی حد تک مدہوش ہونے کے باوجود وہ بہت زیادہ ہوش کی باتیں کر رہا تھا "شہرت ہوجانے سے فائدے کے ساتھ ساتھ کچھ نقصانات بھی ہوتے ہیں۔"

"تمہاری مرضی!" ویرا نے مایوسی سے کہا "تم باہر جانے سے ڈرتے ہو تو پھر یوں ہی سہی!"

"میں کسی سے نہیں ڈرتا' اپنی عزت سے ڈرتا ہوں۔ اگر کوئی کام نکل آئے تو میں آدھی رات کو بھی باہر نکل سکتا ہوں۔ تمہارے ساتھ باہر کی ہوا خوری مشکل ہے۔"

"تو چلو.... پھر ڈینی کو ڈھونڈنے چلتے ہیں؟" ویرا نے چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد نئی تجویز پیش کردی۔

"اتنے بڑے شہر میں اسے کہاں ڈھونڈیں گے؟ ابھی تم

Downloaded from https://paksociety.com

خود کہہ رہی تھیں کہ تمہیں اس کے ٹھکانے کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔"

"میں اس بات پر اب بھی قائم ہوں" وہ بھولا ہوا تذکرہ چھیڑ کر ویرا خوش نہیں تھی لیکن وہ سوبھراج کے قرب سے فرار حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اسے ٹالنے کے لیے کوئی جان دار عذر ضروری تھا "میرا اندازہ ہے کہ اس وقت وہ کلفٹن میں اپنے ایک دوست کے فلیٹ پر مل سکے گا۔"

"یہ بات تم مجھے اب بتا رہی ہو.... مجھے اس فلیٹ کا پتا بتاؤ" سوبھراج سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"میں تمہیں وہاں پہنچا سکتی ہوں۔ اس فلیٹ کا پتا مجھے معلوم نہیں ہے" ویرا نے سادگی سے کہا۔

ان لمحات میں یکایک میرا ذکر چھیڑتے ہوئے جہاں وہ سوبھراج کی رومان زدگی سے نجات کی خواہاں تھی وہیں اس کے ذہن میں یہ خیال بھی جاگزیں تھا کہ ہم لوگ اس کی طرف سے غافل نہیں رہے ہوں گے۔ اس کی بازی الٹنے کے ساتھ ہی کسی نہ کسی کو راج محل کے آس پاس مامور کردیا گیا ہوگا۔ جیسے ہی اسے راج محل سے باہر نکالا جائے گا' ہم لوگ اس کی رہائی کے لیے حرکت میں آجائیں گے۔

"یہ بات تمہیں اسی وقت بتادینی چاہیے تھی جب میں تم سے ڈینی کا پتا ٹھکانا پوچھ رہا تھا؟" اس نے ویرا سے شکوہ کیا۔

"تم نے خود ہی وہ بات ادھوری چھوڑ دی تھی" ویرا نے اپنی صفائی پیش کی "اس وقت بھی یہ ذکر میں نے نکالا ہے۔"

"اگر کہیں بھی اس کے ملنے کا امکان موجود ہے تو ہمیں ادھر کا رخ کرنا چاہیے۔ اس وقت میرے لیے ڈینی بہت اہم ہے۔"

"مجھے اس کے کم از کم دو ٹھکانوں کا علم ہے" ویرا نے اسے مزید اکسانے کی نیت سے کہا "ایک کلفٹن میں جہانگیر کا فلیٹ ہے اور دوسرا گلشن کا ایک گھر!"

"یہ جہانگیر وہی تو نہیں جس کی لی مارکیٹ کے علاقے میں فارمیسی ہوا کرتی تھی!" سوبھراج نے چونک کر پوچھا۔

"بالکل وہی... مگر تم اس کو کیسے جانتے ہو؟" ویرا نے حیرت ظاہر کی۔

"ایک اچھے سیاست داں کو ہر وقت اپنے ملک اور شہر کے حالات سے باخبر رہنا پڑتا ہے۔ شاید انڈر ورلڈ کے کچھ لوگوں نے اس کی فارمیسی کو آگ لگادی تھی جس کے نتیجے میں اوپر کی منزل پر رہنے والے ایک خاندان کا بچہ جل کر مرگیا تھا" سوبھراج نے اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"تم بالکل ٹھیک پہنچے ہو۔ تمہاری یادداشت قابلِ رشک ہے" ویرا نے اعتراف کیا۔

سوبھراج نے اپنی جن معلومات کا اظہار کیا تھا' ان کا سیاست سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں تھا۔ ویرا یہ بات اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ وہ باتیں اسے بن ڈیوڈ اور نک وغیرہ کے ذریعے معلوم ہوئی ہوں گی مگر وہ سوبھراج کے کسی دعوے پر اعتراض کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ وہ اس کی ہاں میں ہاں ملا کر اسے راج محل کی حدود سے باہر نکالنا چاہتی تھی۔

"جہانگیر کا نام لے کر تم نے اپنی بات میں وزن پیدا کردیا ہے" سوبھراج قدرے پرجوش لہجے میں بولا۔ "تم اسی وقت نکل جاؤ' وہ کلفٹن میں نہ ملے تو گلشن میں بھی ضرور دیکھنا۔"

"میں نکل جاؤں؟" ویرا نے حیرت سے کہا "تو کیا تم میرے ساتھ نہیں چلو گے؟"

"نہیں' میں نہیں جاسکوں گا۔ اس وقت میں نے تھوڑی سی زیادہ پی لی ہے' باہر کی ہوا لگی تو نشہ گہرا ہوجائے گا۔"

"میں اکیلی کہاں دھکے کھاتی پھروں گی" ویرا کو سوبھراج کے انکار پر غصہ آگیا۔

"ارے ڈارلنگ! تم بلاوجہ انگریزی میں خفا ہو رہی ہو۔ میرے چار بہترین لڑاکا آدمی تمہارے ساتھ جائیں گے۔ ڈینی مل گیا تو وہ چاروں کسی جنگلی سور کی طرح اس کی گردن میں رسی ڈال کر اسے یہاں لے آئیں گے' وہ تمہارے محافظ بھی ہوں گے' تم ان کے ساتھ یہاں لوٹ آؤ گی" اس نے خوش گوار لہجے میں کہا۔

ویرا نے بس لمحہ بھر کے لیے سوچا۔ سوبھراج اس کا چہیتا نہیں تھا۔ وہ اسے ہمارے ممکنہ نشانے پر لانے کے لیے راج محل سے باہر نکالنے کو شش کر رہی تھی۔ وہ خبیث اپنے بارے میں کچھ زیادہ ہی خوش فہمیوں میں مبتلا تھا۔ یہ ظاہر کر رہا تھا جیسے شہر بھر کے اخباری نمائندے ساری دنیا کو بھول بھال کر دن رات اس کی سرگرمیوں کی کوئی خبر یا تصویر حاصل کرنے کی دوڑ میں لگے ہوئے تھے۔ اگر وہ اپنے بل سے باہر نکلنے پر آمادہ نہیں تھا تو اسے بھاڑ میں ڈالا جائے۔ ویرا کو راج محل کی منحوس چار دیواری سے باہر نکلنے کا موقع میسر آرہا تھا تو اسے اس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے تھا۔

وہ چند گھنٹوں میں رونما ہونے والی بہت بڑی تبدیلی تھی۔ ابتدا میں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ویرا کو دوبارہ کھلا آسمان دیکھنا نصیب نہیں ہوسکے گا اور آخر کار وہی عمارت اس کا مقتل اور مدفن بنادی جائے گی لیکن ویرا نے اپنی پیہم

Downloaded from https://paksociety.com

کوششوں سے سوبھراج کو یہ باور کرادیا تھا کہ وہ خود بھی میرے ستائے ہوئے لوگوں میں شامل تھی۔ اس وقت کی صورت حال ویرا کے لیے بہت حوصلہ افزا تھی۔ وہ موقع ضائع کرنا کفرانِ نعمت کے مترادف ہوتا۔

"اس وقت میں صرف تمہارے ساتھ باہر جانا چاہ رہی تھی۔ تمہارا موڈ نہیں بن رہا تو پھر میں ہی چلی جاتی ہوں۔ تم میری کامیابی کے لیے دعا کرتے رہنا۔"

"بات ڈینی کی نہ ہوتی تو اس وقت میں تمہیں باہر نہ بھیجتا۔ یہ فیصلہ کرکے میں ایک نیا تلا خطرہ مول لے رہا ہوں۔ لوگ کہتے رہے ہیں کہ تم دونوں بہت چالاک اور مکار ہو مگر میرا تجربہ بتاتا ہے کہ اس وقت تم نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا۔ تم اپنی ذات پر ڈینی کی چھاپ سے زچ آچکی ہو....." سوبھراج پورے اعتماد سے بول رہا تھا کہ ویرا درمیان میں بول پڑی۔

"تمہیں ذرا سا بھی شبہ ہے تو تم اب بھی اپنا فیصلہ بدل سکتے ہو۔ میں باہر جانے پر اصرار نہیں کروں گی۔"

"نہیں.... تم ضرور جاؤ گی" سوبھراج نے زور دے کر کہا "ڈینی کی گردن دبوچنے کے لیے میں ہر خطرہ مول لینے کے لیے تیار ہوں۔ اس کی آزادی کا ایک ایک لمحہ میرے لیے بھاری ہو رہا ہے۔ اس کا وقت پورا ہوچکا ہے۔ اب اسے میرے سامنے خاک چاٹنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔"

ویرا میرے بارے میں اس کے اضطراب کو خوب سمجھ رہی تھی۔ اس کو سب سے زیادہ میری فکر تھی کیونکہ میں اس کے سارے کرتوتوں سے واقف ہوچکا تھا۔ وہ باتیں ویرا سمیت دوسروں کے علم میں بھی تھیں مگر سوبھراج کو یہ غلط فہمی تھی کہ میں نے دوسروں کو ان باتوں کی ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی۔ اس کے خلاف سارا مواد میرے سینے میں محفوظ تھا۔ جب تک میں آزاد اور زندہ تھا' سوبھراج کی عزت' ساکھ اور سلامتی' سب کچھ داؤ پر لگا ہوا تھا۔ وہ مجھے مار کر ہی اپنی دانست میں اپنا بچاؤ کرسکتا تھا۔ اس پس منظر میں میری سرکوبی کے لیے اس کا حد سے بڑھا ہوا تجسّس و اضطراب قطعی فطری تھا۔ میرے خاتمے کے لیے اگر اسے ویرا سے ہاتھ دھونے پڑتے تو وہ اس کے لیے بھی تیار تھا۔

سوبھراج کے لیے ویرا کی حیثیت محض ایک یرغمالی کی سی تھی۔ اس کا اصل تصادم مجھ سے تھا۔ ویرا نے اسے میری مکاری اور خودغرضی کی جو داستان سنائی تھی وہ سوبھراج کے لیے ضرورت سے زیادہ اثرانگیز ثابت ہوئی تھی۔ شاید اس کے دل میں اس خدشے نے بھی سر ابھارا ہو کہ میں کسی وقت ویرا کے انجام کی پروا کیے بغیر کہیں سوبھراج کو بے نقاب نہ کردوں۔ ایسی صورت میں اس کے لیے ویرا کی بے مصرف ثابت ہوتی۔ وہ اس کو مار کر بھی میرے دعوے کا ازالہ نہیں کرسکتا تھا۔

"تم ڈینی کے خلاف بھڑکے ہوئے ہو۔ میرا خیال ہے کہ مجھے چلا ہی جانا چاہیے!" ویرا نے اس کے اصرار کے ہتھیار ڈالنے کی صداکاری کرتے ہوئے کہا۔

سوبھراج نے قریبی تپائی سے انٹرکام اٹھا کر کسی کو ٹیلی کو بھیجنے کے بارے میں ہدایت دی اور ریسیور رکھ کر راہداری اپنے گلاس کی طرف متوجہ ہوگیا۔

❁❁❁

"مجھے یہ رات کالی ہوتی نظر آرہی ہے" سلطان شاہ انفرارید دوربین آنکھوں سے لگائے ہوئے بڑبڑایا "پچھلے ڈیڑھ گھنٹوں میں راج محل سے یہ دوسری گاڑی باہر نکلی ہے اور اس میں بھی ڈرائیونگ سیٹ پر صرف ایک آدمی نظر آرہا ہے۔"

"ایک وقت میں ڈرائیونگ سیٹ پر ایک ہی آدمی ہوسکتا ہے۔ کیا تم اس کی گود میں کسی اور کی موجودگی کی توقع کررہے تھے؟" میں نے قدرے ترشی سے پوچھا۔

"یہ مطلب نہیں تھا میرا.... دراصل گاڑی میں اس کے سوا کوئی اور نہیں تھا" اس نے دوربین اپنی آنکھوں سے ہٹاتے ہوئے صفائی پیش کی۔

"گاڑی کی سیٹ کے علاوہ پائیدان میں بھی کوئی وجود پوشیدہ ہوسکتا ہے" اول خان نے مزہ لینے کے لیے سنجیدگی سے کہا۔

پارکنگ لائٹس کی روشنی میں راج محل کے پھاٹک سے برآمد ہونے والی کار کے ہیڈ لیمپس جل اٹھے اور وہ تیزی سے ایک طرف گھوم کر آگے روانہ ہوگئی۔

"یہ انفرارید دوربین ہے' اندھیرے میں ضرور دکھاسکتی ہے۔ آہنی چادر کے پیچھے چھپی ہوئی چیزوں کو دکھانا اس کی بساط سے باہر ہے۔" سلطان شاہ نے تنک کر کہا "یہ تم لے لو۔ ہوسکتا ہے کہ تمہارے ہاتھوں میں آنے کے بعد یہ دوربین زیادہ کمالات دکھاسکے" اس نے دوربین میری طرف بڑھائی۔

"تم برا مان گئے۔ وقت گزارنے کے لیے کچھ نہ کچھ شغل بھی ضروری ہے۔ ہم صرف کام میں لگے رہے تو بہت جلد اکتا جائیں گے" اول خان ہنس کر بولا۔

Downloaded from https://paksociety.com

فون پر سوبھراج سے بات ہونے کے بعد میں نے رائے قائم کی تھی کہ وہ ویرا کو زیادہ دیر تک راج محل میں قید نہیں رکھے گا۔ ایک آدھ رات گزارنے کے بعد اسے کہیں اور منتقل کردے گا۔ میرے لیے وہ صورتِ حال بہت سنگین اور فوری توجہ کی متقاضی تھی۔ میں غزالہ اور اول خان کے ساتھ دیر تک اسی بحث میں الجھا رہا۔ اسی دوران میں سلطان شاہ اسٹیشن فور کی سیر کرکے ٹیکسی کے ذریعے ہانپتا کانپتا گھر آپہنچا۔

اس کی رپورٹ حوصلہ افزا تھی۔ اس سے ملاقات ہونے تک ویرا پر کسی قسم کا تشدد نہیں کیا گیا تھا۔ مگر وہ مسلح آدمیوں کے نرغے میں پورچ تک لائی گئی تھی۔

سلطان شاہ کی آمد اور رپورٹ کے بعد ہماری گفتگو میں نئی جان پڑ گئی۔ آثار بتا رہے تھے کہ ویرا قید ضرور کرلی گئی تھی لیکن راج محل میں اس کے ساتھ بوجوہ شریفانہ سلوک کیا جارہا تھا۔

ویرا ہم میں سے تھی۔ اسے اس کے حال پر نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ مشترکہ طور پر یہ طے ہوا کہ غزالہ کو گھر پر چھوڑ کر ہم تینوں فوری طور پر راج محل کی طرف دوڑ لگا دیں۔ غزالہ کو گھر پر کوئی خطرہ نہیں تھا کیونکہ وہاں ایس ٹی ایف کے دو مسلح گارڈز ہر وقت موجود رہتے تھے۔

غزالہ نے بھی ہمارے ساتھ چلنے کی ضد نہیں کی۔ اس معاملے میں اس کا مزاج ویرا سے بالکل مختلف تھا۔

اول خان کی تجویز اور ہدایت پر اس کے ایک آدمی نے اس کی لینڈ روور کی اگلی اور پچھلی نمبر پلیٹوں پر اچھی طرح گیلی مٹی مل دی تاکہ ہمارا کوئی حریف اتفاقی طور پر گاڑی کا نمبر نوٹ نہ کرسکے۔ اس مختصر سی احتیاط کے ساتھ تینوں فوری طور پر سوجل بازار کی طرف روانہ ہوگئے۔

سلطان شاہ ویرا کو لے کر وہاں پہنچا تو ہر طرف ابتدائی شام کا اجالا پھیلا ہوا تھا۔ راج محل سے باہر ویرا کی واپسی کا انتظار کرتے ہوئے اس نے دو مقامات کا تعین کرلیا تھا جہاں سے آسانی کے ساتھ راج محل کے داخلی راستے کی نگرانی کی جاسکتی تھی۔ اس نے اسی وقت اندازہ لگا لیا تھا کہ ہمیں کسی نہ کسی وقت اس عمارت کا گھیراؤ کرنے کی ضرورت پیش آجائے گی۔

ایسی ناگہانی مہمات کے لیے اول خان کی گاڑی ہر وقت ضروری ساز و سامان سے لیس رہتی تھی۔ اسی میں انفرا ریڈ دوربین بھی شامل تھی جو گھور اندھیرے میں سو میٹر دور تک کی چیزیں دکھانے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ وہ دوربین سفر کے آغاز ہی میں سلطان شاہ کے حوالے کردی گئی تھی۔

ہم تینوں بہت برق رفتاری سے ٹھیک سات بجے اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ ہم نے شاہانہ رفتار کے ساتھ مین روڈ سے گزرتے ہوئے، راج محل کا گہرا جائزہ لیا اور پھر لینڈ روور سلطان شاہ کی منتخب کی ہوئی ایک گلی میں داخل کردی جہاں گھنے درختوں کی وجہ سے زیادہ اندھیرا تھا۔

اول خان نے اپنی گاڑی کا اسٹیئرنگ وہیل سنبھالا ہوا تھا۔ میں اس کے برابر والی سیٹ پر براجمان تھا۔ سلطان شاہ ہم دونوں کے پیچھے پوری نشست پر قابض تھا۔ اس گلی میں کافی دور نکل جانے کے بعد اول خان نے اپنی گاڑی گھمائی اور روشنیاں گل کرکے لینڈ روور کو دوبارہ گلی کے سرے تک لاکر، گھنے درختوں کے نیچے پارک کردیا۔ درختوں کے ساتھ ہی ایک بوسیدہ دیوار دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے پیچھے ایک خستہ حال عمارت کا منہدم ڈھانچا کنکریٹ اور پتھروں کے اونچے انبار کی صورت میں نظر آرہا تھا۔

اس مقام سے راج محل کا پھاٹک براہِ راست ہماری آنکھوں کی زد میں تھا۔ پھاٹک کے اونچے ستونوں پر خاصی تیز روشنی موجود تھی جو دور تک پھیل رہی تھی لیکن چراغ تلے اندھیرے کے مصداق، پورا پھاٹک اندھیرے میں ڈوبا ہوا مہیب سا لگ رہا تھا۔

ہمارے وہاں پہنچنے کے بیس پچیس منٹ بعد اندر سے ایک پرانی سی کار باہر نکلی جس میں ملازمانہ وضع قطع کا ایک ادھیڑ عمر شخص سوار تھا۔ اس گاڑی کی ظاہری حالت ایسی نہیں تھی کہ اسے کسی تیز ترین مجرمانہ کارروائی کے لیے استعمال میں لایا جاتا۔ ڈیڑھ گھنٹے کی مدت میں اندر سے دوسری گاڑی وہ نکلی تھی جس کے بارے میں تینوں نے کوئی نہ کوئی رائے زنی کی تھی۔ اس دوران میں باہر سے کوئی اس احاطے میں داخل نہیں ہوا تھا۔

"ایسا نہ ہو کہ ویرا نے ہم لوگوں کو چھوڑ کر راج محل میں آباد ہونے کا فیصلہ کرلیا ہو۔ آزاد خیال مغربی لڑکیاں ایسے معاملات میں بہت متلون ہوتی ہیں۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد سلطان شاہ بولا۔

"کم از کم اس وقت تو اس کے بارے میں ایسے بے رحمانہ انداز میں نہ سوچو۔ پتا نہیں وہ اندر کن حالات کا سامنا کررہی ہوگی۔" میں نے اسے ملامت کی۔

"یہ تشویش مجھے بھی ہے۔ تم یقین نہیں کرو گے کہ جب اس نے پورچ میں آکر مجھ سے بات کی تو اس کے منہ سے بیئر کی بو آرہی تھی۔"

Downloaded from https://paksociety.com

"تم کیا جانو کہ بیئر کی بو کیا ہوتی ہے!" اول خان نے اعتراض کیا۔

"میں نے کبھی نہیں پی لیکن پینے والوں کے ساتھ ایک مدت سے رہ رہا ہوں۔ مجھے تھوڑی بہت پہچان آگئی ہے۔" وہ بولا۔

"اپنی تصحیح کرلو۔ تم پینے والوں کے ساتھ نہیں' صرف ایک پینے والی کے ساتھ رہ رہے ہو۔" میں نے کہا۔

"تم کچھ عرصے سے تائب ہوگئے ہو تو کیا ہوا' پہلے تم بھی پرانے پاپی تھے۔ میں نے اصل باریکیاں تمہارے ساتھ رہ کر ہی سیکھی ہیں۔" اس نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"تم نے کیا باتیں نکال لیں۔" اول خان نے دخل اندازی کی "یہ بھلی باتوں کا وقت ہے۔"

"میں وقت گزاری کے لیے ذرا شغل کررہا تھا ورنہ میرا دل بھی ویرا کے لیے پریشان ہے۔" سلطان شاہ کی آواز سوگوار ہوگئی۔ "اس کو اپنی غلطی اور حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی کی وجہ سے یہ وقت دیکھنا پڑا ہے۔ کبھی کبھی وہ اندھے کنویں میں چھلانگ لگا دیتی ہے۔"

"کچھ پتا نہیں کہ اس وقت اندر کی کیا صورتِ حال ہے۔" اول خان نیچی آواز میں بڑبڑایا "اگر وہ ہمارے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی اسے نکال کر کہیں لے گئے ہیں تو ہم ساری رات یہاں جھک مارنے کے باوجود کوئی نتیجہ حاصل نہیں کر پائیں گے۔"

"ویرا کی طرح مجھے سوبھراج بھی اپنے بارے میں بہت خوش گمان اور پراعتماد معلوم ہوتا ہے۔" میں نے اسے تسلی دی "اس نے ویرا کو نکالنے میں عجلت سے کام نہیں لیا ہوگا۔ وہ کوئی عاجلانہ فیصلہ کرچکا ہوتا تو ویرا' سلطان شاہ کو بریفنگ کرتے ہوئے کوئی نہ کوئی اشارہ ضرور دے دیتی۔"

"ہم دونوں سب سے الگ تھلگ تھے۔" سلطان شاہ نے میری توثیق کرتے ہوئے کہا "وہ جو چاہتی' کہہ سکتی تھی۔ تم نے بتایا ہے کہ تمہاری اس سے سوا پانچ بجے فون پر بات ہوئی تھی۔ وہ راج محل میں مجھ سے تقریباً چھ بجے ملی تھی۔ اس درمیانی مدت میں اس کے سوبھراج سے مذاکرات ہوتے رہے ہوں گے۔ اسے اپنی فوری منتقلی کا ذرا سا بھی اشارہ مل جاتا تو وہ مجھے ضرور کچھ نہ کچھ بتا دیتی۔ میرا اندازہ ہے کہ ابھی وہ اندر ہی ہوگی۔"

"خدا کرے تمہارا اندازہ درست ہو۔" اول خان نے دعائیہ لہجے میں کہا "وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میری وحشت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔"

تھوڑی دیر کے لیے گاڑی کے کیبن میں خاموشی چھا گئی۔ ہم تینوں میں سے ہر ایک اپنے اپنے خیالات میں کھویا ہوا تھا۔

پھر پھاٹک میں جنبش ہوئی۔ انفراریڈ دوربین سلطان شاہ کی آنکھوں سے جا لگی۔

پھاٹک اندر کی طرف کھلنا شروع ہوا تو گیٹ لیمپس کی روشنی میں بننے والے' ستونوں کے سائے میں ایک پجیرو نظر آئی۔ وہ قدرے تاریکی میں تھی اس لیے اس میں موجود سواروں کی تعداد کا اندازہ نہیں ہو سکا مگر سلطان شاہ کی اضطراری آواز نے وہ مسئلہ اسی دم حل کردیا۔

"ویرا اگلی سیٹ پر دو آدمیوں کے درمیان موجود ہے۔" وہ دوربین آنکھوں پر جمائے نیم ہذیانی انداز میں بول رہا تھا "دو آگے ہیں۔ چار آدمیوں کا قافلہ اسے کہیں لے جا رہا ہے۔ انجن اسٹارٹ کرلو۔ وہ کسی بھی لمحے چل پڑیں گے۔"

اول خان نے بلا تاخیر اپنی لینڈ روور کا انجن اسٹارٹ کر لیا۔

پجیرو والوں کو کسی کا نہیں' صرف پھاٹک کھلنے کا انتظار تھا۔ پھاٹک کھلتے ہی وہ تیزی سے سڑک پر آگئے۔ گاڑی آگے بڑھانے سے پہلے انہوں نے اپنے ہیڈ لیمپس روشن کرلیے تھے۔ اگر ہم تینوں بروقت نیچے نہ جھک گئے ہوتے تو ہمارے چہرے مڑتی ہوئی پجیرو کی تیز روشنی میں نہا جاتے۔

چند ثانیوں کے فرق سے اول خان نے اپنی لینڈ روور کمال ہوشیاری سے ان کے پیچھے لگا دی۔

پجیرو چڑیا گھر کی عقبی سڑک پر پہنچی تو ہمیں اس کی سمت کا کوئی اندازہ نہیں تھا لیکن اس کے گارڈن روڈ پر' بائیں طرف مڑتے ہی یہ تعین ہوگیا کہ پجیرو پرانے شہر کے مرکزی علاقے میں داخل ہوگی یا وہاں سے گزرے گی۔

"رفتار بڑھاؤ اور ذرا سی دیر کے لیے ان سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔" سلطان شاہ' اول خان کی پشت پر ہاتھ مار کر بے چینی سے بولا "اگلے سگنل پر دوبارہ ان کے پیچھے ہولینا۔"

"جلدی کرو' فاصلہ کم ہے۔ سلطان شاہ صحیح کہہ رہا ہے۔" میں نے ہیجانی آواز میں اس کی تائید کی۔

اس وقت ویرا پجیرو میں اپنے چار مسلح دشمنوں میں گھری ہوئی تھی۔ یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ راج محل والے اس کے ساتھ دوستانہ انداز میں پیش آئیں گے۔ وہ چاروں اسے کہیں بھی لے جا رہے ہوں' ویرا کا ہراساں اور چوکنا ہونا لازمی تھا۔ ہماری لینڈ روور برق رفتاری کے ساتھ

Downloaded from https://paksociety.com

ان کے برابر سے گزرتی تو ویرا کا اس کی طرف متوجہ ہونا لازمی تھا۔ وہ اول خان کی گاڑی کو نہ پہچانتی تب بھی ہمارے شناسا چہرے اس کے دل میں ایک نیا ولولہ پیدا کر دیتے اور وہ ذہنی طور پر کوئی نیا کردار ادا کرنے کے لیے تیار ہو جاتی۔

وہ ایک اہم اور تیز ترین فیصلہ تھا۔ اس میں صرف ایک خرابی تھی کہ چند گھنٹے پہلے متعدد افراد سلطان شاہ کو راج محل میں دیکھ چکے تھے۔ اگر ان میں سے کوئی ان چاروں میں بھی شامل تھا اور وہ سلطان شاہ کی ایک جھلک بھی دیکھ لیتا تو اپنے ساتھیوں کو کسی خوں ریز تصادم کے خطرے سے ہوشیار کر دیتا۔

"تم پائیدان میں دبک جاؤ۔" میں نے وہ اندیشہ ذہن میں آتے ہی مڑ کر سلطان شاہ سے کہا۔ اس اثنا میں اول خان لینڈ روور کی رفتار بڑھا کر لمحہ بہ لمحہ پیجرو سے قریب ہوتا جا رہا تھا۔

سلطان شاہ اس وقت ذہنی طور پر حاضر اور بہت فعال تھا۔ وہ میری ہدایت کی اہمیت کو سمجھ کر کچھ کہے بغیر نیچے جھک گیا۔ اس کا پورا وجود کھڑکی سے نیچے' آہنی دروازے کے اوٹ میں چھپ چکا تھا جس کے نتیجے میں اس کا باہر سے دیکھا جانا ممکن نہیں رہا تھا۔

سوبھراج نے پیجرو میں شاید شہدے قسم کے آدمیوں کو بھیجا تھا۔ وہ اپنے پیچھے بڑھتی ہوئی لینڈ روور کو عقب نما آئینے میں دیکھ کر یہ سمجھے کہ ہم شہر کی اس مصروف سڑک پر ان سے ریس لگانے کے موڈ میں ہیں۔ انہوں نے اپنی رفتار بڑھا دی۔

میں نے پلٹ کر ایک نگاہ سلطان شاہ پر ڈالی۔ وہ بدستور اپنی نشست میں دبکا اور سمٹا ہوا تھا۔ اگلی پیجرو کی رفتار میں یکایک تیزی آتے ہی اول خان تاؤ میں آگیا۔ اس کی لینڈ روور کا انجن بہت جان دار تھا۔ اس نے نچلا ہونٹ اپنے دانتوں میں دبا کر انجن کو تیسرے گیئر میں لوٹایا اور پھر لینڈ روور کی رفتار بڑھتی ہی چلی گئی۔ درمیانی فاصلہ کم ہو رہا تھا۔

خم دار سڑک پر اول خان نے ان کی داہنی جانب سے آگے نکلنا چاہا تو پیجرو والے نے سائیڈ دبا کر اسے روکنے کی کوشش کی لیکن اس وقت اول خان پر جنون سوار ہو چکا تھا۔ بریک استعمال کیے بغیر اس نے ہارن بجانا شروع کر دیا۔ ایک لمحے کے لیے یوں محسوس ہوا جیسے ان دونوں گاڑیوں میں خوفناک تصادم ہو گا اور ان میں سے کوئی نہ کوئی گاڑی سڑک پر پہلو کے بل الٹ جائے گی۔

وہ ہولناک خطرہ پیجرو کے ڈرائیور نے بھی بھانپ لیا۔ لینڈ روور کی رفتار اور ہارن کے شور سے اسے ہمارے تیوروں کا اندازہ ہو چکا تھا۔ دونوں گاڑیوں کے بغلی تصادم میں کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی کہ پیجرو والے نے اپنی گاڑی اچانک بائیں طرف کاٹ کر وہ سنگین خطرہ ٹال دیا۔

اول خان فاتحانہ انداز میں اس کی سائیڈ دباتا ہوا آگے نکل گیا۔

اگر ہم عام رفتار اور انداز میں پیجرو سے آگے نکلے ہوتے تب بھی ویرا ہمیں ضرور دیکھ لیتی۔ پیجرو کے ڈرائیور نے اپنی حماقت سے اوور ٹیکنگ کے آخری لمحات کو اس قدر ہولناک اور اعصاب شکن بنا دیا تھا کہ دونوں گاڑیوں کے سوار اعصاب زدگی کے عالم میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہونے پر مجبور ہو گئے تھے۔

پیجرو کے برابر سے گزرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ ویرا وحشت زدہ انداز میں ہماری گاڑی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ گاڑی اور پھر دو چہروں کو پہچانتے ہی اس کے بشرے پر بشاشت' طمانیت اور سکون کی جو لہر دوڑی' میں بس اس کی ایک جھلک دیکھ سکا اور پھر ہم پیجرو سے آگے تھے۔

میں دل ہی دل میں خوش تھا کہ ہم نے اس خطرناک اوور ٹیکنگ کا مقصد حاصل کر لیا تھا۔ سوبھراج کے چار آدمیوں کے چنگل میں پھنسی ہوئی ویرا کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ اسے غنیم کے مقابلے میں کمک پہنچ چکی تھی۔ ہم سڑک پر دوڑ لگا کر کوئی موقع تلاش کر رہے تھے' ویرا اندر سے کوئی گھات لگا سکتی تھی۔

"جب تک میں آواز نہ دوں' نیچے ہی چھپے رہنا۔" میں نے تیز لہجے مگر دھیمی آواز میں سلطان شاہ سے کہا "میدان صاف نہیں ہوا ہے۔ ابھی ہم ان سے آگے نکلے ہیں۔ اب ان کو آگے جانے کا موقع دیا جائے گا تاکہ وہ راستے سے کہیں غائب نہ ہو سکیں۔"

امکان کم تھا مگر اس خطرے سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا کہ ہم زیادہ دور تک انہیں اپنی گاڑی سے آگے نکلنے کا موقع نہ دیتے تو وہ راستے میں کہیں بھی اچانک دائیں بائیں مڑ کر ٹریفک کی بھیڑ میں غائب ہو جاتے۔ جب تک ہم یوٹرن لے کر واپس اسی موڑ پر پہنچتے تو وہ ویرا سمیت غائب ہو چکے ہوتے۔ یہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا تھا جب انہیں یہ شبہ ہو جاتا کہ ہم ان سے محض ریس نہیں لگا رہے تھے بلکہ کسی خاص مقصد کے تحت ان سے چھیڑ چھاڑ کر رہے تھے۔

اگلے سگنل پر بتی سرخ تھی۔ اول خان نے ڈرائیونگ کے کرتب دکھا کر سب سے آگے نکلنے سے گریز کرتے ہوئے

Downloaded from https://paksociety.com

اپنی قطار میں لینڈ روور روک دی۔ اس کے آگے متعدد چھوٹی بڑی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ پجیرو والے نے اپنی دانست میں وہ موقع غنیمت جانا اور انتہائی بائیں جانب سے وہ سیدھا اندر گھستا چلا گیا۔ ہمارے برابر سے گزرتے ہوئے اس نے کسی سبب یا ضرورت کے بغیر' فاتحانہ انداز میں لمبا ہارن بجایا تھا۔

"اس وقت سلطان شاہ کی آنکھوں کے ساتھ عقل بھی خوب کام کر رہی تھی۔" اول خان نے اپنے مختصر مگر سنسنی خیز تجربے کے سرور میں آکر کہا "دوسری گاڑی میں واقعی ویرا موجود ہے اور اس نے دہری اوور ٹیکنگ میں ہم دونوں کو اچھی طرح دیکھ لیا ہے۔"

"مجھے کام کی ایسی سزا تو نہ دو!" پیچھے سے سلطان شاہ کراہا "اگر وہ آگے نکل چکے ہوں تو مجھے سیدھا ہونے کی اجازت دے دو!"

"ہاں' اب تم سیدھے ہو کر بیٹھ سکتے ہو۔" میں نے اسے مژدہ سنایا۔ دوسری گاڑی میں ویرا کو دیکھ لینے کے بعد مجھے اپنا ذہن بہت ہلکا محسوس ہو رہا تھا۔

سوبھراج کے ان چار بدمعاشوں کے چنگل سے ویرا کو آزاد کرنے کا اصل مرحلہ باقی تھا مگر ویرا کے راج محل سے نکل آنے کا احساس اس قدر قوی تھا کہ اس کے سامنے بقیہ ہر کام اپنی اہمیت اور سنگینی کھو بیٹھا تھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے ہم ویرا کو آسانی کے ساتھ ان کے قبضے سے نکال لیں گے۔

دونوں طرف کی نفری برابر تھی۔ پجیرو میں وہ چار تھے اور ہم تین تھے مگر ویرا ہماری چوتھی ساتھی جو اس وقت ان کے درمیان گھری ہوئی تھی مجھے پورا یقین تھا کہ براہِ راست مقابلے کی نوبت آتے ہی ویرا ان لوگوں کی نفری کی پروا کیے بغیر' کھل کر اپنے جوہر دکھائے گی اور ہمارے ہاتھ مضبوط کرے گی۔

ٹریفک سگنل کی روشنی سبز ہوئی تو پجیرو بائیں طرف سے لہراتی ہوئی آگے ہولی۔ ہمارے اور اس کے درمیان کئی گاڑیاں حائل ہو چکی تھیں۔

"وہ اُلو کے پٹھے سمجھ رہے ہیں کہ انہوں نے ہم سے ریس جیت لی ہے۔" سلطان شاہ قدرے برہمی سے غرایا۔

"یہاں ٹریفک زیادہ ہے۔ لوگوں کی بھیڑ بھاڑ بھی کافی ہے۔ ٹکراؤ ہوا تو بہت سے بے گناہ لوگ مفت میں فائرنگ کی زد میں آجائیں گے۔" اول خان دبی دبی مگر پرجوش آواز میں بولا "گاڑیاں ذرا سنانے کی طرف نکلیں تو ان کو دال آٹے کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔"

ہم نے اپنے گھر سے راج محل تک کے سفر میں' لینڈ روور کی نشستوں کے نیچے سے مختصر بیرل والی خودکار رائفلیں نکال کر' میگزین سمیت آپس میں بانٹ لی تھیں اور ذرا سے اشارے پر اپنے دشمن پر بارودی آگ برسانے کے لیے تیار تھے۔

اگلا ٹریفک سگنل ایم اے جناح روڈ کا تھا جو خوش قسمتی سے سبز تھا۔ پجیرو صاف اور سیدھی نکل گئی مگر ہماری باری آتے آتے سگنل سرخ ہو گیا۔

اول خان ڈرائیونگ کے بارے میں ہمیشہ بہت محتاط رہا کرتا تھا لیکن وہ موقع نازک تھا۔ اس چوراہے پر گارڈن روڈ کے سگنل کے کھلنے کی باری خاصی دیر میں آتی ہے۔ اس اثنا میں پجیرو بہت دور نکل سکتی تھی۔ اول خان سرخ روشنی کو نظرانداز کر کے اپنی گاڑی دوڑا لے گیا۔

وہ تعاقب زیادہ دور تک جاری نہیں رہ سکا۔ یکایک پجیرو کا بایاں انڈی کیٹر جلنے بجھنے لگا اور اس کی رفتار بھی کم ہو گئی۔

"یہ کیا ہوا؟" اول خان تحیر زدہ آواز میں بولا "بریک لائٹس جل گئی ہیں۔ شاید وہ سڑک کے کنارے رک رہے ہیں۔"

میرے اعصاب پر تناؤ چھا گیا اور رائفل کے دستے پر میرے ہاتھوں کی گرفت مضبوط ہو گئی۔ وہ اپنی شکلوں سے شرفا نہیں لگ رہے تھے۔ امکان یہ نظر آ رہا تھا کہ وہ ریس جیت لینے کے بعد مارکٹائی کا کوئی فیصلہ کر چکے تھے۔

پجیرو فٹ پاتھ سے لگ کر رک گئی۔ بیک وقت اس کے تین دروازے کھلے۔ اگلی نشست سے دو آدمی بہت تیزی کے ساتھ اپنی اپنی سمت میں باہر نکلے تھے مگر ان سے پہلے ویرا پچھلا دروازہ کھول کر فٹ پاتھ پر آچکی تھی۔

"کوئی چکر چل پڑا ہے۔ گاڑی ان کے پیچھے لگا لو۔" میں نے ان کی بوکھلاہٹ دیکھتے ہوئے پرتشویش لہجے میں کہا۔

اس اثنا میں دونوں آدمی ویرا کے پاس پہنچ چکے تھے اور اس کی طرف کے کھلے ہوئے دروازے میں اندر جھکے ہوئے تھے۔ مجھے شبہ سا ہوا کہ شاید پچھلی نشست پر بیٹھے ہوئے کسی شخص کو دل وغیرہ کا کوئی دورہ نہ پڑ گیا ہو۔

ہماری لینڈ روور رکنے تک دونوں آدمیوں کی توجہ پوری طرح گاڑی کے اندرونی حصے پر مرکوز ہو چکی تھی۔ وہ اپنی گھبراہٹ میں ویرا کو نظرانداز کر چکے تھے۔ ویرا گردن گھما کر پیچھے دیکھ رہی تھی جوں ہی اس نے ہماری گاڑی دیکھی' پوری

Downloaded from https://paksociety.com

قوت سے ہماری طرف دوڑ لگا دی۔

پختہ فٹ پاتھ پر اس کے دوڑتے ہوئے قدموں کی تیز آواز سے ایک شخص کو ہوش آگیا۔ اس نے پھرتی سے پلٹ کر ویرا کو للکارا۔ اس وقت تک اول خان اپنی گاڑی پارک کر چکا تھا۔ میں نے دروازہ کھول کر ہا ہر چھلانگ لگا دی۔

"مارو... مار ڈالو ان کمینوں کو!" ویرا دوڑتے ہوئے پوری قوت سے چیخی۔

اس کے نہ رکنے پر سوبھراج کا آدمی پھرتی سے پستول نکال چکا تھا۔ میں نے ہذیانی انداز میں چیخ کر ویرا کو فٹ پاتھ پر لیٹنے کے لیے کہا۔ وہ جہاں تھی، وہیں نیچے لیٹ گئی۔ اس کے دراز ہوتے ہی پیجیرو کی طرف سے فائر ہوا اور گولی ویرا کے بدن سے چند انچ اوپر سے گزر گئی۔

آس پاس کافی راہ گیر موجود تھے۔ یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ پہلی گولی کسی کو زخمی کیے بغیر ایک کھمبے کی جڑ میں جا گھسی۔ فائر کی آواز سے ہر طرف بھگدڑ مچ گئی تھی۔ چیخ و پکار کے درمیان لوگ ایک دوسرے کو گراتے ہوئے دور بھاگ رہے تھے۔

سڑک پر کئی گاڑیوں کے تصادم کے ہلکے اور بھاری دھماکے ہوئے لیکن اس وقت کسی کو اپنی یا دوسروں کی غلطی کا ہوش نہیں تھا۔ ٹکرانے والی گاڑیوں سمیت پورا ٹریفک تیز رفتار ہو گیا تھا اور ہر سوار وہاں سے جلد از جلد گزر جانے کے لیے کوشاں تھا۔

اس سے پہلے کہ سوبھراج کا آدمی دوسرا فائر کرتا، میں نے کسی جانی نقصان سے بچنے کے لیے اپنی خودکار رائفل سے ایک ہلکا سا ہوائی برسٹ مارا۔ پستول والے کے ہاتھ پیر پھول گئے اور وہ پلٹ کر بگٹٹ بھاگنے والوں کی بھیڑ کے پیچھے ہو لیا۔

اس وقت وہ میری آسان رینج میں تھا۔ صرف ایک گولی اسے خاک و خون میں نہلا سکتی تھی مگر میں نے فائر نہیں کیا۔ میرا نشانہ خطا ہونے کی صورت میں بھاگنے والوں میں سے کوئی بے گناہ ضرور ہلاک یا زخمی ہو جاتا۔ میں ایسی بے مقصد خوں ریزی کا کبھی قائل نہیں رہا تھا۔

اس اثنا میں اول خان اور سلطان شاہ بھی اپنی رائفلیں تانے، لینڈ روور سے نکل آئے تھے۔ دونوں نے باہر آتے ہی میری تقلید کی اور پوری فضا ان دونوں کی رائفلوں کے شور سے لرز اٹھی۔ ہر طرف دہشت پھیل گئی۔ ذرا سی دیر میں بھری پری اور بارونق سڑک ویران ہو گئی۔ جس کا جدھر منہ اٹھا وہ اسی طرف بھاگ نکلا تھا۔ دور تک سنی جانے والی فائرنگ کی وجہ سے اس سڑک پر مزید ٹریفک کی آمد یکلخت موقوف ہو گئی تھی۔

ان دونوں کی نپی تلی ہوائی فائرنگ نے پیجیرو سے نکلنے والے دوسرے آدمی کے پیر بھی اکھاڑ دیے۔ وہ یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ فائرنگ کدھر سے ہو رہی تھی۔ وہ بھی پوری قوت سے ہماری مخالف سمت میں دوڑتا چلا گیا۔ میں نے اس کی پشت پر رائفل کی نال سیدھی کی اور پھر یہ سوچ کر گرا لی کہ وہ عین وقت پر ٹھوکر کھا کر گر گیا تو ایک خون ناحق میرے سر آجائے گا۔ میں بھاگنے والے عام لوگوں میں سے کسی کا قاتل نہیں بننا چاہتا تھا۔

سوبھراج کے وہ دونوں آدمی میری یکساں سوچ کے نتیجے میں وہاں سے آگے پیچھے بھاگتے چلے گئے۔ میں حیران تھا کہ پیجیرو کی پچھلی نشست پر بیٹھے ہوئے دو آدمی کہاں مرے ہوئے تھے۔

اگر وہ گاڑی میں ہی چھپے ہوئے تھے اور اسے اپنا مورچا بنا کر ہمارا مقابلہ کرنے کا ارادہ کر چکے تھے تو ان کا میگزین ختم ہونے سے پہلے انہیں زیر کرنا ممکن نہیں تھا۔ میں نے پیجیرو کا نشانہ لیا اور سفاکی کے ساتھ اپنی رائفل کا پورا میگزین اس پر خالی کر دیا۔

پیجیرو کی پچھلی کھڑکیوں کے شیشے دھماکوں کے ساتھ پھٹ گئے۔ ایک ٹائر بھی پرشور آواز کے ساتھ فلیٹ ہو گیا۔ بقیہ گولیوں نے آہنی باڈی کو چھلنی کر دیا تھا۔

ویرا کوئی شرمیلی اور خانہ دار لڑکی نہیں تھی۔ وہ ایسے خون آشام مقابلوں کے نشیب و فراز سے خوب واقف تھی۔ وہ میری ہدایت پر فوری طور پر فٹ پاتھ پر لیٹ ضرور گئی تھی مگر دوبارہ اٹھنے کے لیے وہ کسی ہدایت کی محتاج نہیں تھی۔ اس کی چھٹی حس نے اسے بتا دیا تھا کہ اس کا مقدر بننے والی گولی اس کے سر پر سے گزر چکی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور دوڑتی ہوئی آکر مجھ سے تقریباً لپٹ گئی۔

"کیوں دیوانے ہو رہے ہو۔ اب پیجیرو میں کوئی نہیں ہے۔" اس نے مجھے تقریباً جھنجوڑتے ہوئے کہا۔

"وہ چار تھے۔ دو بھاگے ہیں۔ باقی دو کہاں ہیں؟" میں نے سرد اور سفاکانہ لہجے میں سوال کیا۔

"میرے بائیں ہاتھ والا مر چکا ہو گا۔ دوسرا بے ہوش ہوا ہے۔ میں نے ان دونوں پر ایک ساتھ، الگ الگ انگوٹھیاں استعمال کی تھیں۔" ویرا نے ہانپتے ہوئے بتایا۔

اس روح فرسا ماحول میں بھی میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ اس کے مزید کچھ کہے بغیر میں نے سمجھ لیا کہ ہمیں اپنی

Downloaded from https://paksociety.com

گاڑی میں دیکھتے ہی اس کے دل میں آزادی حاصل کرنے کا نیا ولولہ پیدا ہو گیا۔ اس نے کیبن کے اندھیرے میں نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے بائیں ہاتھ سے بے ہوش کرنے والے محلول والی انگوٹھی داہنے ہاتھ کی کسی انگلی میں منتقل کی اور پھر ان دونوں انگوٹھیوں کے کھوکھلے نگینوں میں بھرے ہوئے مختلف زہریلے سیال بیک وقت ان دونوں کے جسموں میں اتار دیے۔

دونوں زہر سریع الاثر تھے۔ پل بھر میں ایک بے ہوش ہوا اور دوسرا جسم واصل ہو گیا۔ عین ممکن تھا کہ اپنے بدن پر ان دونوں کے ڈھلکے ہوئے ساکت جسموں کا بوجھ محسوس کر کے ویرا نے خود ہی کوئی چیخ و پکار شروع کر دی ہو اور بقیہ دونوں افراد گھبرا کر گاڑی روکنے پر مجبور ہو گئے ہوں۔

آس پاس سے یکے بعد دیگرے فائروں کا شور سنائی دیا۔ وہ شہر کا بہت مصروف اور گنجان علاقہ تھا۔ ہماری دھواں دھار فائرنگ کے نتیجے میں گشتی پولیس کا ادھر متوجہ ہونا ناگزیر تھا۔ شاید کوئی پولیس پارٹی اپنی آمد کے اعلان کے طور پر اِکا دُکا گولیاں داغ رہی تھی۔

شدت سے میرا دل چاہا کہ آگے جا کر پیجیرو میں ہلاک و زخمی ہونے والے مجرموں کا دیدار کروں جنہیں ویرا نے بہت ذہانت اور حاضر دماغی کے ساتھ راستے سے ہٹایا تھا لیکن میں اپنی اس خواہش کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔ تین گولیاں چلنے کے بعد کہیں قرب و جوار سے پولیس کار کا سائرن بھی گونجنا شروع ہو گیا تھا۔ آواز ذرا فاصلے کی تھی لیکن کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ پولیس کس لمحے وہاں آن وارد ہو گی۔

اول خان کراچی میں ایس ٹی ایف کا اسٹیشن کمانڈر تھا۔ اپنی اس حیثیت کو بروئے کار لا کر وہ پولیس کے ہر چھوٹے بڑے افسر کا منہ بند کر سکتا تھا مگر مجھے اس کی مجبوری کا علم تھا۔ اس نے شرما حضوری میں شروع سے اس لمحے تک ہمارا ساتھ دیا تھا۔ اسے واضح طور پر سوبھراج سے دور رہنے کا حکم ملا ہوا تھا پھر بھی اس نے راج محل سے وہاں تک ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کیا تھا۔ اگر اس مرحلے پر کسی بھی سرکاری اہل کار کے علم میں یہ بات آتی کہ سوبھراج کی پیجیرو میں سوار افراد کا ایس ٹی ایف سے تصادم ہوا تھا تو اس کے منفی نتائج برآمد ہو سکتے تھے۔ اس مہم میں اول خان کی شمولیت کا صیغۂ راز میں رہنا ضروری تھا۔

سوبھراج کی پیجیرو اور اس کے سواروں کا جو حشر ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔ مصلحت اور عافیت اسی میں تھی کہ ہم لوگ پولیس کی آمد سے پہلے، ویرا کو اپنے ساتھ لے کر وہاں سے فرار ہو جاتے۔ ہمارے جانے کے بعد پولیس آ کر جائے واردات کا جائزہ لیتی تو یہ بات زیادہ دیر تک پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی کہ پیجیرو کا تعلق راج محل کے مکینوں سے تھا۔

اول خان کی اپنی سلامتی کے علاوہ میرے ذہن میں ایک مسئلہ اور بھی گردش کر رہا تھا۔ اگر وہ اپنی ملازمت کے لیے ہر خطرہ مول لے کر اپنا نام اس کیس میں ملوث کر لیتا تو پولیس کو چند تائیدی ثبوت فراہم کرنے کے بعد اس کے ہاتھ پیر کٹ جاتے۔ سوبھراج صاف مکر سکتا تھا کہ اس کے آدمی کسی مجرمانہ کارروائی میں ملوث تھے۔ وہ سارا الزام اول خان کے سر ڈال دیتا کہ اس نے مذموم مقاصد کے تحت راج محل کے ملازمین یا عملے کے خلاف سازش کر کے ایک جعلی مقابلہ کیا تاکہ سوبھراج کی شہرت کو داغ دار کر سکے۔ اس موقف کی تائید میں وہ اپنے ان پیشگی تحفظات کا حوالہ دے سکتا تھا جن کا اظہار وہ پہلے کرتا رہا تھا۔

میری رائفل کا میگزین خالی ہو چکا تھا۔ میں نے آنے والی پولیس پارٹی کی رفتار دھیمی کرنے کے لیے سلطان شاہ کو ہوائی فائرنگ کا اشارہ کیا۔ ان دونوں نے اپنی رائفلوں کی نالیاں آسمان کی طرف اٹھائیں اور فائر کرتے ہوئے لینڈ روور کی طرف بڑھنے لگے۔ میں ویرا کو اپنے ساتھ لے کر سب سے آگے تھا۔

سوبھراج کے آدمیوں سے تصادم ختم ہو چکا تھا۔ بھگوڑے دشمنوں سے دوبارہ سامنا ہونے کا خطرہ نہ ہونے کے برابر تھا پھر بھی میں نے ویرا کو سلطان شاہ کے ساتھ پچھلی نشست پر بٹھا دیا تاکہ کوئی ضرورت پیش آنے پر وہ دونوں آسانی کے ساتھ نشستوں کے درمیان چھپ سکیں۔ میں خود اول خان کے ساتھ آگے بیٹھ گیا۔ چند ثانیوں میں اول خان کی لینڈ روور وہاں سے غراتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔ ہمارے آگے دور دور تک سڑک صاف پڑی ہوئی تھی۔

"یہ بہت اچھا ہوا کہ تم لوگوں نے پولیس کے آنے سے پہلے نکلنے کا فیصلہ کر لیا ورنہ مشکل پیدا ہو سکتی تھی۔" کچھ دور نکل آنے کے بعد ویرا نے اپنی زبان کھولی۔

"میرا خیال تھا کہ اول خان خود یہ کیس پولیس کے حوالے کرتے تو اس کے لیے سوبھراج تک پہنچنا آسان ہو جاتا۔" سلطان شاہ نے رائے زنی کی۔

"پولیس کا کام ضرور آسان ہو جاتا لیکن اول خان کے لیے جواب دہی مشکل ہو جاتی۔" ویرا بولی۔

"ایسے جرائم جو عام قانون کی دسترس میں نہ آ رہے ہوں، ان سے نمٹنا اول خان کے فرائض منصبی میں شامل

Downloaded from https://paksociety.com

ہے۔" سلطان شاہ نے منطق پیش کی۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" اول خان نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا "مگر سوبھراج کا معاملہ ذرا مختلف ہے۔ مجھے اس سے دور رہنے کا حکم ملا ہوا ہے۔"

"وہ حکم اپنی جگہ پر ہوگا۔ سوبھراج نے ابھی دو تین گھنٹے پہلے ہوم سیکریٹری سے فون پر شکایت کی ہے کہ ایس ٹی ایف اسے ہراساں کر رہی ہے۔"

"اوہو!" ویرا کے اس انکشاف پر اول خان چونک پڑا "یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی۔"

"سوبھراج نے خود بتائی تھی۔ اس کے آدمیوں نے اسٹیشن فور تک سلطان شاہ کا پیچھا کیا تھا۔" ویرا نے بتایا۔

"میں نے تم لوگوں کو اپنے تعاقب کے بارے میں بتا دیا تھا۔" سلطان شاہ نے جھٹ اپنی صفائی پیش کر ڈالی "مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ اتنی سی بات ہوم سیکریٹری تک پہنچ جائے گی۔ مجھے تم ہی نے راج محل کے پورچ میں یہ ہدایت کی تھی کہ میں وہاں سے سیدھا گھر جانے کے بجائے اسٹیشن فور کی طرف نکل جاؤں۔"

آخری فقرے ویرا کے لیے تھے اس لیے اس پر جواب دینا فرض ہو گیا تھا۔ وہ ہلکی سی ترشی کے ساتھ بولی "ہاں، سارا قصور میرا ہے کہ میں نے خود تمہیں مشورہ دیا تھا۔ اپنی غلطی نہیں مانو گے کہ ٹریفک کے بھیڑ بھاڑ والے میلوں لمبے راستے پر بھی انہیں جل نہیں دے سکے۔ اپنے پیچھے لگا کر اسٹیشن فور لے گئے۔"

"میں نے ہر جتن آزما لیا لیکن وہ بہت ڈھٹائی سے جونک بن کر میرے پیچھے لگے رہے۔ ابتدا میں انہوں نے چھپ کر تعاقب کیا ہوگا لیکن جب میں نے انہیں ڈاج دینے کی کوششیں شروع کیں تو وہ کھل کر میرے پیچھے لگ گئے۔ انہیں اس بات کی کوئی پروا نہیں تھی کہ میں نے انہیں دیکھ لیا تھا۔ بس ایک کسر رہ گئی تھی کہ میں رک کر ان کی گاڑی کے دو تین ٹائر پھاڑ دیتا۔"

"تم دونوں بلاوجہ آپس میں الجھ رہے ہو۔" اول خان نے دخل اندازی کرتے ہوئے کہا "یہ سب یوں ہی ہونا تھا اور ہو گیا۔ اب اس پر سر کھپانا بے سود ہے۔ ویرا کا مشورہ بہت موزوں تھا۔ تم راج محل سے سیدھے گھر آئے ہوتے تو اب تک وہاں کوئی بڑا حملہ ہو چکا ہوتا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا اب اس قصے میں ہم میں سے کسی کا نام نہیں آئے گا؟" ویرا نے اس سے پوچھا۔

"سوبھراج کی شکایت ہوم سیکریٹری تک پہنچ چکی ہے تو اس وقت ہمارا خاموشی سے نکل آنا ہی سب سے بہتر تھا۔ جس کا جو جی چاہے، کہتا رہے۔ ہمارے خلاف کہیں کوئی شہادت نہیں ہے۔ یہ ایک عام سی واردات ہے۔ کسے میں کسی کا بھی نام لیا جا سکتا ہے۔" اول خان نے جواب دیا۔

"تم ان دو بھگوڑوں کو بھول رہے ہو جو پیجرو میں میرے ساتھ سفر کر رہے تھے۔" ویرا نے اسے یاد دلایا "اگر انہوں نے میدان چھوڑ کر بھاگنے سے پہلے سلطان شاہ کو دیکھ لیا تھا تو وہ اسے ضرور پہچان گئے ہوں گے۔ وہ سوبھراج کے نجی گارڈز تھے جو راج محل کے پھاٹک پر ڈیوٹی دیتے ہیں۔"

"اس مقابلے میں وہ خود ایک فریق تھے۔ ان کی بکواس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔" اول خان نے بے پروائی سے کہا۔

"وہ ہم سے کافی دور تھے۔ اپنی گاڑی روکنے کے بعد انہیں سنبھلنے کا موقع ہی نہیں مل سکا۔ انہوں نے دور سے سلطان شاہ کو دیکھ بھی لیا ہو تو اپنی بدحواسی کے سبب اسے پہچان نہیں سکے ہوں گے۔ میری ہوائی فائرنگ سے ان کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔" میں نے اپنی رائے بھی پیش کر دی۔

"جو کچھ ہوا، ہماری توقعات کے بالکل برعکس ہوا۔" اول خان اسٹیئرنگ وہیل پر ہاتھ مار کر بولا "میں سوچ رہا تھا کہ طویل اور خوں ریز مقابلے کے بغیر انہیں زیر کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ ایسے اندھا دھند تصادم میں ویرا کو نقصان پہنچنے کا قوی اندیشہ بھی تھا۔"

"تم نے واقعی کمال کر دیا۔" میں نے مڑ کر ویرا سے کہا "اول خان سے تخلیے میں ملی ہوئی انگوٹھیوں کا اس سے بہتر استعمال ممکن نہیں تھا۔ تم خود اپنی پریشانی سے دوچار تھیں۔ تمہارے دماغ میں وہ تدبیر کیسے آ گئی۔ ایسے نادر خیالات تو عام حالات میں بھی مشکل ہی سے سوجھتے ہیں۔"

"اگر تمہیں سوبھراج سے قریب ہونے کا موقع ملا تھا تو تم اسے بھی کسی انگوٹھی کا شکار بنا سکتی تھیں۔" میری بات ختم ہوتے ہی سلطان شاہ بول پڑا۔

"میں سوبھراج کو شکار ضرور بنا سکتی تھی مگر پھر میرا کیا حشر ہوتا۔ راج محل کی وسیع و عریض عمارت میں نہ جانے کتنے لوگ رہ رہے ہیں۔ میرے لیے ان سب سے نمٹ کر باہر نکلنا ممکنات میں سے نہیں تھا۔ بس اس خوف سے میں سوبھراج کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکی۔"

"تم نے اپنے چہیتے کے سوال کا جواب دے دیا۔ میرا سوال ابھی تشنہ ہے!" میں نے ویرا کو ٹوکا۔

"راج محل میں ریوالور چھن جانے کے بعد مجھے یہ

Downloaded from https://paksociety.com

دونوں انگوٹھیاں بالکل بے مصرف نظر آنے لگی تھیں۔"

ویرا نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بات شروع کی "ان کے استعمال کے بعد میرا بچ نکلنا ممکن نظر نہیں آرہا تھا۔ ہر نشیب و فراز پر غور کرنے کے بعد میں نے ان انگوٹھیوں کو بالکل فراموش کردیا تھا۔ سوبھراج کے چار آدمیوں کے ساتھ سفر کرتے ہوئے بھی میرے ذہن میں ان دونوں انگوٹھیوں کا کوئی مصرف نہیں تھا۔ میں ان لوگوں کے ساتھ راج محل سے باہر تو آگئی تھی مگر اس سے آگے ذہن میں سناٹا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کیا کروں اور انہیں کہاں لے جاؤں..."

"اس میں سوچنے کی کیا بات تھی۔ تم نے باہر نکلنے کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ تو بنایا ہوگا۔" سلطان شاہ نے دخل اندازی کی۔

"میں نے جہانگیر کے گھر پر ڈینی کی موجودگی کا شبہ ظاہر کیا تھا..." ویرا نے بات شروع کی مگر سلطان شاہ پھر درمیان میں بول پڑا۔

"تم لوگ اسے بہت بے رحمی سے استعمال کرتے ہو۔ اب پھر وہ مفت میں پریشانیاں بھگتے گا۔"

"زیادہ بک بک مت کیا کرو۔ اسے گولڈن فارمیسی میں آتشزدگی کا واقعہ تک یاد تھا۔ بس وہ جہانگیر کے گھر سے واقف نہیں تھا۔"

"بلیک کیٹس نے اسے ہمارے یا جہانگیر کے گھر کی ہوا نہیں لگنے دی اور تم اس کے آدمیوں کو وہاں لیے جارہی تھیں۔"

ان دونوں کی وہ بحث بے مقصد نہیں تھی۔ اس سے نئی باتیں سامنے آرہی تھیں۔ میرے ساتھ اول خان بھی خاموش بیٹھا وہ مکالمے سنتا رہا۔

"میں انہیں کہیں نہیں لے جارہی تھی۔ میں نے راج محل سے نکلنے کے لیے اس کے نام کو ایک بہانے کے طور پر استعمال کیا تھا۔" ویرا نے چڑ کر کہا "پہلے ایک بات پوری ہوجانے دو۔ بعد میں تفصیل سنو گے تو تم خود میرے فیصلوں کی افادیت کے قائل ہوجاؤ گے۔"

"ہاں، تو تمہاری کون سی بات درمیان میں ادھوری رہ گئی تھی؟" سلطان شاہ نے اس کا مضحکہ اڑانے کے انداز میں پوچھا۔

"انگوٹھیوں کا قصہ چل رہا تھا۔" ویرا اس تذکرے سے خوشی محسوس کررہی تھی۔ اس نے اپنی بات جاری رکھی "اسی دوران میں تم لوگوں نے پیجرو سے آگے نکلنے کی کوشش کی۔ اس وقت میں مایوسی اور ناامیدی کے عالم میں ہر گزرنے والی سواری کو دیکھ رہی تھی۔ ذہن بالکل خالی تھا کہ اچانک میں نے آگے نکلنے والی گاڑی پہچان لی۔ اس میں ڈینی اور اول خان کو دیکھتے ہی میرے ذہن میں آندھیاں سی چلنا شروع ہوگئیں۔ تم لوگ اپنا کام کررہے تھے، مجھے اپنا کام کرنا چاہیے تھا۔"

"اس وقت تم فرض شناسی کے دورے کے زیر اثر تھیں۔" سلطان شاہ فقرہ لگائے بغیر نہ رہ سکا۔

"یہی سمجھ لو۔ دونوں طرف کی نفری زیادہ تھی۔ وہ لوگ ہتھیاروں سے لیس تھے۔ تم تینوں بھی خالی ہاتھ نہیں ہوسکتے تھے۔ دونوں فریق ٹکراتے تو جانی نقصان ضرور ہوتا۔ شدید ذہنی دباؤ میں مجھے اپنی دونوں انگوٹھیاں یاد آگئیں۔" ویرا نے اپنی کہانی کا سلسلہ جاری رکھا "اگر میں ہمت کرکے ان میں سے دو کو ناکارہ کردیتی تو بقیہ دو بدحواس ہوجاتے۔ ان کا پلڑا بھی بہت ہلکا ہوجاتا۔ میں نے مزید کچھ سوچے سمجھے بغیر دونوں انگوٹھیاں دونوں ہاتھوں میں تقسیم کیں اور اپنے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے بدمعاشوں کو ایک ساتھ ان کا نشانہ بنادیا وہ کوئی آواز نکالے بغیر اپنی جگہ پر بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ میں نے بس چند لمحوں کے لیے انتظار کیا پھر گھبرائی ہوئی آواز میں ان کے ساتھیوں سے پوچھا کہ ان دونوں کو کیا ہوا ہے۔ ان کے اوسان خطا ہوگئے۔ پہلی نظر میں ایسا معلوم ہوا تھا جیسے وہ بیٹھے بیٹھے یکایک مرگئے ہوں۔ اسی وقت پیجرو روک دی گئی۔ اس کے بعد کچھ ہوا وہ تمہارے سامنے ہے۔"

"تم نے شان دار کام دکھایا۔" اول خان نے اس کی تعریف کی "اس زک کو سوبھراج ساری عمر نہیں بھلا سکے گا۔ مفت میں اپنے دو آدمی گنوانے کے علاوہ وہ تم سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔ تم جتنی آسانی کے ساتھ اس کے جال میں پھنسی تھیں۔ اتنی ہی آسانی سے آزاد بھی ہوگئیں۔"

"راج محل میں بیٹھے بٹھائے تمہیں باہر نکلنے کی کیا سوجھی تھی؟" سلطان شاہ جلد از جلد سب کچھ جان لینے کا خواہاں تھا۔

"سب سے پہلی بات یہ تھی کہ وہ خباثت پر مائل تھا۔ میرے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا اور نشے میں آکر مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش کررہا تھا۔"

"تمہارے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ تم مردوں کو رجھانے اور الو بنانے کے کاموں میں ماہر ہو۔" سلطان شاہ نے بے تکلفی سے کہا۔

"بعض لوگوں نے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا ہوتا لیکن ہم ان سے خوامخواہ نفرت کرتے ہیں، میں ایک لمحے کے لیے بھی

Downloaded from https://paksociety.com

سوبھراج کے لیے اپنے دل میں کوئی نرم گوشہ پیدا نہیں کرسکی۔ مجھے اس کی ہر بات سے گھن آرہی تھی۔ میں اسے زیادہ دیر تک برداشت نہیں کرسکتی تھی۔"

"پھر بھی تم نے اس کے ساتھ کئی گھنٹے گزارے ہیں!" اس نے ذومعنی لہجے میں کہا۔

"یہ تمہاری سنگین غلط فہمی ہے۔ اسے اپنے دل سے نکال دو۔ مجھے تمہارے پاس بھیجنے کے بعد وہ غائب ہوگیا تھا۔ اس کی دوبارہ واپسی آٹھ بجے ہوئی تھی۔"

"تم نے اسے کچھ نہ کچھ ڈھیل ضرور دی ہوگی ورنہ وہ اتنی آسانی کے ساتھ تمہیں راج محل سے نہ نکلنے دیتا۔"

"وہ کچھ دیر کے لیے میرے قریب بیٹھ کر شراب پیتا رہا تو کیا ہوا۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑا۔ اس کی عقل کچھ ماؤف ہوگئی۔ تم پاکستانی مرد تو کسی اجنبی لڑکی کو چھولینے میں بھی عجیب سی لذت محسوس کرتے ہو۔ وہ غدار سہی لیکن اس کی قومیت پاکستانی ہے۔" ویرا کو سلطان شاہ پر چوٹ کرنے کا موقع مل گیا۔

"اس کی باتوں میں آکر بہکنے کی ضرورت نہیں۔" اول خان نے ویرا کو نصیحت کی "تم راج محل سے نکلنے کے بارے میں کچھ بتا رہی تھیں۔"

"راج محل کی چار دیواری میں رہ کر میں کچھ بھی نہیں کرسکتی تھی۔ میں نے تھوڑی سی دیر میں رائے قائم کرلی تھی کہ وہاں رہتے ہوئے مجھے باہر سے کوئی مدد نہیں مل سکے گی اور میں رفتہ رفتہ ذہنی اضمحلال کا شکار ہوجاؤں گی۔ ڈینی کا نام سوبھراج کی کمزوری ہے۔ شراب کے سرور میں جب وہ مجھ سے رومان جتانے کے موڈ میں آیا تو میں نے ڈینی کی بات چھیڑ دی۔ دھیرے دھیرے وہ میری باتوں میں آگیا۔ وہ مجھے رخصت کرنے سے پہلے ساری اخلاقی حدود پار کرنے پر تلا ہوا تھا مگر میں بھلا پھسلا کر اسے یہ سمجھانے میں کامیاب ہوگئی کہ ڈینی پر ہاتھ ڈالنے کے بعد ہم دونوں اس کامیابی کا جشن زیادہ بہتر انداز میں منا سکیں گے۔"

"اس نے کوئی غلط فیصلہ نہیں کیا۔" ویرا کی بات مکمل ہونے پر میں نے کہا "تمہیں قابو میں رکھنے کے لیے اس کے چار آدمی کافی تھے۔ اس کے ذہن میں دور دور تک یہ امکان نہیں رہا ہوگا کہ اس کے آدمی کسی طرح مار کھا سکیں گے۔"

"مجھے اس کی پروا نہیں۔ خوشی اس بات کی ہے کہ میں اس کی ہوس کا نشانہ بننے سے پہلے وہاں سے آزاد ہونے میں کامیاب ہوگئی۔ میں نے آج کی پوری شام شدید کرب اور عذاب کے عالم میں گزاری ہے۔ اب ان تذکروں کو چھوڑو اور مجھے نجات کے ان لمحوں سے لطف اندوز ہونے دو۔"

تینوں نے خاموشی اختیار کرلی۔ ویرا کا مطالبہ بلاجواز نہیں تھا۔ غنیمت یہ تھا کہ اس کی بات سلطان شاہ کی سمجھ میں بھی آگئی تھی۔

لینڈ روور شہر کی سڑکوں پر تیزی سے گلشن اقبال کی طرف رواں تھی۔ ہم دشمن کو ایک فیصلہ کن شکست دے چکے تھے۔ ہمارے پیچھے کوئی نہیں تھا جس کے خوف سے ہمیں اپنے گھر کے بجائے کسی اور ٹھکانے کا رخ کرنا پڑتا۔

❁✶❁

ہم گھر پہنچے تو غزالہ یہ دیکھ کر خوش ہوگئی کہ ویرا مختصر سی غیر حاضری کے بعد ہمارے ساتھ لوٹ آئی تھی۔ ویرا کے پرجوش استقبال کے بعد اس نے بتایا کہ ہمارے پہنچنے سے ذرا سی دیر پہلے اسلام آباد سے جلال کا فون آیا تھا۔ اسے شدت سے میری یا اول خان کی تلاش تھی۔

"اس کا فون کیسے آگیا؟" اول خان پر تشویش آواز میں بڑبڑایا "اس وقت ہم سوبھراج کے معاملے میں الجھے ہوئے ہیں جلال ایک محتاط سرکاری افسر ہے اور ڈسپلن کے خلاف نہیں جاتا۔ وہ سوبھراج سے دور رہنے کا فیصلہ کرچکا ہے پھر اس کے فون کا کیا مطلب ہے۔"

"بلاوجہ مغز زنی مت کرو۔ اس کو فون کرو۔ سب پتا چل جائے گا۔" ویرا نے بے پروائی سے کہا "ہوسکتا ہے کہ وہ کوئی اور ہی کوڑی لایا ہو۔"

"اس سے بات کرنے سے پہلے تمہاری پوری کہانی سننی ضروری ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا "ہوسکتا ہے کہ جلال بھی اس بارے میں کچھ جاننا چاہے۔"

"راستے بھر میرا دماغ چاٹتے ہوئے آئے ہو۔ اب میں کیا سناؤں گی!" وہ تنک کر بولی۔

"تم نے جستہ جستہ واقعات بتائے ہیں۔ ابھی تو یہ بھی پتا نہیں چل سکا کہ اسے پھنسانے کے چکر میں تم خود کیسے پھنس گئیں۔ ابرار کچن میں مصروف ہوچکا ہے۔ کھانا لگنے سے پہلے سارے واقعات دہراتی چلی جاؤ۔ کھانے کے بعد میں جلال کو فون کروں گا۔"

"اس کے پرسنل سیکریٹری نے بہت آسانی سے انٹرویو کا وقت دے کر میری عقل پر پردہ ڈال دیا۔" ویرا نے سگریٹ سلگا کر کہنا شروع کیا "مجھ سے سب سے بڑی غلطی یہ ہوئی کہ میرے پاس میری کلارک کی حیثیت میں کوئی بھی شناختی کاغذ وغیرہ موجود نہیں تھا۔ بات ابتدائی مرحلے پر ہی بگڑ چکی تھی مگر مجھے بعد میں اس کا اندازہ ہوا۔"

Downloaded from https://paksociety.com

ویرا نے راج محل میں پیش آنے والے واقعات بلا کم و کاست ہم کو سنا ڈالے۔ کچھ دیر تک ان واقعات پر کھل کر تبادلہ خیال ہوتا رہا۔ ہر مسئلے پر ہر ایک کی اپنی رائے تھی مگر ایک نکتے پر سب متفق تھے کہ ویرا نے سوبھراج کے سامنے ذہانت کا مظاہرہ کیا تھا اور وہ محض اپنی ذہنی برتری کی وجہ سے آزادی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی تھی۔

کھانے کے دوران بھی باتوں کا سلسلہ چلتا رہا۔ کچھ دیر کے توقف کے بعد میں نے جلال کا فون ملا لیا۔

میں سوبھراج کے حوالے سے اسے چھیڑنا چاہ رہا تھا لیکن رسمی باتوں کے بعد میں نے وہ ارادہ ترک کر دیا۔ جلال فرض شناس ہونے کے ساتھ حساس طبیعت کا مالک تھا۔ کام کے حوالے سے میرا مذاق اسے گراں گزر سکتا تھا۔

"دراصل مجھے اول خان کی تلاش تھی۔ وہ اپنے دفتر میں نہیں ہے۔" اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد جلال خود ہی بولا۔

"وہ شام سے میرے ساتھ ہے۔ تم موبائل پر اس سے بات کر سکتے تھے۔" میں نے کہا۔

"دراصل میرا موبائل کھو گیا ہے۔ تم لوگوں کے نمبر اسی پر محفوظ تھے۔ تمہارے گھر کا نمبر زبانی یاد نہ ہوتا تو رابطہ مشکل ہو جاتا۔ کیا وہ سوبھراج کے سلسلے میں تمہارے ساتھ مل کر کوئی کام کر رہا ہے۔" اس نے فون کی وضاحت کرتے ہی متجسس لہجے میں سوال کیا۔

"نہیں۔ وہ اس معاملے سے الگ تھلگ ہے۔" میں نے بلا توقف جواب دیا "تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو۔"

"خبر بہت تیزی سے گردش میں آئی ہے کہ کچھ دیر پہلے سوبھراج نے ہوم سیکریٹری سے ایس ٹی ایف کی شکایت کی ہے۔ وہ لوگ اسے پریشان کر رہے ہیں۔"

"یہ سوبھراج کی بدمعاشی ہے۔ آج اس نے ویرا کو پکڑ لیا تھا۔ ہم پر اپنا دباؤ بڑھانے کے لیے اس نے یہ حرکت کی ہے۔ اول خان ہمارے ساتھ شریک نہیں ہے لیکن سارے واقعات سے باخبر ہے وہ خود ہی تم کو تفصیل بتا دے گا۔"

اول خان نے اسپیکر فون پر جلال کی مزاج پرسی کی تو وہ بولا "میں تمہارا ممنون ہوں کہ تم نے وعدے کے مطابق گوپال کو پولیس کی تحویل میں دے دیا۔ اب یہ خبر تیزی سے پھیلے گی۔ رات کو ہم اسے اپنے لاک اپ میں لے آئیں گے۔"

"ممنونیت کی ضرورت نہیں۔ یہ میرا کام تھا۔ تم ابھی کیا کہہ رہے تھے۔" اول خان بولا۔

"کسی پاکستانی شہری کی طرف سے ایس ٹی ایف کا نام لے کر پہلی بار شکایت کی گئی ہے۔ اسلام آباد میں بھونچال آیا ہوا ہے۔ اس شکایت سے سوبھراج کو فائدے کے بجائے نقصان پہنچا ہے۔ سیاسی حلقوں میں سرگوشیاں ہو رہی ہیں کہ تمہاری فورس اس کے پیچھے کیوں لگی تھی۔"

"میری فورس بالکل الگ تھلگ ہے۔ یہ سلطان شاہ اور ویرا کا قصہ ہے جو وہ ہمارے سر منڈھنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

جلال کے لیے وہ سنسنی خیز خبریں تھیں۔ وہ ویرا کے بارے میں سب سے زیادہ بے چین تھا۔ اول خان نے اسے ویرا کی قید اور پھر رہائی کے ساتھ ساتھ سلطان شاہ کے اسٹیشن فور جانے کا قصہ بھی اسے سنا ڈالا۔

"اوہ! تم نے میرے سر سے بہت بڑا بوجھ اتار دیا۔ ڈینی نے ویرا کے پکڑے جانے کی خبر سنا کر مجھے پریشان کر دیا تھا۔"

"ہم سب کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے۔ وہ تو غنیمت ہوا کہ ویرا کی ہی چال کامیاب ہو گئی۔"

"گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف بھاگتا ہے۔ سوبھراج کی شامت آئی ہے تو وہ ایس ٹی ایف کی شکایت کر بیٹھا ہے۔ اس کی ساکھ اور سیاسی حیثیت ایک سوالیہ نشان بن گئی ہے۔ اب اس کے ستارے گردش میں آجائیں گے۔"

"خبر تم تک پہنچ گئی ہے تو اس پر مجھ سے کچھ نہ کچھ باز پرس ضرور ہوگی!" اول خان کی آواز پُر تشویش تھی۔

"میری اطلاعات یہی ہیں کہ ضرور ہوگی مگر تمہارے ہاتھ صاف ہیں۔ جب جعلی نمبر پلیٹ والی گاڑی ہی نہیں ملے گی تو کچھ بھی نہیں ہو سکے گا۔ میرا ایک مشورہ ہے کہ تم سے کچھ کہا جائے تو تم فوری طور پر تجویز پیش کر دینا کہ تمہارا نمائندہ سوبھراج سے مل کر معاملے کی وضاحت کر دے گا۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا۔" اول خان نے مایوسی سے پوچھا۔

جلال کی وہ تجویز سن کر میرا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ میرے لیے کرنل داور کے روپ میں ایک کردار تجویز کر کے اس نے ایک بالکل نئی راہ سجھائی تھی۔ اس روپ میں نک ہاروے سے میری بہت باتیں ہوتی رہی تھیں۔ وہ ڈینی کی سرگرمیوں کے سلسلے میں مجھے ایس ٹی ایف کا باغی سمجھتا تھا۔ عین ممکن تھا کہ میں کرنل داور بن کر سوبھراج سے ملاقات کے لیے مقرر کرتا تو وہ اپنے ساتھ نک کو بھی اس ملاقات میں شریک کر لیتا۔

Downloaded from https://paksociety.com

بات اسپیکر فون پر ہو رہی تھی لیکن میں نے جلال اور اول خان کی گفتگو میں مخل ہونا مناسب نہیں سمجھا۔

مجھ سے نظریں چار ہونے پر اول خان نے میرا اثباتی اشارہ دیکھ لیا تھا۔ اس نے جلال کا مشورہ قبول کرلیا۔

"میں تماشائی ہوں مگر یہ تم لوگوں کا ایک بڑا امتحان ہے۔" اول خان کی رضامندی پر جلال کہہ رہا تھا "سوبھراج بہت بڑا بت ہے۔ اسے گرا کر تم ایک ناقابلِ فراموش کارنامہ سرانجام دو گے۔"

"ڈینی اب تک نہ جانے کتنے ناقابلِ فراموش کارنامے سرانجام دے چکا ہے مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات ہیں۔ اسے کہیں کوئی ذاتی ترجیح یا فوقیت حاصل نہیں ہے۔ اسے اپنی ہر لڑائی ایک عام آدمی کی طرح لڑنی پڑتی ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ اس بار تو ہم لوگ بھی الگ تھلگ ہوگئے ہیں۔" وہ لمحہ بھر کے لیے خاموش ہوا پھر بولا "دوبارہ ڈینی سے بات کرادو۔"

اول خان خاموش ہوگیا۔ میں نے بولنا شروع کردیا "تمہیں یہ کرنل داور کی بات کیسے یاد آگئی۔"

"یار' سیدھی سی بات ہے۔" جلال کی بے تکلفانہ آواز ابھری "نک نے تمہیں کوبرا سے ملا کر ایک تکون بنانے کی کوشش کی تھی جو صرف تمہاری ضد کی وجہ سے ناکام ہوگئی۔ کیونکہ تم کسی نقاب پوش کے ساتھ کام کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔ اس کا کوبرا کا بہروپ ختم ہوچکا ہے۔ اب وہ سوبھراج ہے۔ تم اس سے ملو گے تو ہوسکتا ہے کہ اسے اپنا بھولا ہوا تکون یاد آجائے اور وہ تمہیں رام کرنے کے لیے نک کو بھی بلالے۔"

اس نے میری سوچی ہوئی بات کا اعادہ کیا تھا مگر اس کی سوچ بہت واضح اور مدلل تھی۔ میں نے کہا "اوپر سے کوئی بات چھیڑی گئی تو اول خان اس بارے میں ضرور بات کرے گا۔ یہ بتاؤ کہ اگلے چوبیس گھنٹوں میں سوبھراج کی پوزیشن کیا ہوگی۔"

"اس میں فوری طور پر کوئی فرق پڑنے کے آثار نہیں ہیں۔ سیاسی ضروریات نے اسے اہمیت دلوائی ہوئی ہے۔ جب تک یہ توازن تبدیل نہیں ہوتا' اسے مراعات ملی رہیں گی۔"

"کیا آج کا واقعہ اس صورتِ حال پر اثر انداز نہیں ہوگا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"واقعہ رونما ہوچکا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہوگا کہ وہ اسے کیا رنگ دیتا ہے اور اس کی کہانی کس حد تک قابلِ قبول ہوتی ہے۔ اس کے بعد ہی اس بارے میں کچھ کہا جاسکے گا۔ وہ بہت شاطر آدمی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اس واقعے سے بھی کوئی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔"

"میں اپنے طور پر اسے ہراساں کرسکتا ہوں لیکن اس کا اس وقت تک قلع قمع نہیں ہوگا جب تک اس کے خلاف قانون کا آہنی ہاتھ حرکت میں نہیں آتا۔"

"قانون ضرور حرکت میں آئے گا۔" جلال کی آواز پر اعتماد تھی "قدرت کا مکافاتِ عمل کا اپنا ایک نظام ہے۔ اس میں دیر ضرور ہوسکتی ہے مگر اندھیر نہیں ہوتا۔ میں نے ان سب باتوں کو اپنے ذہن میں رکھتے ہوئے کہا تھا کہ سوبھراج ایک بڑا بت ہے۔ اس کو گرانا بہت بڑا کام ہوگا۔"

میرے لیے بات کو اس سے آگے تک لے جانا ممکن نہیں تھا۔ اس وقت جلال کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ وہ اپنی مجبوریوں کا معترف تھا۔ اس سے یہ توقع رکھنی بے سود تھی کہ وہ اپنے اوپر والوں کے احکام کو پس پشت ڈال کر سوبھراج کے خاتمے کے لیے میدان میں اتر آئے گا۔ اس مردود کے خاتمے کے لیے جو کچھ کرنا تھا' ہمیں اپنے طور پر کرنا تھا۔ میرے ذہن میں یہ بات ابتدا سے موجود تھی کہ اگر ہم اس پر کوئی کاری وار کرنے میں کامیاب ہوگئے تو وہ خود ہر طرف بے نقاب ہوتا چلا جائے گا۔ ایسی کوئی صورت حال رونما ہوجاتی تو قانون کے سارے محافظ بھی اس کے سامنے صف آرا ہونے پر مجبور ہوجاتے۔

"بس تم میرے لیے دعا کرتے رہو۔ اگر مجھے کرنل داور کے روپ میں اس سے ملاقات کرنے کا موقع مل گیا تو اسی لمحے سے سوبھراج کی پھیلائی ہوئی بساط تیزی سے سمٹنی شروع ہوجائے گی۔ وہ میرے سامنے زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکے گا۔"

"کیا اس بارے میں تم نے کوئی منصوبہ سوچا ہوا ہے؟" جلال کی آواز میں تجسس امڈ آیا۔

"ذہن میں ایک مبہم سا خاکہ ہے۔ کچھ دماغ سوزی کے بعد اس کے خدوخال بھی بن جائیں گے۔"

"تم مجھے ٹالنے کی کوشش تو نہیں کررہے؟" اس نے بے ساختہ سوال کیا۔

"لاحول ولا قوۃ! میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اتنے عرصے کی رفاقت میں تمہیں اتنا تو سمجھ لینا چاہیے کہ میں کس رخ پر سوچنے کا عادی ہوں۔"

Downloaded from https://paksociety.com

فون پر جلال کے ہنسنے کی آواز آئی پھر وہ بولا "کوئی پرزہ مشین سے الگ ہوجائے تو اس کی افادیت ختم ہوجاتی ہے۔ میرے موجودہ فرائض منصبی اپنی جگہ پر ہیں لیکن میں خود کو تمہاری مشین سے نکلا ہوا پرزہ تصور کررہا ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تمہاری مشین کو یوں ہی رواں رکھے۔"

"یہ تمہاری غلط فہمی ہے مجھے اس وقت بھی یہ احساس تقویت دے رہا ہے کہ تم اور تمہاری ہمدردیاں ہمارے ساتھ ہیں۔ ہم پر اس مہم جوئی میں کوئی برا وقت آیا تو تم ہی سب سے پہلے ہماری مدد کرنے کے لیے آگے آؤ گے۔"

وہ سوبھراج کو ملی ہوئی بے مہار آزادی سے دل برداشتہ تھا لیکن اس آزادی کو سلب کرنا اس کے بس سے باہر تھا۔ وہ ملک کے سیاسی نظام کی کمزوری یا خامی تھی کہ اقتدار کی مجبوریوں کے عوض سوبھراج کی قابل نفرت حرکتوں اور سرگرمیوں کو پس پشت ڈال دیا گیا تھا۔ اس موضوع پر دیر تک جلال سے میری بات ہوتی رہی پھر گفتگو کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

"یہ بات تشویش کا باعث ہے کہ سوبھراج کی شکایت کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دی جارہی ہے۔" میرے فارغ ہوجانے پر اول خان نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔

"اس بارے میں تم کو فکرمند ہونے کی کیا ضرورت ہے؟" ویرا نے پوچھا "اس گاڑی کا پتا چلے گا نہ آدمی کا سراغ مل سکے گا۔ تم صاف انکار کردینا کہ تمہارے کسی آدمی نے راج محل کا رخ نہیں کیا۔ اس بات کی توثیق تمہارا عملہ بھی کرے گا۔"

"میں یہی کروں گا اور یہ حقیقت بھی ہے۔ میں اس کی شکایت کو اپنے سروس ریکارڈ پر ایک داغ سمجھ رہا ہوں۔ ہم لوگ اپنی سرگرمیوں کے معاملے میں ضرورت سے زیادہ محتاط رہتے ہیں۔ بغیر دیکھے بھالے کسی کا پیچھا نہیں کرتے اور پھر ہم نے ابھی تک سوبھراج کا رخ ہی نہیں کیا ہے۔"

"یہ نہ کہو' ابھی تازہ ترین مہم میں تم بھی شامل تھے۔" ویرا نے اسے ٹوک دیا۔

"میری حیثیت ایک تماشائی کی تھی۔ سارا کیا دھرا تمہارا اور ڈینی کا تھا۔ سوبھراج کو شاید یہ بھنک بھی نہ ملے کہ پیجرو کا پیچھا کرنے والی گاڑی میں کون کون سوار تھا۔ میں سلطان شاہ کی بات کررہا تھا۔ اسے تمہارے ساتھ راج محل بھیجنے میں ایس ٹی ایف کا کوئی کردار نہیں تھا۔ یہ اچھا ہوا کہ دوسری مہم میں میرا پولیس سے سامنا نہیں ہوا ورنہ بات بگڑ سکتی تھی۔"

"تمہاری تشویش سے ظاہر ہورہا ہے کہ سوبھراج کی شکایت پر تم سے جواب طلبی ضرور ہوگی۔" میں نے پوچھا۔

"ضرور ہوگی۔ بات جلال کے علم میں آگئی ہے تو ہمارا باس اس سے بے خبر نہیں رہے گا۔ ڈسپلن کے معاملے میں وہ کسی سے رورعایت نہیں کرتا۔"

"بس تو پھر کرنل داور کا نام ضرور یاد رکھنا۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"کیا تمہارے باس کو علم ہے کہ ماضی میں ایک دو مواقع پر ڈینی نے کرنل داور بن کر ایس ٹی ایف کی نمائندگی کی ہے؟" سلطان شاہ نے اچانک اول خان سے ایک بہت ٹیڑھا اور اہم سوال پوچھ لیا۔

"میں نے اسے رپورٹ دی تھی۔" اول خان نے اپنے سر کو اثبات میں جنبش دیتے ہوئے کہا "وہ اپنے ذرائع سے بھی ہر اسٹیشن کی سرگرمیوں پر نگاہ رکھتا ہے اور پھر کرنل داور کا نام ہمارے ریکارڈ پر آچکا ہے۔ سی آئی اے ہیڈ کوارٹر نے باضابطہ طور پر کرنل داور کے کوائف مانگے تھے۔"

"اور وہ دے دیئے گئے تھے!" ویرا نے ٹکڑا لگایا۔

"نہیں' ان کا وہ مطالبہ یہ کہہ کر مسترد کردیا گیا تھا کہ ایس ٹی ایف کے لیے کرنل داور کی خدمات ناگزیر ہیں۔ اس کو سی آئی اے میں ملازمت کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔"

"کیا موجودہ حالات میں تمہارے باس کو کرنل داور کے کردار پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ وہ ڈینی کی حیثیت سے تمہاری بہت عزت کرتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ میری تجویز مان لے۔"

"تم ایک مرتبہ پھر سوبھراج سے بات کیوں نہیں کرتے۔ اب تک اسے اپنے آدمیوں کے حشر کی اطلاع مل چکی ہوگی۔" ویرا نے مجھ سے پوچھا۔

"یہ بہت اچھی تجویز ہے۔" غزالہ نے بلا توقف اس کی تائید کی "اب تک اسے اپنے آدمیوں کے حشر کی خبر مل چکی ہوگی۔"

"وہ تلملایا ہوا ہوگا۔ اس سے بات کرکے اندازہ ہوگا کہ اس تازہ ترین واقعے کے بارے میں وہ کیا سوچ رہا ہے۔"

میں نے وال کلاک پر نظر ڈالی۔ سوبھراج کے آدمیوں کو گارڈن روڈ پر اپنی گاڑی چھوڑ کر بھاگے ہوئے کافی دیر ہوچکی تھی۔ انہوں نے واپس راج محل پہنچ کر سوبھراج کو اپنی رپورٹ دے دی ہوگی۔ پیجرو میں رہ جانے والوں کا معاملہ سیدھا سا تھا۔ سوبھراج کسی بھی ذمے دار پولیس افسر سے رابطہ کرتا تو اسے پتا چل سکتا تھا کہ اس کا ایک آدمی پیجرو

Downloaded from https://paksociety.com

میں بیٹھے بیٹھے مرگیا تھا اور دوسرے پر بے ہوشی طاری ہوگئی تھی۔

میں نے سوبھراج کے سیٹلائٹ فون کے بجائے اس کے گھر کا نمبر ملالیا۔ میرا اندازہ تھا کہ اس وقت سوبھراج کو اپنے گھر پر موجود ہونا چاہیے تھا۔

نمبر ملنے پر مجھے دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ میں نے سوبھراج سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی تو اس نے کوئی جواب دینے سے پہلے میرا نام جاننا چاہا۔ فون پر وہ طریقہ مجھے کبھی بھی پسند نہیں رہا تھا۔ اصولی طور پر اسے میرے سوال کا جواب دینے کے بعد میرا نام دریافت کرنا چاہیے تھا۔ اس کے سوال سے یہ ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ میرا نام جاننے کے بعد یہ فیصلہ کرے گا کہ سوبھراج کی گھر میں موجودگی کے بارے میں مجھے کیا بتائے۔

"تمہارا سوال تہذیب کے خلاف ہے۔ مجھے یہ بتاؤ کہ سوبھراج ہے یا نہیں۔"

"سائیں! تم بلاوجہ گرمی کھا رہے ہو۔ اگر صاحب گھر پر ہیں تو مجھے ان کو بتانا پڑے گا کہ کون ان سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

"تم گھر میں ہو اور تمہیں یہ بھی پتا نہیں کہ وہ گھر پر ہے یا کہیں گیا ہوا ہے۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"ہاں، بالکل!" وہ میرے طنز کو بالکل پی گیا "یہ بڑا گھر ہے۔ اس میں چوبیس کمرے ہیں۔ دیکھنا پڑتا ہے کہ کون موجود ہے اور کون باہر گیا ہوا ہے۔ اپنا نام بتا دو تو میں ابھی دیکھے لیتا ہوں کہ کیا پوزیشن ہے۔"

اس کی نرم کلامی سے میرا غصہ کم ہوگیا۔ میں نے بتایا "میں ڈینی بول رہا ہوں۔"

"ہولڈ کرو!" اس ہدایت کے ساتھ میرے کان میں ہلکی سی موسیقی گونجنے لگی۔ قدرے توقف کے بعد وہ دوبارہ لائن پر آیا اور معذرت خواہانہ لہجے میں بتانے لگا کہ سوبھراج اس وقت گھر پر موجود نہیں تھا۔ میں اس کے لیے پیغام دے سکتا تھا۔

"وہ آئے تو اس سے کہہ دینا کہ والد صاحب اسے تلاش کر رہے ہیں۔" میں نے برہمی سے کہا۔

"یہ تم کس کے والد کی بات کر رہے ہو؟" سوال کیا گیا "باس کے ابا تو برسوں پہلے سرگباش ہو چکے ہیں۔"

"ابے میں اس کا دوسرا اور بڑا باپ ہوں۔" میرا پارا چڑھ گیا اور میں نے اپنا فقرہ مکمل کرکے فون بند کردیا۔

"گیارہ بج رہے ہیں۔ اس وقت وہ کہاں مرا ہوا ہے۔" ویرا بڑبڑائی۔

"ہوسکتا ہے کہ وہ گھر پر ہی ہو اور اپنے آدمی سے انکار کروا دیا ہو۔" سلطان شاہ نے کہا۔

"یہ ناممکن ہے۔ وہ ہوتا تو ڈینی کا نام سنتے ہی فون پر آجاتا۔" اول خان نے اس کی تردید کی۔

ایک امکان یہ بھی تھا کہ جب ویرا راج محل سے روانہ ہوئی تو سوبھراج شراب نوشی میں مصروف تھا۔ ویرا کے اپنے ساتھ مل جانے کی خوشی میں اس نے اتنی زیادہ پی لی ہو کہ مدہوشی کے عالم میں گہری نیند سو گیا ہو۔ وہ اس کے ذاتی مسئلے تھے۔ میری خواہش تھی کہ میں اس سے ضروری بات کروں۔

اگر وہ نشے میں مدہوش تھا تب بھی اس کے بھگوڑے آدمیوں نے اسے اٹھا کر اپنی رپورٹ دی ہوگی۔ میری کال پر وہ دوبارہ نیند سے بیدار ہو سکتا تھا۔

اس بار میں نے براہِ راست رابطے کے لیے اس کا سیٹلائٹ فون نمبر ملایا۔ اس نے پہلی گھنٹی مکمل ہونے سے پہلے میری کال کا جواب دے دیا۔

"تم اس وقت کہاں ہو؟ میں کافی دیر سے تمہاری تلاش میں تھا۔" میں نے اس کی آواز پہچان کر کہا۔

"کیوں؟ تمہیں میری تلاش کیوں ہے؟" اس کا لب ولہجہ بہت محتاط تھا۔

"تمہارے ساتھ ویرا کی بھی مزاج پرسی کرنا چاہ رہا ہوں۔" میں دانستہ ویرا کا نام درمیان میں لے آیا۔

"کیا تم طنز کر رہے ہو؟" سوبھراج کی تلخ آواز آئی۔ اس کے لہجے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے میری پہلی کال کے بارے میں کوئی پیغام نہیں ملا تھا۔

"تم ایسا کیوں سوچ رہے ہو؟" میں نے حیرت ظاہر کی "میں نے کوئی کڑوی بات تو نہیں کی۔"

"ڈینی! مجھے گھنے کی کوشش مت کرو۔ کبھی کے دن بڑے ہوتے ہیں اور کبھی کی راتیں۔ میرا وقت آئے گا تو میں تمہارے ہوش اڑا دوں گا۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ ویرا نے تمہیں خاصی تکلیف پہنچائی ہے!"

"اس بار وہ نکلنے میں کامیاب ہوگئی۔ اگلی بار تمہیں اس کی لاش ہی ملے گی۔"

"کیا تم ائرپورٹ سے بول رہے ہو؟" میں نے اچانک پوچھ لیا۔ اس کی باتوں کے پس منظر میں مجھے کسی پرواز کی روانگی کا اعلان سنائی دیا تھا۔ سیٹ لائٹ فون کے حساس نشری آلات نے ائرپورٹ لاؤنج کے پیجنگ سسٹم کا وہ

Downloaded from https://paksociety.com

اعلان ہمارے کانوں تک پہنچا دیا تھا۔

"یہ تم نے کیسے کہہ دیا؟" میرے غیر متعلقہ سوال نے اسے بری طرح چونکا دیا۔

"ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ میرے آدمی تمہارا پیچھا نہیں کر رہے۔ ابھی ابھی مجھے ایک نسوانی آواز میں کسی پرواز کی روانگی کے روایتی اعلان کی گونج سنائی دی تھی۔"

"میں کسی کے باپ سے بھی نہیں ڈرتا۔ اگر مجھے ایک ضروری کام سے باہر نہ جانا پڑ گیا ہوتا تو میں ایک آدھ روز میں ہی تم دونوں کا دماغ درست کر دیتا۔"

"سویرا راج! تم نے غلط لوگوں سے محاذ آرائی شروع کی ہے۔" میں نے گہری سنجیدگی سے کہا "ابھی تم خوف زدہ ہو کر شہر سے بھاگ رہے ہو۔ دوبارہ لوٹو گے تو تمہیں کہیں پناہ نہیں مل سکے گی۔ یہ وقت کا فیصلہ ہے جو اٹل ثابت ہوگا۔"

"میں خوف زدہ نہیں ہوں۔ میرا ملک سے باہر جانے کا پروگرام پہلے سے طے تھا۔" اس کی جھنجلائی ہوئی آواز آئی۔

میں اس کے عذر لنگ پر بے ساختہ ہنس پڑا "ویرا کے ساتھ شراب نوشی کرتے ہوئے تم نے رات کو جشن منانے کا فیصلہ نہ کیا ہوتا تو میں تمہاری یہ بات مان لیتا۔ اپنے آدمیوں کی ناکام واپسی پر حواس باختہ ہو کر تم ملک سے باہر بھاگ رہے ہو مگر یاد رکھو کہ بدقسمتی وہاں بھی تمہارا پیچھا کرے گی۔"

"ویرا ایک جعلی روپ دھار کر راج محل آئی تھی۔ میں نے اسے روکا اور پوچھ گچھ کر کے بھگا دیا۔ میرا کوئی آدمی کہیں گیا نہ آیا۔ تم کہاں کی اڑا رہے ہو۔" اس نے یکایک قلابازی کھائی۔

"مجھے وہ بیان مت سناؤ جو تم پولیس کے اعلیٰ افسران کو دو گے۔ مجھ سے ٹھوس حقائق کی بات کرو۔ اب تک تمہارے دو نمک خوار پولیس کی تحویل میں آ چکے ہوں گے۔ ان میں سے ایک مر چکا ہے' دوسرا بے ہوش ہے۔ وہ دونوں جس گاڑی میں پائے گئے وہ تمہاری ملکیت ہے۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔ راج محل میں کھڑی ہوئی ہر گاڑی میری نہیں ہوتی۔ وہ پجیرو میرے ایک پرانے ملازم کے نام ہے جو دو سال سے دبئی میں نوکری کر رہا ہے۔"

"راج محل کے ملازم بہت خوش حال ہیں کہ پجیرو رکھتے ہیں۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"میرے سب گھر پکے ہیں۔ تم مجھے کہیں نہیں پھانس سکو گے۔ وہ دونوں میری اجازت کے بغیر پجیرو میرے گھر سے لے کر نکلے تھے۔ مجھے کچھ پتا نہیں کہ ان کے ساتھ اور کون تھا اور انہیں کیا ہوا۔ ان کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا سراغ لگانا پولیس کی ذمے داری ہے۔"

"اور پولیس تمہارے گھر کی لونڈی ہے!" میں نے دھیرے سے کہا۔ اس نے ان واقعات سے اپنا دامن بچانے کے لیے اچھی کہانی تراشی ہوئی تھی۔

"تفتیشی رپورٹ سامنے آئے گی تو تمہیں سب پتا چل جائے گا کہ کون کیا ہے۔"

"دونوں مر گئے ہوتے تو شاید تمہاری بات مان لی جاتی۔ دوسرا آدمی ہوش میں آ کر جو بیان دے گا' اسے تم کہاں لے جاؤ گے؟"

"میں معزز اور بڑا آدمی ہوں۔" اس کی تکبرانہ آواز آئی "میرے سامنے دو ٹکے کے اس چور کے بیان کی کیا وقعت ہے جو بچپن سے میرے ٹکڑوں پر پل رہا ہے۔"

"تمہارے دماغ میں تکبر اور اپنی بڑائی کا جو خناس بھرا ہوا ہے وہی تمہیں انجام کار لے ڈوبے گا۔" میں نے ملامت آمیز لہجے میں کہا "کاش تمہارے پرانے ملازموں کو معلوم ہو سکے کہ تمہارے پسینے پر اپنا خون بہانے کے صلے میں تم انہیں کن القاب سے پکارتے ہو تو وہ تمہیں اپنے ہاتھوں سے جہنم واصل کر دیں۔"

"ابھی مجھ کو گرانے والا کوئی سورما پیدا نہیں ہوا۔ دو کوڑی کے حقیر کیڑے زندگی بھر گڑگڑانے اور دوسروں سے اپنی خوشیوں کی بھیک مانگنے کے لیے پیدا کیے جاتے ہیں۔ یہ ان کا مقدر ہوتا ہے کہ وہ اپنے مالکوں کی خدمت کرتے کرتے ان کے لیے قربان ہو جائیں۔"

"گاڑی تمہاری نہ سہی' تمہارے ایک ملازم کی ہے۔ مرنے والا تمہارا نوکر ہے اور جو بیان دے گا وہ بھی تمہارا نمک خوار ہے۔ یہ سب چیزیں مل کر تمہاری ساکھ کو تباہ کر دیں گی۔ تمہارا گھمنڈ خاک میں مل جائے گا۔"

"تم دیکھو گے اور دنیا بھی دیکھ لے گی کہ میری واپسی تک یہ دھول بھی بیٹھ جائے گی۔"

"اور اب میں بھی اپنی زبان بند رکھنے کا پابند نہیں رہا۔ جو شخص ویرا کی حفاظت نہیں کر سکا وہ اعتبار کے قابل نہیں رہا۔"

"مجھے معلوم تھا کہ ویرا کے نکل بھاگنے کے بعد تمہیں بھونکنے کی آزادی مل جائے گی لیکن تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

"حیرت ہے کہ یہ بات تم کو پہلے کیوں نہیں سوجھی!"

"میں سیدھی انگلیوں سے گھی نکالنا چاہ رہا تھا لیکن

Downloaded from https://paksociety.com

ٹیڑھی انگلیوں کے بغیر کام نہیں چلے گا۔ میں تم سے تمہاری سخت پر آکر مقابلہ کروں گا۔"

"تم میں اتنی ہمت ہوتی تو یوں میدان چھوڑ کر نہ بھاگتے۔"

"میں کہیں نہیں بھاگ رہا۔ اپنے کام نمٹا کر بہت جلد واپس آؤں گا اور تمہاری گردن توڑ دوں گا۔"

"ٹھیک ہے... پھر تم سے بعد میں بات ہوگی۔" میں نے فون بند کردیا۔

وہ اس وقت بہت زیادہ بوکھلایا ہوا تھا۔ اس کی شکست کا داغ تازہ اور کاری تھا۔ وہ لمبی چوڑی باتوں کے ذریعے اپنے آپ کو بہلا رہا تھا۔ خود فریبی کی اس مہلک حالت میں اس سے مزید گفتگو بالکل بے سود تھی۔ وہ اپنی زبان سے کبھی حقائق کا اعتراف نہیں کرسکتا تھا۔ یہ بات شاید اس کا دل ہی جانتا تھا کہ اس کے زوال کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ اپنے خلاف بنتی ہوئی اس فضا کو بھانپ کر وہ پاکستان سے فرار ہو رہا تھا۔

وہ ملکی سیاست کا ایک معروف چہرہ تھا۔ اس کے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں تھی۔ وہ آئے دن غیر ملکی دوروں پر جاتا رہتا تھا۔ اس کے پاس پاسپورٹ تیار رہا ہوگا۔ اس سفری دستاویز پر بہت سے موثر ویزے لگے ہوئے ہوں گے۔ وہ محض ٹکٹ خرید کر کسی پرواز پر نشست حاصل کرلیتا تو آسانی سے ملک سے باہر جاسکتا تھا۔ حالات کی سنگینی کا ادراک کرکے اس نے ملک میں رہ کر آنے والے وقت کا سامنا کرنے کے بجائے فرار کو ترجیح دی تھی۔

اس وقت رات کے گیارہ بجے کے بعد کا عمل تھا۔ اس وقت مشرق وسطیٰ کے ملکوں کی طرف جانا ممکن نہیں تھا کیونکہ بیشتر ائرپورٹ رات ڈھلے آنے جانے والی پروازوں کو اترنے اور روانہ ہونے کی سہولتیں تو فراہم کرتے ہیں لیکن رات بھر مسافروں کی آمد و رفت موقوف رہتی ہے۔ صبح سویرے کسٹم، امیگریشن اور دوسری سروسز کا عملہ ڈیوٹی پر آتا ہے تو سب کچھ اپنے لگے بندھے معمول پر آجاتا ہے۔

مشرق بعید اور مغربی ملکوں کے سفر کے لیے وہ وقت موزوں تھا اور شاید سوبھراج ایسے ہی کسی لمبے سفر پر جارہا تھا۔

"یہ برا ہوا کہ اسے ملک سے فرار ہونے کا موقع مل گیا۔" سلطان شاہ نے متاسفانہ انداز میں کہا۔

"بھاگنے والوں کی جڑیں باہر ہوتی ہیں۔ اسے ہر حال میں واپس آنا ہوگا۔" اول خان نے نیچی آواز میں کہا "اس کا سب کچھ اسی ملک میں ہے۔ کروڑوں کے اثاثوں سے وہ آسانی سے دستبردار نہیں ہوگا۔ وہ پرتعیش زندگی گزارتا رہا ہے۔ محدود وسائل میں وقت گزارنا اس کے لیے ممکن نہیں ہوگا۔"

"یہ اچھا ہوا کہ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔" میرا وہ فقرہ سن کر ویرا کی بھویں تن گئیں "ہمیں اس وقت سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیے۔"

"ایک غدار کے فرار ہوجانے پر تم خوشی سے بغلیں بجا رہے ہو۔" ویرا بولی۔

"وہ یہاں رہتا تو اچھا تھا۔ چلا گیا تو اور بھی اچھا ہے۔" میں نے ویرا کو چڑانے کے لیے مبہم سا جواب دیا۔

"اس کے بھاگ جانے سے کیا حاصل ہوگا۔ میں تو کہتی ہوں کہ اسے اسی وقت آف لوڈ کرانے کی کوشش کی جانی چاہیے۔"

"تم بھول رہی ہو کہ اس کا نام سوبھراج ہے۔ اس بلی کے گلے میں گھنٹی باندھنا بہت مشکل کام ہے۔ حیرت ہے کہ تمہیں اب بھی اس کے اثر و رسوخ کا اندازہ نہیں ہوا۔ کسی واضح ترین الزام کے بغیر کسی کو آف لوڈ نہیں کیا جاسکتا۔" میں نے کہا۔

"کسی کو روانگی سے روکنے کا اختیار سرکاری افسروں کو ہوتا ہے اور سوبھراج ہر سرکاری افسر کے لیے ممنوعہ شے ہے۔" اول خان ہنستے ہوئے بولا "اسے کون روکے گا؟ ہمت ہے تو خود جاکر اسے جہاز سے اتار لو۔ تمہیں دوبارہ دیکھ کر شاید وہ خود بھی سفر کا ارادہ منسوخ کردے۔"

"مجھے اس کو روکنے کا اتنا شوق نہیں ہے۔" اول خان کو وہ جواب دے کر ویرا میری طرف متوجہ ہوگئی "میں صرف یہ جاننا چاہ رہی ہوں کہ اس کے فرار ہوجانے میں تم کو فائدے کی کیا صورت نظر آرہی ہے۔"

"یہ بالکل سامنے کی بات ہے۔ جب تک ہم اسے مجرم ثابت کرکے گندا نہیں کردیتے، وہ یہاں معزز اور معتبر بنا رہے گا۔" میں نے کہا "اس کے ہاتھ لمبے ہیں۔ وہ یہاں رہ کر ہمارے ہر کام میں روڑے اٹکاتا رہتا۔ اب لوگ اس کے ذاتی دباؤ سے آزاد رہیں گے۔"

"وہ چلا گیا تو یہ کام اس کے گرگے کرتے رہیں گے۔ یہ نہ سمجھنا کہ اس کے بھاگ جانے کے بعد تمہیں کھلا میدان مل جائے گا۔"

"اس کے مہرے رخنہ اندازی ضرور کریں گے لیکن وہ سوبھراج کی طرح زیادہ موثر نہیں ہوں گے۔" میں نے اسے

Downloaded from https://paksociety.com

سمجھایا۔

"تم دونوں بلاوجہ اس بحث میں اپنا سر کھپا رہے ہو۔" اول خان نے دخل اندازی کرتے ہوئے کہا "جو ہو گیا وہ تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ جو مستقبل میں ہونے والا ہے' اس کی کسی کو خبر نہیں۔ ہمیں اس وقت کی بات کرنی چاہیے جس میں ہم موجود ہیں۔ یہ سوچو کہ اب کیا کرنا چاہیے۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے ذہن میں کوئی تجویز جنم لے چکی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس وقت اخبارات ہماری بہت مدد کر سکتے ہیں۔ کام کے کسی آدمی سے رابطہ ہو جائے وہ تو آج کے واقعے کی رپورٹنگ میں سوبھراج کو بری طرح رگڑ دے گا۔ ایک دفعہ اس کے خلاف رائے عامہ بگڑ گئی تو پھر تمہارے لیے حالات تیزی سے سازگار ہوتے چلے جائیں گے۔"

"یہ شعبہ تمہارا ہے۔ ہم میں سے کسی کا کسی صحافی سے رابطہ نہیں ہے۔" ویرا نے بات اسی کے سر ڈال دی۔

اول خان نے خندہ پیشانی سے اس کی بات قبول کرلی۔ صحافت کی دنیا میں وہ کئی کلیدی شخصیات سے واقف تھا لیکن ان کے ذریعے کسی خبر پر اثر انداز ہونے کے بعد اس بات کی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ پیجرو کیس میں اول خان کی دلچسپی کی بات شہر کے باخبر حلقوں میں نہیں پھیلے گی۔

ان سب پر انفرادی طور پر بحث ہوئی اور سب نے مشترکہ طور پر ان ناموں کو مسترد کردیا۔ آخر میں قرعہ فال ایک رپورٹر کے نام نکلا جو اپنی خبر کا ذریعہ نہ بتانے میں خاصی شہرت رکھتا تھا۔ اول خان نے اپنا نام سامنے لائے بغیر' اس سے رابطے کا طریقہ بتانا شروع کردیا۔

❂✲❂

اگلی صبح کے اخبارات میں گارڈن روڈ پر پیش آنے والے سنسنی خیز واقعے کی نمایاں خبریں شائع ہوئی تھیں۔ ان خبروں میں سے پیجرو' راج محل اور سوبھراج کا ذکر حذف کرنا کسی طرح ممکن نہیں تھا۔ سب کچھ مشترک تھا لیکن پھر بھی دیگر اخبارات نے بہت محتاط انداز میں حقائق پیش کیے تھے۔ اول خان کے نامزد کیے ہوئے رپورٹر کے اخبار میں ایک انتہائی خطرناک سرخی لگائی گئی تھی۔ شہر کی باروتی سڑک پر خوفناک گینگ وار کے عنوان سے ذیلی سرخیوں میں سوبھراج اور راج محل کے حوالے بھی موجود تھے۔

اس واقعے کے بارے میں پولیس افسران نے پراسرار خاموشی اختیار کی ہوئی تھی۔ پیجرو میں بے ہوش پائے جانے والے شخص تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکی تھی۔ پوری خبر چشم دید شہادتوں اور معتبر ذرائع کی بنیاد پر تیار کی گئی تھی۔

اس خبر کی رو سے سوبھراج جیسے مشہور سیاسی رہنما کے زیر زمین دنیا کے بعض لوگوں سے گہرے اور قریبی روابط تھے۔ نامعلوم وجوہ کی بنا پر ایک گروپ سے اس کے اختلافات ہو گئے۔ سوبھراج نے اس گروپ کے ایک اہم کارندے کو پکڑ کر یرغمال بنالیا۔ اس یرغمالی کی کسی اور ٹھکانے پر منتقلی کی خبر اس گروپ کو مل گئی اور اس نے گارڈن روڈ پر پیجرو پر حملہ کرکے اپنے آدمی کو چھڑالیا اور دھواں دھار فائرنگ کرتا ہوا غائب ہو گیا۔ اخبار نے اس امر کو حیران کن قرار دیا تھا کہ فائرنگ کے شدید تبادلے کے باوجود کوئی شخص گولیوں سے ہلاک یا زخمی نہیں ہوا تھا۔ پولیس موقع پر پہنچی تو پیجرو کی پچھلی سیٹ پر ایک لاش کے ساتھ ایک شخص بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں زہر کا شکار ہوئے تھے۔ پولیس اس امکان پر غور کر رہی تھی کہ کہیں ان دونوں کو اس حالت میں راج محل سے نہ لایا گیا ہو۔

وہ رپورٹ پڑھ کر میرا دل خوش ہو گیا۔ ویرا کے دونوں شکار سوبھراج کے سر تھوپ کر بہت جرأت کا ثبوت دیا گیا تھا۔

کسی بھی اخبار میں پولیس کا کوئی بیان تھانہ راج محل کا کوئی موقف بیان کیا گیا تھا۔ رات بھر کی کوششوں کے باوجود ان دونوں فریقوں کے کسی ذمے دار آدمی سے رابطہ نہیں ہو سکا تھا۔ کہیں سے کوئی مصدقہ خبر نہ ملنے کے باوجود دوسرے اخبارات نے قیاس آرائیوں سے گریز کیا تھا۔ جو اخباری روایات کے خلاف تھا۔ اس کا سبب وہی تھا کہ اخبارات بھی سوبھراج کی قد آور سیاسی شخصیت سے مرعوب تھے۔

شہر میں پیش آنے والا وہ واقعہ اس اعتبار سے بہت اہم ثابت ہوا تھا کہ پولیس کا محکمہ نہ چاہتے ہوئے بھی سوبھراج کی ذات سے متعلق اس کیس میں ملوث ہو گیا تھا۔ افسران بالا کی مسلسل عدم دستیابی سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ پیجرو کیس ان کے حلق کی ہڈی بن گیا تھا۔ وہ واقعے سے متعلق حقائق کو منظر عام پر لاتے تو سوبھراج کی ذات شکوک و شبہات کی زد میں آجاتی۔ خاموش رہتے تو پریس کی شدید تنقید و ملامت کا ہدف بنتے۔

سرکاری سکوت یہ بتا رہا تھا کہ ماہرین سر جوڑ کر اس پراسرار تصادم کی کڑیاں ملانے کی کوشش کر رہے تھے۔ جب تک ان کوششوں کا کوئی ابتدائی نتیجہ سامنے نہ آجاتا' وہ سوبھراج کے خلاف کوئی بات ریکارڈ پر نہیں لاسکتے تھے۔

دو بجے اول خان کا فون آیا تو اس کی آواز مضمحل تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

اسے صدمہ تھا کہ سوبھراج کی شکایت پر اس سے خاصی سخت جواب طلبی کی گئی تھی۔ اسلام آباد سے آنے والی فون کال نے اس کی وہ ساری خوشی غارت کردی تھی جو اسے ایک روزنامے میں مطلوبہ خبریں پڑھ کر ہوئی تھی۔

اول خان نے اپنے کراچی یونٹ کے دفاع میں وہ سب کچھ کہہ ڈالا جو کہنا ممکن تھا۔ اس کا باس اچھی طرح جانتا تھا کہ اول خان جھوٹ بولنے کا عادی نہیں تھا لیکن باس خود بھی کسی کو جواب دہ تھا اور اوپر سے پڑنے والے دباؤ کے سامنے مجبور ہو چکا تھا۔

آخر کار اس نے اول خان کو جلد از جلد اس نمبر کی کار کا سراغ لگانے کی ہدایت کی جس کا کہیں وجود نہیں تھا مگر وہ نمبر سوبھراج نے خود ہوم سیکریٹری کو لکھوایا تھا۔ وہ کار شیر شاہ کے کباڑ خانے میں نہ جانے کب کی گل سڑ چکی تھی۔ اول نے ایسے ہی کسی آڑے وقت کے لیے اس کی نمبر پلیٹیں محفوظ کی ہوئی تھیں۔ بات بڑھنے کے آثار نمودار ہوتے ہی اس نے دونوں نمبر پلیٹوں کو ذاتی طور پر تلف کردیا تھا۔

"باس نے پجیرو والے واقعے کے بارے میں بھی سوالات کیے تھے۔" اول خان مرجھائی ہوئی آواز میں بتا رہا تھا۔ "یہ بہت عجیب اتفاق تھا کہ سوبھراج کی شکایت کے چند گھنٹے بعد ہی پجیرو والا واقعہ رونما ہو گیا۔ باس کو فکر تھی کہ کہیں اس میں بھی ہمارا ہاتھ نہ ہو۔"

"پھر تمہارا کیا جواب تھا؟" میں نے بے چینی سے سوال کیا۔

"میں اس قصے میں اپنی شمولیت کا ذکر نہیں کر سکتا تھا۔ باس باخبر اور تجربے کار آدمی ہے۔ زمانے کے نشیب و فراز کو خوب سمجھتا ہے۔ میں نے اسے صاف صاف بتا دیا کہ ارجن کمار کے قتل اور پھر گوپال کی گرفتاری تک میں تمہارے ساتھ مل کر کام کر رہا تھا تو سارے اشارے یہی بتا رہے تھے کہ مقامی سازشوں کا سرغنہ سوبھراج ہے۔ پھر مجھے سوبھراج سے دور رہنے کا حکم ملا اور میں نے اس معاملے میں تمہارا ساتھ چھوڑ دیا۔"

"ساتھ چھوڑنے سے بات ختم نہیں ہو جاتی۔ باس کو میرے اور تمہارے مراسم کا خوب علم ہے۔"

"اسے سب پتا ہے۔ اسلام آباد میں وہ تم سے بھی مل چکا ہے اور تمہاری خداداد صلاحیتوں کا کھلے دل سے معترف ہے۔ میں نے اسے صاف بتا دیا کہ میرے دست بردار ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ تم اپنی ٹیم کے ساتھ بدستور سوبھراج کی راہ پر لگے ہوئے ہو۔ شہر میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ تمہارے اور سوبھراج کے ٹکراؤ کا شاخسانہ ہے۔ سوبھراج تم سے خوف زدہ ہے اور کھسیا کر سارا الزام ایس ٹی ایف کے سر ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"ویری گڈ!" میں نے خوش ہو کر کہا "تم نے ذرا مبالغے سے کام لیا ہے لیکن مجھے خوشی ہے کہ تم اپنے بڑے کے سامنے زبان کھولنے کی ہمت رکھتے ہو۔ یہ بہت بڑی خوبی ہے ورنہ ڈسپلن کے مارے، بیشتر ماتحت اپنے افسر کی ہر کڑوی کسیلی بات سن کر سر جھکائے رہتے ہیں۔"

"میں سرکش نہیں ہوں۔ اس کا بہت ادب کرتا ہوں مگر حق بات کہنے سے خود کبھی نہیں چوکتا۔ وہ آج تک میری اس روش پر ناراض نہیں ہوا اس لیے میں نے آج بھی اپنے دل کی بات کہہ ڈالی۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ اس پورے کھیل کو سمجھ رہا ہے لیکن اوپر کے احکام سے مجبور ہے۔"

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ اسلام آباد میں بیٹھا ہوا ایک افسر کراچی میں ہونے والے پیچیدہ کھیل کو پوری طرح سمجھ رہا ہوگا۔ کیا اس نے اس بارے میں کچھ کہا ہے۔"

"ہر بات کہی نہیں جاتی۔ کچھ سمجھنے کے لیے بھی چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تمہارا ذکر سن کر اس نے خاموشی اختیار کرلی تھی جو اس کی رضامندی کے مترادف تھی۔ دوسروں کی طرح وہ بھی یہ چاہتا ہے کہ سرکاری اہلکار سوبھراج سے دور رہیں۔ اور تم اسے سب کے سامنے ننگا کردو۔"

"تم نے اسے بتا دیا کہ سوبھراج پچھلی رات ملک سے فرار ہو گیا۔" میں نے پوچھا۔

"یہ کیسے بتا دیتا؟" اس کی آواز بے ساختہ تھی "یہ خبر تم نے نکالی تھی۔ اس کا ذکر کرکے میں یہ مان لیتا کہ میں اب بھی تمہارے ساتھ کام کر رہا ہوں! حیرت کی بات یہ ہے کہ راج محل والے اس بارے میں خاموش ہیں۔ اخبارات میں بھی اس کی اچانک روانگی کے بارے میں ایک لفظ نہیں چھپا۔ شاید اس نے اپنی روانگی خفیہ رکھی ہے۔"

"خفیہ رکھتا تو اسے مجھ سے اقرار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ کہہ سکتے ہو کہ اس کی روانگی غیر ضروری تشہیر نہیں کی جا رہی۔ ہو سکتا ہے کہ آج یہ خبر پھیل جائے.... تم اپنے باس کی بات کر رہے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ میری اور تمہاری دوستی کی وجہ سے کوئی مخالفانہ تبصرہ نہ کرنا چاہ رہا ہو۔"

"مخالفت بہت دور کی بات ہے۔ وہ درپردہ تمہاری حمایت کر رہا ہے۔ اس نے جلال کی دی ہوئی یہ تجویز مان لی کہ کرنل داور ایس ٹی ایف کے باضابطہ نمائندے کے طور پر سوبھراج سے مل کر اس کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش

Downloaded from https://paksociety.com

کرے!" اس نے انکشاف کیا۔

"اوہ! گریٹ!" میں خوشی سے اچھل پڑا "یہ آج کی سب سے بڑی خبر ہے۔ اب میں سینہ تان کر راج محل کے پھاٹک پر دستک دوں گا۔"

"میں یہی کہہ رہا تھا کہ بہت سی باتیں سمجھی جاتی ہیں' کہی نہیں جاتیں۔ وہ میرا افسر ہے۔ میں اس کے مزاج اور لب و لہجے کو خوب سمجھتا ہوں۔ اس سے باتیں کرتے ہوئے مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کہاں بول رہا ہے۔"

"پھر تم بلاوجہ اداس کیوں ہو رہے ہو۔ تم سے رسمی باز پرس کر کے اس نے اپنا فرض نبھایا اور تمہاری تجویز مان کر تمہیں بھی سرخرو کر دیا۔ تمہیں مضمحل ہونے یا صدمہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ملازمت تو نام ہی سمجھوتوں کا ہوتا ہے۔ کوئی کتنا ہی بڑا ملازم کیوں نہ ہو' آخر ملازم ہی ہوتا ہے۔ وہ اپنی جگہ سمجھوتے کر رہا ہے۔ تم کو اس کی مجبوریوں کا اندازہ کرنا چاہیے۔"

"تم سے بات کرتے ہوئے اب میں اپنے دل کا بوجھ ہلکا محسوس کر رہا ہوں۔" ہلکی سی ہنسی کے ساتھ آواز آئی۔

"تمہارے باس کو یہ تو پتا ہے نا کہ ماضی میں' میں ہی کرنل داور کا کردار ادا کرتا رہا تھا۔" میں نے چائے پیتے ہوئے بھی انجان بن کر اس سے تصدیق چاہی۔

"بالکل ہے۔ اس سلسلے میں پہلا فیصلہ میرا تھا مگر بعد میں' میں نے اسے بتا دیا تھا۔ امریکیوں نے تمہاری باتوں کا چرچا اسلام آباد تک پہنچا دیا تھا۔ میرا باس کیا' کئی افراد کو علم ہو چکا ہے کہ کرنل داور کے روپ میں تم دو اجلاسوں میں شرکت کر چکے ہو۔"

"اب میں کھلے دل کے ساتھ سوبھراج کی خبر لے سکوں گا۔ اس بار تم تماشا دیکھ کر خوش ہو جاؤ گے۔"

"میں کوئی تماشا نہیں دیکھ سکوں گا۔ مجھے بالکل دور اور الگ رہنا ہے۔ اسے سمجھانے کا کام تم سرانجام دو گے۔"

"تو کیا اسٹیشن فورو والوں کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔" میں نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

"تم جو مدد یا تعاون چاہو گے وہ تم کو فراہم کیا جائے گا۔ میں تم سے دور رہوں گا۔"

"یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہے یا باس نے تمہیں کوئی خاص ہدایت دی ہے۔"

"باس بہت زیادہ اصول پرست ہے۔ سوبھراج کی شکایت کے نتیجے میں خود ایک فریق بن گیا ہوں اس لیے مجھے الگ تھلگ رکھنا چاہ رہا ہے۔"

"یہ کوئی بات نہیں ہوئی۔ اس نے ایس ٹی ایف کے ہراساں کرنے کی شکایت کی ہے۔ اس طرح تو تمہاری فورس کا ہر فرد اور جوان ایک فریق بن گیا ہے۔"

"وہ اطلاعات بے سروپا تھیں۔ اس نے نام لے کر میری شکایت کی ہے کہ میں اسے اپنے آدمیوں کے ذریعے ہراساں کر رہا ہوں۔"

"پھر تمہارے باس کی بات قابل فہم ہے۔ میں ذرا رعب اور دبدبے کے ساتھ راج محل جانا چاہوں گا۔"

"اسٹرائیک یونٹ کی بکتر بند گاڑیاں خاصی ہیبت ناک ہیں..."

"بس' بس وہی ایک گاڑی' چار کمانڈوز کے ساتھ ٹھیک رہے گی۔" میں نے اس کی بات درمیان سے اچک لی۔

اول خان ہنس پڑا۔ "اس وقت تم نے بچوں جیسی خوشی کا اظہار کیا ہے۔ چاہو تو دو تین گاڑیاں لے لینا۔"

"ہر انسان میں پیدائشی طور پر ایک بچہ چھپا ہوا ہوتا ہے جو کبھی کبھی ابھر کر پوری شخصیت پر حاوی ہو جاتا ہے۔ سوبھراج مغرور اور چھچھورا آدمی ہے۔ میں اسے احساس دلانا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی تمام مراعات کے باوجود کچھ لوگوں سے کم تر ہے۔ احساس دلانے کے لیے طاقت اور شان کا اظہار ضروری ہے۔"

"تم اس طرح باتیں کر رہے ہو جیسے ابھی اس کے گھر جانے کا ارادہ ہے۔ پہلے یہ دیکھنا ہو گا کہ وہ باہر سے کب آتا ہے۔ اس کے بعد تم اس سے مل سکو گے۔"

"کرنل داور تمہاری کسی ہدایت یا مشورے کا پابند تو نہیں ہو گا۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں... تمہیں ہر قول و فعل کی مکمل آزادی ہو گی مگر تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"بس' اب دیکھ لینا کہ وہ جلد ہی پاکستان لوٹ آئے گا۔" میں نے پورے اعتماد سے کہا۔

"کیا اس کو واپسی پر مجبور کرنے کے بارے میں تم کچھ سوچ رہے ہو؟" میرے پراعتماد لہجے نے اول خان کو چونکا دیا تھا۔

"کچھ نہ کچھ سوچنا ہی پڑے گا ورنہ وہ باہر بیٹھا چین کی بانسری بجاتا رہے گا اور اس کے آدمی یہاں گڑبڑ کرتے رہیں گے۔"

"تمہارا اندیشہ بجا ہے لیکن ابھی تک اس کے آدمیوں سے کوئی ردِعمل سامنے نہیں آیا۔" اس نے میرے اندیشے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

Downloaded from https://paksociety.com

"کل رات کے صدمے سے سنبھلنے کے لیے انہیں وقت درکار ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ سوبھراج کی ہدایت کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھائیں۔ وہ اپنی نئی منزل پر پہنچ کر فیصلہ کرنے میں وقت لے گا۔ میں اگلے دو تین دنوں میں ان لوگوں کی طرف سے کسی گڑبڑ کی توقع کر رہا ہوں۔"

"دو تین دن تک انتظار کرتے کرتے میرے اعصاب چیخ جائیں گے۔ تم سوبھراج کو جلد از جلد واپس بلانے کی کوئی تدبیر سوچو۔ اس کے یکایک بھاگ جانے سے سب کچھ چوپٹ ہو کر رہ گیا ہے۔ مجھے امید نہیں تھی کہ وہ بوکھلا کر یوں ملک سے باہر بھاگ جائے گا۔"

"اس قسم کے بڑے آدمی جب تک میدان میں جمے رہتے ہیں' ان کا مقابلہ کرنا دشوار نظر آتا ہے لیکن جب ان کے قدم اکھڑتے ہیں جو پھر ان سے ایسی ہی بدحواسیاں سرزد ہوتی ہیں۔ آج تمہارے رپورٹر نے گینگ وار کا لفظ استعمال کر کے دوسروں کو کمال کی راہ دکھائی ہے۔ جوں ہی سوبھراج کی ملک سے اچانک روانگی کی خبر پھیلے گی' ہر ذہن میں مزید شکوک و شبہات پیدا ہوتے چلے جائیں گے۔ خبر سازی میں سبقت حاصل کرنے کی دوڑ میں ہر نامہ نگار اور رپورٹر اپنی اپنی کہانی سامنے لائے گا۔"

اس گفتگو کی ابتدا اولی خان کے اداس لب و لہجے سے ہوئی تھی لیکن جب میں نے فون بند کیا تو اس کی آزردگی دور ہو چکی تھی۔

"یہ بہت بڑی اطلاع ہے کہ ایس ٹی ایف کے سربراہ نے آپ کو سوبھراج سے ملنے کی اجازت دے دی ہے۔" غزالہ نے مسرت آمیز لہجے میں کہا "ابھی تک ایسا لگ رہا تھا جیسے غداروں اور سازشیوں کے خلاف جنگ میں ہم تنہا رہ گئے ہیں لیکن اس خبر سے بہت تقویت ملی ہے۔"

"جرم ہر حال میں جرم ہوتا ہے۔" ویرا نے سگریٹ کا دھواں اڑاتے ہوئے کہا "اسے وقتی طور پر چھپایا تو جا سکتا ہے لیکن اس کا ہر سراغ مٹایا نہیں جا سکتا۔ پتا نہیں سوبھراج کب سے ان سب چکروں میں ملوث تھا۔ وہ ہمیشہ بچتا چلا آیا لیکن اب اس کے ستارے گردش میں آگئے ہیں تو ہر طرف سے گھیرا تنگ ہو رہا ہے۔ احکام اور ہدایات اپنی جگہ پر ہیں۔ سب کی دلی ہمدردیاں ہمارے ساتھ ہیں۔ کم از کم میں نے ابھی تک خود کو کبھی بے یار و مددگار محسوس نہیں کیا۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتی کہ جلال سمیت کوئی بھی ذمے دار افسر جرائم سے چشم پوشی کرے گا۔"

"یہ یقین مجھے بھی تھا لیکن ایک مرحلے پر وہ احساس توانا ہونے لگا تھا۔ جس کا ذکر ابھی غزالہ نے کیا ہے۔" میں نے کہا۔

"اب ان باتوں کو چھوڑو۔ گزرے ہوئے وقت کا ذکر بے سود ہے۔ یہ بتاؤ کہ تم سوبھراج کو واپس بلانے کے لیے کیا سوچ رہے ہو۔" ویرا نے پوچھا۔

"سوچ رہا ہوں کہ اس سے ایک مرتبہ پھر سیٹ لائٹ فون پر بات کی جائے۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"رات کو ہی تم اس سے بات کر چکے ہو۔ اس کی بے مقصد دھمکیوں سے کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔" ویرا منہ بنا کر بولی۔ "رات کی بات اور تھی ڈینی کے نام سے وہ بدکتا ہے اور اپنے خوف پر حاوی آنے کے لیے اول فول بکنا شروع کر دیتا ہے۔ ایس ٹی ایف کے سربراہ کی طرف سے کلیرنس مل جانے کے بعد اب میرا ارادہ ہے کہ اس سے میں کرنل داور کے روپ میں بات کروں۔"

"کرنل داور!" غزالہ نے چونک کر دہرایا "اس حیثیت میں آپ نے کبھی اس سے رابطہ نہیں کیا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کو پہچان ہی نہ سکے۔"

"وہ بہت کائیاں آدمی ہے۔ اسے تم اپنے اصلی نام سے ہی دبا سکتے ہو۔ کسی اور نام سے وہ ذرا بھی مرعوب نہیں ہو گا۔" ویرا نے بھی اپنا فیصلہ صادر کر دیا۔

"تم لوگوں کا حافظہ بہت کمزور ہے۔ تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ سوبھراج ہی اپنا حلیہ بدل کر ارجن کمار کے ہوٹل میں حشمت کے نام سے ٹھہرا ہوا تھا اور کوبرا بن کر دوسروں سے..."

"اوہ! تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" ویرا نے میری بات درمیان سے کاٹ دی جیسے اسے بھولی ہوئی ہر بات یاد آگئی ہو۔ وہ کہہ رہی تھی "واقعات اس رفتار سے رونما ہو رہے ہیں کہ سب کچھ ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو کر رہ گیا ہے۔ اب یاد آیا کہ کرنل داور بن کر تم نک سے مذاکرات کر رہے تھے۔ وہ تمہیں نقاب پوش کوبرا سے ملنے پر مجبور کر رہا تھا اور تم اس سے ملاقات پر آمادہ نہیں تھے۔"

"ہمارے ذہنوں میں باتیں گڈمڈ ہو سکتی ہیں۔ سوبھراج کو سب کچھ یاد ہو گا۔" سلطان شاہ نے میری تائید کی۔

"آپ اس سے کب بات کریں گے؟" غزالہ نے مضطربانہ لہجے میں سوال کیا۔

"وہ مغرب کی طرف گیا ہے تو وہاں اب صبح ہو گی۔ مشرق بعید میں شام ڈھل رہی ہو گی۔" میں نے اپنی رسٹ واچ دیکھتے ہوئے کہا "رات ختم ہونے سے پہلے اس کا سفر مکمل ہو گیا ہو گا۔ میری دانست میں یہی وقت اس سے رابطہ

Downloaded from https://paksociety.com

قائم کرنے کے لیے موزوں ہے۔"

"کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے۔" ویرا نے روانی میں کہا پھر چونک کر بولی "اس سے بات کرنے سے پہلے ذرا نک کو بھی دیکھ لو کہ وہ کیا کہتا ہے۔ ایک کال راج محل بھی کر ڈالو۔ پتا چل جائے گا کہ سوبھراج کی غیر حاضری کے بارے میں اب وہ کیا کہہ رہے ہیں۔"

ویرا کی دونوں باتیں معقول تھیں۔ راج محل سے رابطہ کر لینے کے بعد میں سوبھراج کو یہ جتا سکتا تھا کہ میں نے اس کے لیے پہلے اس کے گھر فون کیا تھا۔ بعد میں مجبور ہو کر سیٹ لائٹ فون پر اس سے رابطہ کیا۔ میں نے راج محل کا نمبر ملایا۔ دوسری طرف پہلی اور دوسری گھنٹی بجتی رہی تو مجھے اندازہ ہوا کہ سوبھراج کے اچانک بھاگ نکلنے کی وجہ سے وہاں کا سارا نظم و ضبط تباہ ہو گیا تھا اور افراتفری پھیل گئی تھی ورنہ وہاں سے جواب ملنے میں شاید اتنی تاخیر نہیں ہوتی تھی۔

راج محل کوئی دفتر نہیں' ایک بڑا گھر تھا۔ وہاں اہل خانہ کی تعداد جو بھی رہی ہو' مجھے یہ معلوم تھا کہ وہ عمارت ملازمین کی ایک قابل لحاظ تعداد سے آباد تھی۔ میں فون کا ریسیور کان سے لگائے انتظار کرتا رہا۔ آخر کار پانچویں گھنٹی پر دوسری طرف سے جواب ملا۔ میں نے آواز پہچان لی۔

"میں کرنل داور بول رہا ہوں۔ سوبھراج کہاں ہے!" میں نے بدلی ہوئی رعب دار آواز میں کہا۔

وہ میری آواز اور عہدے سے مرعوب ہو گیا اور گھبرائی ہوئی آواز میں جلدی سے بولا "سر! وہ موجود نہیں ہیں۔ ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ کوئی پیغام ہو تو مجھے نوٹ کرا دیں۔ میں سنیل بول رہا ہوں... ان کا پرسنل سیکریٹری!"

"کل رات تک وہ کراچی میں تھا۔ اچانک کہاں چلا گیا۔" سنیل کا حوصلہ افزا جواب سن کر میں نے اگلا سوال کیا۔

"سر! کوئی ضروری کام پیش آ گیا تھا۔ وہ رات کو ہی باہر گئے ہیں۔" میرے لہجے کی تندی پر وہ بوکھلا گیا تھا۔

"کہاں گیا ہے؟" وہ مرعوب ہو گیا تھا اس لیے میں نے اسے دبانا شروع کر دیا۔ سوبھراج سے بات ہونے سے پہلے اس کے سفر کے بارے میں جتنی معلومات حاصل ہو جائیں اتنا ہی اچھا تھا۔

"سس... سر! وہ بنکاک گئے ہیں۔" اس نے ہکلائی ہوئی آواز میں بے ساختہ جواب دیا۔

"اس سے کوئی رابطہ ہو تو اسے بتا دینا کہ میں اس کی تلاش میں ہوں۔ یہ معاملہ بہت اہم ہے۔"

"اوکے سر' میں ضرور بتا دوں گا۔" مودبانہ آواز آئی اور میں نے فون بند کر دیا۔

"کمال کر دیا!" ویرا مسکراتے ہوئے بولی "اس وقت تمہارا لب و لہجہ کرنل جیسا ہی تھا۔"

"یہ اس دنیا کا کھلا اصول ہے کہ جو دبتا ہے اسی کو زیادہ دبایا جاتا ہے۔ منہ لگنے والوں سے ہر ایک گھبراتا ہے۔" سلطان شاہ نے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

"تمہارا اندازہ درست ثابت ہوا۔" ویرا دوبارہ بولی "اس کی روانگی کو خفیہ نہیں رکھا گیا۔ اب یہ خبر پھیل جائے گی۔"

"ہاں... آں!" میں نے سوچتے ہوئے جواب دیا "شاید یہ نہ بتایا جائے کہ وہ بنکاک گیا ہے۔ ہمارے امرا میں وہ شہر سستی عیاشی کے لیے بہت زیادہ شہرت رکھتا ہے۔"

"کچھ عرصے پہلے تک جسم فروشی کو تھائی لینڈ کی سب سے بڑی صنعت کا درجہ حاصل تھا۔ وہ بیشتر زرمبادلہ اسی سے کماتے تھے۔" ویرا نے اپنی معلومات کا اظہار کیا۔

وہ تینوں باتیں کرتے رہے اور میں نک سے ہونے والی گفتگو کی تمہید کے بارے میں سوچتا رہا۔ اس سے میری آخری گفتگو کا اختتام خاصے ناخوشگوار انداز میں ہوا تھا۔

وہ دفتری اوقات کار تھے پھر بھی میں نے نک کے رہائشی نمبر سے ابتدا کی۔ ایک موہوم سا امکان تھا کہ شاید بارانی موسم کی وجہ سے وہ دفتر سے چھٹی کر کے اپنے گھر پر آرام کر رہا ہو لیکن متعدد گھنٹیاں بجنے کے باوجود اس کے گھر سے کوئی جواب نہیں مل سکا۔

میں نے اس کے دفتر کا ڈائریکٹ نمبر ملایا تو نک نے پہلی گھنٹی پر ہی ریسیور اٹھا لیا۔

"پچھلی بار ہونے والی گفتگو میں تم نے اپنی ساری کشتیاں جلا دی تھیں تو اب مجھے کیوں فون کیا ہے!" میری آواز پہچان کر نک نے تلخ لہجے میں پوچھا۔

"باہر کا موسم خوشگوار ہے۔ اس وقت تمہارا لہجہ بہتر ہونا چاہیے تھا۔ اگر تم بات نہیں کرنا چاہتے تو میں فون بند کیے دیتا ہوں۔" میں نے خشک لہجے میں اسے دھمکی دی۔

"نہیں۔ میں یہی جاننا چاہ رہا تھا کہ تم کیا بات کرنا چاہتے ہو!" اس کی آواز غیر ارادی طور پر نرم ہو گئی۔

"سوبھراج اس وقت کہاں ہے۔ میرا اس سے رابطہ ہونا بہت ضروری ہے۔" میں نے لمحہ بھر توقف کے بعد براہِ راست وہ خطرناک سوال کر ڈالا۔

"کون سوبھراج... اس سے تمہیں کیا لینا ہے؟" اس کی سرسراتی ہوئی آواز آئی۔ میری زبان سے نام سن کر اسے

Downloaded from https://paksociety.com

یقینی طور پر شدید ذہنی جھٹکا لگا تھا۔

"وہی جسے تم کوبرا کے نام سے متعارف کراتے ہو۔ آج اچانک اس کی شخصیت بے نقاب ہوگئی ہے تو میں اس سے ملنے کا خواہش مند ہوں۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں نقاب پوشوں کے ساتھ کام کرنے سے نفرت کرتا ہوں۔ اب مجھے کوبرا کی شخصیت کا علم ہوگیا ہے تو مجھے اس کے ساتھ کام کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

دوسری طرف خاموشی چھائی رہی۔ نک نے خلاف توقع میری بات کاٹنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ وہ پورے تحمل کے ساتھ جاننا چاہ رہا ہوگا کہ مجھے سوبھراج کے بارے میں کیا کچھ معلوم ہوچکا تھا۔

"تمہیں کوئی سنگین غلط فہمی ہوئی ہے۔ کوبرا کے بارے میں کسی نے تمہیں ورغلانے کی کوشش کی ہے۔" اس کے الفاظ منتخب اور مضبوط تھے مگر لہجہ یکایک کمزور پڑ گیا تھا۔

"نک! میری آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش مت کرو۔ میں رضامند نہیں تھا تو تم مجھے کوبرا کے ساتھ کام کرنے پر مجبور کررہے تھے۔ اب میں آمادہ ہوں تو تم بہک رہے ہو۔ میں جس کے پیچھے لگ جاتا ہوں اس کا پوری طرح کھوج لگائے بغیر چین سے نہیں بیٹھتا۔ میرے ایک اشارے پر اب ایک معمولی سا سپاہی بھی آسانی سے یہ ثابت کردے گا کہ سوبھراج، حشمت اور کوبرا ایک ہی شخصیت کے تین روپ ہیں۔"

"اس وقت تم ڈینی کی زبان بول رہے ہو۔ میں اس کا یہ ہذیان سن چکا ہوں۔" نک کی آواز پر اچانک اضطراری کیفیت طاری ہوگئی "شاید ذرا سی محنت سے سوبھراج کو حشمت ثابت کیا جاسکتا ہو۔ یہ ایک قدرتی بدقسمتی ہے کہ سوبھراج اپنی ناک کی بناوٹ کو کسی طرح نہیں بدل سکتا لیکن اسے کوبرا ثابت کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہ بکواس صرف ڈینی کی ہے۔"

"تم نے اب بات سمجھ لی ہے۔ یہ راز ڈینی نے اگلا ہے۔ تم مزید کچھ سننا چاہتے ہو تو سنو کہ حشمت کے کوبرا بننے کا راز سیتا کانت نے اگلا تھا جسے تم نے مروا دیا۔"

"یہ سب بکواس ہے۔ سیتا ماری جاچکی ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت یہ ثابت نہیں کرسکتی کہ سوبھراج نے کوبرا کا روپ دھارا ہوا تھا۔"

"سیتا کو تم نے..." میں نے اسے مشتعل کرنے کے لیے بات شروع کی تھی کہ اس نے تیزی سے بولنا شروع کردیا۔

"اسے میں نے نہیں مروایا۔ تم جھوٹ بول رہے ہو، بکواس کررہے ہو۔ ڈینی میرے خلاف ہر طرف زہر پھیلا رہا ہے۔"

"سیتا کو کسی نے مروا دیا مگر گوپال ابھی زندہ اور زیر حراست ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھی تھے۔ گوپال کی معلومات سیتا سے کم نہیں ہوسکتیں۔"

"میرے لیے تمہاری یہ ساری باتیں بے سروپا ہیں۔ تم سوبھراج کو نہیں جانتے۔ اسے تمہاری ان الزام تراشیوں کی بھنک بھی مل گئی تو کوئی سرکاری ڈاکٹر تمہیں ذہنی مریض قرار دے کر عمر بھر کے لیے پاگل خانے میں ڈلوا دے گا۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تم کس کے خلاف کیچڑ اچھال رہے ہو۔ یہ سارا گند تمہارے اپنے منہ پر آپڑے گا۔"

"اسی لیے میں اس کی تلاش میں ہوں۔ تم بلاوجہ مشتعل ہورہے ہو۔ میں اسے بتانا چاہتا ہوں کہ مجھے اندر کی ساری باتیں معلوم ہوگئی ہیں۔ ڈینی میرے ذاتی قید خانے میں ہے۔ بجلی کے جھٹکوں نے اس کے اعصاب کو بکھیر کر رکھ دیا ہے۔ اس نے ہر بات اگل دی ہے۔ سوبھراج کو اپنی زندگی عزیز ہے تو اسے رضاکارانہ طور پر سیاست سے کنارہ کش ہوجانا چاہیے۔"

"اگر ڈینی تمہارے قبضے میں آگیا ہے تو تم غلط آدمی کو تلاش کررہے ہو۔" نک کی آواز جذبات کی شدت سے مرتعش سی ہوگئی "ڈینی کا سب سے بڑا خریدار میں ہوں۔ بیس لاکھ ڈالر تمہاری کایا پلٹ دیں گے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم نے ڈینی کو میرے حوالے کردیا تو تمہیں سوبھراج سے کوئی بات کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ وہ کسی افسوس ناک حادثے میں مرجائے گا۔ اس کے لیے بلاوجہ اپنا وقت برباد مت کرو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ میں تم سے کہاں مل سکتا ہوں۔"

"نہیں نک۔ تم الٹی بات کررہے ہو۔ میں اتنی آسانی سے بکنے والا ہوتا تو روز اپنی بولی لگوا رہا ہوتا۔ میں اپنے مفاد پر کوئی سودا نہیں کرسکتا۔ سوبھراج غدار ہے۔ پہلے اس کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ اس کے بعد میں تم سے کوئی اور بات کروں گا۔"

"کرنل! تم بہت ضدی اور سنگ دل ہو۔ میں فوری طور پر کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا۔ مجھے کچھ وقت درکار ہے۔"

"میں تمہیں صرف ایک گھنٹا دے سکتا ہوں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا "خوب سوچ سمجھ لو۔ میں ایک گھنٹے بعد تمہیں دوبارہ فون کروں گا۔" یہ کہہ کر میں نے فون بند کردیا۔

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ کے باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://pksociety.com

مدت سے میری محبت تھی۔ حالات کی ستم ظریفی کہ ہم دونوں کو مکاؤ میں ڈون کوانگ نوفای ایک مجرمانہ تنظیم کے دباؤ پر شادی پر مجبور ہونا پڑا۔ دوسری طرف امریکا میں آنجرک نیل ہائی ایک نسل پرست یہودی دہشت گرد اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر شمی کے بے انداز وفاداری وسائل پر قابض ہو کر انہیں ڈیوژنامزادی تنظیم کے لیے استعمال کرنے کا خواہاں تھا۔ شمی لائیڈ کو صدارتی انتخاب میں کامیابی کی مجبوری کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اس کی پراسرار پاکستت کے بعد آنجرک نیل اسٹے کی سترہویں صدر کے بیدالاوار اور اس پر قبضہ کرنے کے منصوبے کے علاوہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو نقصان پہنچانے کے مذموم خواب کو عملی جامہ پہنانے کی سازشوں کے ساتھ پاکستان پہنچا مگر یہاں اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اپنے اہم ہے خوف زدہ ہو کر واپس امریکا فرار ہوا۔ ہم بھی اس کے تعاقب میں امریکا پہنچے جہاں ہماری کوششوں سے اس کی بربادیوں کا آغاز ہوا اور وہ ڈیوژنامزاد اور امریکی حکومت کے مابین ہونے والے خفیہ معاہدے کے افشا ہونے کے باعث امریکیوں کی نظر میں مستوب ٹھہرا۔ اپنے مشن کی ناکامی کے بعد ہم پاکستان واپس آگئے۔ یہاں نئے ہنگامے ہمارے منتظر تھے۔ بھارتیوں کی سرگرمیوں میں بہت تیزی آچکی تھی۔ ہمارے ملک میں موجود را کے ایجنٹ ڈوبھال اور اس کے ساتھیوں نے پاکستان کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہے۔ جس کی سرکوبی کے لیے بھارت کا سفر ناگزیر تھا۔ دہلی میں ہمارا قیام نہایت سنسنی خیز رہا۔ اس خوفناک سفر سے نہ صرف ہمیں کامیاب واپس پر لانے کے بعد دہلی سے تمام ساتھیوں کے مشورے کے بعد تحویل کرلیا گیا۔ بھارت سے خبریں آنا شروع ہوگئی تھیں۔ ان کے مطابق انیس سنظر خان کے علاوہ اپنی ہی ٹیم کی ہی تلاش تھی۔ جلال نے بتایا کہ دہلی میں مارے جانے والے جان / عثمۃ کے قاتلوں کی تلاش کے سلسلے میں امریکی پاکستانی ایجنٹوں کی مدد کے طلب گار تھے۔ امریکن تو عملیہ کے چیف کلرک لیری ہفنے پاکستانی ایجنسیوں کا آف دی ریکارڈ اطلاعات طلب کیا۔ بھی اس میں ایف کے خفیہ ادارے کا ایجنٹ ہوا۔ اپنی تیز باتوں کے نتیجے میں لیری کی نظریں ہم پر آگیا۔ اطلاع ملی کہ اس نے میرے چند ان گنت ٹھکانوں کی نشاندہی کر لی ہے۔ میں نے باجدا کینیڈی کے نام سے لیری ہنف کو فون پر جان لیوا دھمکیاں دیں۔ بعد میں جلال نے مجھے بتایا کہ وہ ان دھمکیوں سے خوف زدہ ہو کر فطرتاً بہادر ہمارا ساتھ چھوڑ گیا ہے۔ وہ سری طرف دیرا / چیرا کے سلسلے میں میدان اترا تھا۔ شمی

یا تو کچھ بھی نہیں ہو رہا تھا۔ واقعات میں ایک عجیب اور اعصاب شکن ٹھہراؤ آیا ہوا تھا۔ ہلچل پیدا ہوئی تو ہر طرف ہی کچھ نہ کچھ ہونا شروع ہو گیا۔ راج محل میں ویرا کی چال کامیاب ہونے کے بعد واقعات میں اچانک تیزی آگئی تھی۔

"آپ نے اچانک اس سے کیا کہہ دیا۔ آپ کو بات کرنل داور تک محدود رکھنی چاہیے تھی۔ اپنا نام درمیان میں لانے کی کیا ضرورت تھی؟" چند ثانیوں کے سکوت کے بعد غزالہ نے قدرے تعجب کے ساتھ کہا۔

"یہ ناگزیر ہو گیا تھا۔ مجھے کرنل داور کے روپ میں ہر بات معلوم نہیں تھی۔ میں نے دورانِ گفتگو میں نک کو کچھ ایسی باتیں بھی بتائی ہیں جو صرف مجھے یعنی ڈینی کو معلوم تھیں۔" میں نے سگریٹ کا گہرا کش لے کر جواب دیا "اگر میں اسے یہ نہ بتاتا کہ ڈینی اب کرنل داور کے قبضے میں آچکا ہے تو اس کے ذہن میں شکوک و شبہات سر ابھارنے لگتے کہ ڈینی اور کرنل داور کے کرداروں میں کہیں نہ کہیں کوئی گھپلا ضرور ہے..."

"اب بات میری سمجھ میں بھی آرہی ہے۔" ویرا نے میری بات درمیان سے اچک کر اعتراف کیا "باتیں گڈمڈ ہونے سے اسے شبہ ہو جاتا کہ تم ہی کرنل داور بنے ہوئے ہو۔ اس کے ذہن کو ایسے کسی خیال سے محفوظ رکھنے کے لیے کسی مضبوط حیلے کی ضرورت تھی۔"

"تم نے ڈینی کو کرنل داور کا قیدی ظاہر کر کے یہ جواز فراہم کر دیا کہ ڈینی کی معلومات کرنل تک کیسے منتقل ہوئیں لیکن اب وہ ڈینی کا سب سے بڑا خریدار ہے۔ وہ پہلی فرصت میں کرنل سے ڈینی کا سودا طے کرنا چاہے گا۔" سلطان شاہ بھی اس وقت سنجیدگی سے کچھ سوچ رہا تھا۔

"اس کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس کے دل میں تجسس کی آگ بھڑکا کر میں نے وقت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔" میں نے کہا "تم نے سنا نہیں کہ میں نے غدار کے انجام کو ڈینی کے سودے پر کھلی ترجیح دی ہے۔ اب پہلے کو برا یا سوبھراج کی بات ہوگی پھر ڈینی کی باری آئے گی۔"

"اور اس سے پہلے کھیل نمٹ چکا ہوگا۔" ویرا کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ تیر گئی "تم میری بات کہیں لکھ لو کہ اب نک اپنے مفاد کے لیے سوبھراج کو مروا دے گا۔ اس نے تمہیں اشارہ دے ہی دیا ہے کہ تم اس سے ڈینی کے بارے میں کوئی ڈیل کر لو تو سوبھراج کو کسی حادثے میں مروا دیا جائے گا۔"

"شاید تم نے نک کو قبل از وقت اس معاملے میں ملوث کر لیا۔" سلطان شاہ سوچتے ہوئے بولا "پہلے ہمیں اپنی سی کوشش کر لینی چاہیے تھی۔ ہو سکتا ہے کہ ہم نک یا کسی اور کی مدد کے بغیر اس زہریلے ناگ کو پھن کچلنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

"تم معروضی حالات کو نظر انداز کر کے تصوراتی باتیں کر رہے ہو۔" ویرا نے جواب دیا "سوبھراج تمہارا ایک اہم سیاسی رہنما ہے۔ ایجنسیاں اس کے سائے سے بھی دور ہیں۔ اس کی ایک شکایت پر اول خان جیسے مخلص اور فرض شناس افسر سے جواب طلب کر لیا گیا ہے۔ ایسے دشمن کے خلاف ہر طرف سے اور پوری قوت کے ساتھ حملہ کرنا ضروری ہے۔ ایف بی آئی اور سی آئی اے والے اپنے حریفوں کو خاموشی کے ساتھ راستے سے ہٹا دینے کے طریقوں میں مہارت اور عالمی شہرت رکھتے ہیں۔ ان کے لیے سوبھراج کی حیثیت ایک ایجنٹ سے زیادہ نہیں ہے۔ اگر ڈینی کی سمجھائی ہوئی بات نک کے ذہن میں بیٹھ گئی تو تمہارے اس اہم سیاسی رہنما کو وہ ایک اشارے سے اڑوا دے گا۔ یہ کام امریکی بہت غیر جذباتی بلکہ سرد انداز میں انجام دے سکتے ہیں۔"

"دیکھنا ہے کہ ایک گھنٹے بعد نک کیا جواب دیتا ہے۔" میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔

"وہ تمہارے نام سے خوف زدہ ہیں۔ اس سے چھٹکارا پانا ان کے لیے بہت اہم ہے۔ اس کے مقابلے میں وہ سوبھراج کا متبادل آسانی سے تلاش کر سکتے ہیں۔ تم دیکھ لینا کہ نک کا جواب اثبات میں ہوگا۔" ویرا پر یقین لہجے میں بولی۔

"وہ ہمیں ڈبل کراس بھی کر سکتا ہے۔ کرنل داور سے وعدہ کر لے اور عملی طور پر سوبھراج کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائے۔" سلطان شاہ نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

"یہ ناممکن ہے۔" میں نے اسے یقین دلایا "میری بنیادی شرط یہی ہوگی کہ سوبھراج کا انجام سامنے آنے کے بعد ڈینی کے بارے میں کوئی بات ہو سکے گی۔"

"وہ مٹی کا پتلا اور عقل سے پیدل نہیں ہے۔ اسے بھی شبہ ہو سکتا ہے کہ سوبھراج کو مروا کر تم اپنی بات سے پھر جاؤ گے۔" سلطان شاہ نے اصرار کیا۔

"یہ محض قیاس آرائیاں ہیں۔" غزالہ نے گفتگو میں دوبارہ حصہ لیتے ہوئے کہا "اصل بات اسی وقت سامنے آئے گی جب یہ ایک گھنٹے بعد دوبارہ اس سے بات کریں گے۔ سب کچھ پہلے سے سوچا اور طے نہیں کیا جا سکتا۔ ان کو فی البدیہہ اس کی ہر بات کا بھرپور جواب دینا ہوگا۔"

Downloaded from https://paksociety.com

"یہ تم نے لاکھ روپے کی بات کہی ہے۔ یہ ڈینی کی ذہانت کا امتحان ہوگا کہ وہ نک کو کیسے ہینڈل کرتا ہے۔" ویرا نے مسرت سے کہا۔

میں مسکرا کر رہ گیا۔ میرے لیے اس مرحلے پر کچھ کہنا بیکار تھا۔

"سب کچھ ہوگیا مگر ایک بات رہ رہ کر میرے ذہن میں چبھ رہی ہے۔" غزالہ نے اس بار براہِ راست ویرا کو مخاطب کرکے کہا "اجازت ہو تو پوچھ لوں۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے ذہن میں کوئی زہریلا خیال آیا ہے۔" ویرا بولی "تم مسز ڈینی ہو۔ تمہیں سات خون معاف ہیں۔ جو چاہو، پوچھ سکتی ہو۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ سوبھراج جیسا چالاک اور مکّار شخص اتنی آسانی سے تمہاری چال میں کیسے آگیا کہ تمہیں نہایت آسانی کے ساتھ اس کے چنگل سے نجات مل گئی۔"

"نتائج دیکھ لینے کے بعد تمہیں یہ سوال نہیں کرنا چاہیے تھا۔" ویرا نے خشک لہجے میں کہا۔

"نتائج نے ہی مجھے یہ سمجھنے پر مجبور کیا ہے کہ تمہیں باہر بھیجنے کا فیصلہ کرتے ہوئے سوبھراج کی عقل پر پردہ پڑ گیا تھا۔"

"یہ تمہاری بھول ہے۔ اس نے اپنی دانست میں بالکل صحیح اور دانش مندانہ فیصلہ کیا تھا۔" میں نے ویرا کی حمایت کی۔

"کیا وہ یہ بھول گیا تھا کہ ویرا بہت چالاک ہے اور اس کے آدمیوں کو جل دے کر نکل سکتی ہے؟" غزالہ نے سوال کیا۔

"ایک عورت یا لڑکی کتنی ہی چالاک اور زور آور کیوں نہ ہو، چار تجربہ کار آدمیوں کے نرغے سے فرار نہیں ہوسکتی۔" اس بار سلطان شاہ نے ویرا کی وکالت کی تھی "سوبھراج نے یہی سوچ کر ویرا کو اپنے چار منتخب آدمیوں کے ساتھ بھیجا ہوگا۔ یہ ویرا کے مقدر کی یاوری تھی کہ اسے بروقت دونوں زہریلی انگوٹھیاں یاد آگئیں اور اس نے انہیں بہترین طریقے سے بیک وقت استعمال کرکے حالات کا پانسہ پلٹ دیا۔ سوبھراج نے اپنی دانست میں ویرا کو بالکل غیر مسلح کردیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکا ہوگا کہ ویرا کی انگلیوں میں پڑی ہوئی انگوٹھیاں ضرورت کے وقت موثر ترین ہتھیاروں میں بدل سکتی ہیں۔"

"یہ سب بعد میں پیش آنے والے واقعات تھے۔ سوبھراج کو کیا ضرورت تھی کہ وہ ویرا کی انگلیوں کا معائنہ کرتا۔ خود میں نے اس کے ذہن میں ڈالا تھا مگر جب اس نے میری ساتھ ہوا خوری کے لیے بھیجتا۔" وہ موضوع چھڑ جانے کے بعد غزالہ اپنے ذہن میں اٹھنے والے ہر سوال کا جواب حاصل کرنے کا فیصلہ کرچکی تھی۔

"تم نے شاید میری باتیں غور سے نہیں سنیں۔ بس میری ایک بات تمہارے ذہن میں اٹکی رہ گئی۔" اس بار ویرا نے غزالہ کے اعتراض کا جواب دیا تھا "میں نے اسے ہوا خوری کے لیے باہر چلنے پر آمادہ کرنے کی کوشش ضرور کی تھی مگر اس نے مجھے ٹال دیا تھا۔ بات اس وقت بنی جب اس کے دل میں ڈینی کو پکڑ لینے کا تجسس پیدا ہوا۔ وہ ہلکے سے سرور میں تھا، مجھ پر غالب تھا اور جب میں نے سرسری انداز میں یہ امکان ظاہر کیا کہ ڈینی جہانگیر کے گھر پر موجود ہوسکتا ہے تو وہ بے چین ہوگیا۔ اس نے مجھے ہوا خوری کے لیے نہیں، ڈینی کو پکڑوانے میں مدد دینے کے لیے اپنے آدمیوں کے ساتھ بھیجا تھا۔ اسے تم میری خوش نصیبی کہہ سکتی ہو کہ میں اس کے دل میں ڈینی کے بارے میں خوش گمانی پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ اس کی ذہنی رو ڈینی کی طرف نہ بھٹکتی تو وہ کسی قیمت پر مجھے کھلا آسمان نہ دیکھنے دیتا۔ راج محل کی دیواروں میں میری مٹی پلید کرکے رکھ دیتا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا۔ تم ایسی باتوں کی عادی ہوگئی ہو۔" سلطان شاہ نے نیچی آواز میں تبصرہ کیا۔

"کیا...؟ تم کن باتوں کا ذکر کررہے ہو؟" ویرا نے چونک کر اشتباہ آمیز انداز میں سوال کیا۔

"کک... کچھ نہیں۔ میں خوش گمانی اور بدگمانی کا ذکر کررہا تھا۔" ویرا کے جارحانہ لہجے پر سلطان شاہ بوکھلا گیا۔

"تمہارے پکڑے جانے کی خبر نے مجھے ہلا کر رکھ دیا تھا۔" میں نے بات گھمانے کے لیے گہرا سانس لے کر کہا۔

"ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے تمہارا کھیل ختم ہوگیا ہو۔ میری دانست میں یہ معاملہ بہت لمبا چلنا چاہیے تھا لیکن بہت حیرت ناک سرعت سے نمٹ گیا۔"

"میری بھی عقل ماؤف تھی۔" اس بار ویرا نے ایمان داری سے کہا "شراب نوشی کے دوران میں، میں کئی مسائل کا شکار تھی۔ بدترین ذہنی دباؤ کے عالم میں اسے خود سے دور رکھنے کی کوشش کررہی تھی، تمہارے ایما پر اسے یہ باور کرانا چاہ رہی تھی کہ میں تمہاری بالادستی سے عاجز آئی ہوئی ہوں، پھر اسے تمہاری تلاش پر اکسا رہی تھی۔ اس کے لیے یہ خیال کسی طاقت ور مقناطیس کی طرح پُرکشش ثابت ہوا کہ جہانگیر کے گھر پر چھاپا مار کر تم کو پکڑ لیا جائے۔ یہ انوکھا خیال

Downloaded From https://paksociety.com

یہ تجویز قبول کرلی تو میں خود چکرا کر رہ گئی۔ یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ وہ میری آزادی کا نکتہ آغاز ثابت ہوگا۔ میری ذہن میں یہ خلش ڈنک مارنے لگی کہ میں خود تو پکڑی گئی تھی' اپنے ساتھ جہانگیر کے لیے بھی ایک گنبھیر مسئلہ پیدا کرنے جارہی تھی۔ تمہارے ہاتھ آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ سوبھراج کے آدمی میرے ساتھ جاکر ایک بار جہانگیر کا گھر دیکھ لیتے تو بار بار اسے تنگ کرنا شروع کردیتے اور کچھ عجب نہیں کہ اسے بھی پکڑ کر راج محل میں لے آتے۔"

"اب تم نے اصل بات بتانی شروع کی ہے۔" ویرا سانس لینے کے لیے خاموش ہوئی تو غزالہ نے توصیفی لہجے میں کہا "میں یہی سب جاننا چاہ رہی تھی کہ تم نے اچانک کون سا منتر پڑھا کہ اس کی عقل گھاس چرنے چلی گئی۔"

"اس پر ڈینی کے نام کے سوا کوئی منتر کام نہیں کرسکتا تھا۔" ویرا نے ہنستے ہوئے بتایا "راج محل سے روانہ ہونے تک میں پریشان تھی کہ ان چاروں کو کہاں لے جاؤں' کس طرح دھوکا دوں۔ میرے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں اور احمقانہ خیالات سر ابھار رہے تھے۔ میں نے کئی بار ان سے لڑ مرنے کے بارے میں سوچا مگر اس کا نتیجہ اپنی دردناک موت کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ آخری درجے کی بے بسی کے عالم میں اچانک میرے ذہن میں اول خان سے ملی ہوئی انگوٹھیوں کا خیال آیا اور تیزی سے جان پکڑتا چلا گیا۔ راج محل سے کافی دور نکل جانے کے بعد مجھے وہ دھیان آیا تھا اور میں نے اپنی ساری توجہ اس پر مرکوز کردی۔"

"میں بھی یہی کہہ رہا تھا کہ اس نجات میں تمہاری کسی منصوبہ بندی سے زیادہ تمہارے مقدر کی خوبی کا دخل تھا۔ سوبھراج نے تمہیں راج محل سے باہر نکالنے کا فیصلہ کیا اور پھر سفر کرتے ہوئے تم کو مایوسی کے عالم میں اپنی زہرناک انگوٹھیاں یاد آگئیں۔" سلطان شاہ نے اپنی ٹانگ اڑائی۔

"یہ کریڈٹ پھر بھی ویرا کو جاتا ہے۔" میں نے اس کی طرف داری کرتے ہوئے کہا "اس نے سوبھراج سے اپنی گفتگو اس ڈھب سے آگے بڑھائی کہ اسے جہانگیر کے گھر پر ملنے کا یقین ہوگیا۔ اسے یقین نہ ہوتا تو وہ ویرا کو ہرگز باہر نہ بھیجتا۔"

"یہ باریکیاں ان دونوں کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔" ویرا بولی "یہ بات تم ہی سمجھ سکتے ہو۔ اس وقت میں سوبھراج سے روانی سے باتیں کررہی تھی لیکن میرے ذہن پر بہت بھاری بوجھ تھا۔ میں ایک ایک لفظ تول تول کر بول رہی تھی۔"

"بس' اب تم نے اس کا دماغ خراب کردیا۔" سلطان شاہ نے اس کی بات کاٹ کر منہ بناتے ہوئے' مجھ سے شکوہ کیا "خود ستائی اس کا پرانا مرض ہے۔ حمایت کے دو بول سنتے ہی پوری شدت سے عود کر آتا ہے۔ اب یہ ایک گھنٹے تک خود اپنی تعریفیں کرکے ہمارے کان کھاتی رہے گی۔"

"میں تمہاری طرح اپنے منہ میاں مٹھو نہیں بنتی۔" ویرا نے جل کر کہا "میں حقیقت بتا رہی ہوں۔ تم کو نہیں سننا تو نہ سنو۔ میری طرف سے بھاڑ میں جاؤ۔"

"تم سلطان شاہ کی طرف سے اپنے کان بند کرلو۔" غزالہ نے اسے مشورہ دیا "اور اپنی بات جاری رکھو۔ یہ زیادہ دیر تک تم سے نہ الجھے تو اسے اختلاجی دورہ پڑنے لگتا ہے۔ تم اس کے خلجان کو نظرانداز کردو۔"

ویرا نے قہربار نظروں سے سلطان شاہ کی طرف دیکھا پھر غزالہ کی طرف متوجہ ہوگئی "میرے لیے وہ سارا وقت بہت کڑا اور اعصاب شکن تھا۔ مجھے حیرت ہے کہ کل کسی نے مجھ سے اس تازہ واقعے کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔ آج تمہیں ہر بات یاد آرہی ہے۔"

"یہ باتیں کل بھی میرے ذہن میں گردش کررہی تھیں۔" غزالہ بولی "اس وقت تمہارے اعصاب بھڑکے ہوئے تھے۔ تم مشکل حالات سے نکل کر آئی تھیں۔ میں نے تمہیں چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس وقت شاید تم یہ تفصیلات بتا بھی نہیں سکتی تھیں۔"

"واقعی وہ ایک ڈراؤنا خواب تھا۔" ویرا نے ہلکی سی جھرجھری لے کر کہا "جو کچھ ہوا' بہت تیزی کے ساتھ ہوتا چلا گیا۔ شاید میں اپنے فیصلے پر عمل کرنے میں زیادہ دیر لگاتی لیکن گارڈن روڈ پر اول خان کی گاڑی دیکھنے کے بعد میرا حوصلہ بہت بڑھ گیا اور میں تیزی کے ساتھ اپنے فیصلے پر عمل کر گزری۔"

"ڈینی تمہاری رگ رگ سے واقف ہے۔ اس نے بھانپ لیا تھا کہ تم چوہے دان میں پھنسی ہوئی ہو۔" سلطان شاہ پھر بول پڑا "اسے اندازہ تھا کہ باہر سے مدد کا کوئی آسرا ملے بغیر تم پھلی بھی نہیں پھوڑ سکو گی۔ اس نے خاص طور پر اول خان سے کہہ کر تھوڑی دیر کے لیے گاڑی آگے نکلوائی تھی۔ اب تم خود مان رہی ہو کہ وہیں سے تمہاری کہانی کا رخ بدل گیا۔ تم کو ہماری مبارک صورتیں نظر نہ آتیں تو تم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہتیں۔"

"میں نے ڈینی اور اول خان کو دیکھا تھا۔ تمہاری

Downloaded from https://paksociety.com

صورت نظر آتی تو بنتا ہوا کام بگڑ جاتا۔"

"یہ تمہاری نظروں کا قصور ہے۔" سلطان شاہ نے اکڑ کر کہا "میں بھی ان دونوں کے ساتھ موجود تھا۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تم آسمان سے نہیں ٹپکے تھے۔ ان دونوں کے ساتھ تھے مگر میں نے تمہاری صورت نہیں دیکھی تھی۔" ویرا نے اصرار کیا۔

"اوور ٹیکنگ کے وقت تم نیچے دبک گئے تھے۔" میں نے بحث سمیٹنے کے لیے سلطان شاہ کو یاد دلایا "سوبھراج کے آدمیوں میں سے کوئی تم کو پہچان سکتا تھا۔"

"اس وقت تم منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے تھے۔" ویرا نے ٹکڑا لگایا اور ناگواری سے سلطان شاہ کا منہ بن گیا۔

"جو جہاں تھا وہاں بہت کامیاب تھا۔" غزالہ جلدی سے بولی "رات کی مہم تم تینوں نے اول خان کے ساتھ مل کر سر کی تھی۔"

"پچھلی کامیابیوں پر ضرورت سے زیادہ رشک کرنے کی ضرورت نہیں۔" میں نے ان تینوں کو تادیب کی "ویرا بری طرح اس کے جال میں پھنس گئی تھی۔ ابھی صرف اس کو آزادی ملی ہے۔ سوبھراج کا اصل مسئلہ اپنی جگہ پر جوں کا توں ہے۔ ہمیں اس کے بارے میں سوچنا چاہیے۔"

"اب کیا سوچنا۔ نک کو ورغلا کر تم اپنا کام شروع کر چکے ہو۔" ویرا نے برجستہ کہا۔

"نک کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اس کا فیصلہ ایک گھنٹے بعد ہی معلوم ہوگا۔" میں نے تفکر آمیز لہجے میں کہا۔

"تم اس دوران میں سوبھراج سے سیٹلائٹ فون پر بات کیوں نہیں کر لیتے؟" سلطان شاہ نے پوچھا۔

اس کا سوال معقولیت پر مبنی تھا۔ میں سوبھراج کے لیے راج محل فون کر چکا تھا۔ وہاں سے ملنے والی اطلاع کے مطابق وہ بنکاک میں تھا۔ پچھلی رات میں نے کراچی ائر پورٹ پر اس سے سیٹلائٹ فون پر بات کی تھی۔ اس وقت میں ڈینی بنا ہوا تھا۔ اس بار مجھے اس سے کرنل داور بن کر بات کرنی تھی۔

میں نے کچھ دیر کے لیے خاموش رہ کر اپنے خیالات کو یک جا کیا اور پھر فون کی طرف متوجہ ہو گیا۔

سوبھراج کے لیے سیٹلائٹ فون بہت اہم تھا۔ مجھے یہ اندازہ تھا کہ سیٹلائٹ فون کے نمبر کے ساتھ کسی ملک یا شہر کا کوڈ ڈائل کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ فون دنیا کے کسی بھی حصے میں ہو' اس کا نمبر وہی رہتا ہے۔ اس کی پہلی گھنٹی بجتے ہی مجھے سوبھراج کی طرف سے جواب مل گیا۔ اس کی آواز بہت صاف اور واضح تھی۔

"سوبھراج صاحب! میں کرنل داور بول رہا ہوں۔" میں نے بدلی ہوئی رعب دار آواز میں کہا۔

"کون کرنل داور؟" اس نے حیرت سے سوال کرنے کی کوشش کی تھی مگر مجھے اس کی آواز میں تشویش کا عنصر محسوس ہوا تھا۔ میرا مودبانہ انداز شاید اس کے لیے مزید حیران کن رہا تھا۔

"سر! میں اس ایجنسی کا افسر ہوں جس سے آپ کو کچھ شکایت پیدا ہو گئی ہے۔"

"اوہ! شاید تم اسپیشل ٹاسک فورس کی بات کر رہے ہو۔" اس کی آواز میں بے پروائی آ گئی۔ کرنل داور کا نام اس کے لیے کسی بھی طرح اجنبی نہیں ہو سکتا تھا۔ نک کرنل داور کو گھیر گھار کر کوبرا کے سپرد کرنا چاہ رہا تھا اور کوبرا کے نقاب کے پیچھے پیچھے سوبھراج کا چہرہ چھپا ہوا تھا۔ وہ زیادہ پرانی بات نہیں تھی۔ کرنل داور ہی کی وجہ سے سوبھراج کو نک کی ہدایت پر اراجن کو فوری طور پر مروانا پڑا تھا اور وہیں سے اس کا کھیل خراب ہونا شروع ہو گیا تھا۔ سوبھراج جیسا کینہ پرور شخص ان باتوں اور اس نام کو اتنی آسانی سے فراموش نہیں کر سکتا تھا۔

"سر! آپ ٹھیک سمجھے۔ میں اسی فورس کا نمائندہ ہوں مگر ہم اپنی فورس کا نام غیر ضروری طور پر اپنی زبان پر نہیں لاتے۔ آپ باخبر اور بارسوخ آدمی ہیں۔ ان باتوں سے ضرور واقف ہوں گے۔" میں نے اپنی اداکاری جاری رکھی۔

میں نے ذرا سی دیر پہلے نک سے اسی روپ میں بات کی تھی اور اسے یہ بتا کر بے چین کر دیا تھا کہ ڈینی میرے قبضے میں آ چکا تھا لیکن میں نے سوبھراج سے ڈینی کے بارے میں کھل کر ایسی کوئی بات نہ کہنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ میں اسے پورا پروٹوکول دے رہا تھا اور صرف وہی کردار ادا کرنے کا خواہاں تھا جو ایس ٹی ایف کے سربراہ نے اول خان کے ذریعے مجھے تفویض کیا تھا۔ اگر سوبھراج مجھ سے یہ جاننے کی کوشش کرتا کہ آیا ڈینی میری تحویل میں ہے تو ثابت ہو جاتا کہ نک نے اسے میری اور اپنی گفتگو سے آگاہ کر دیا ہے۔ سوبھراج اس بارے میں خاموش رہتا تو یہ اندازہ قائم کیا جا سکتا تھا کہ نک نے سوبھراج کو اس معاملے میں الگ تھلگ رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ وہ ہر قیمت پر بلکہ سوبھراج کے سر کی قیمت پر بھی ڈینی کو حاصل کرنے کا خواہش مند تھا۔

"میں ہر بات جانتا ہوں۔" میرے فدویانہ لب و لہ

Downloaded from https://paksociety.com

سے ہمت پاکر سوبھراج برہمی کے اظہار پر مائل ہوگیا اور ترش لہجے میں بولا "مگر تم لوگوں کو مجھ سے کیا پرخاش ہوگئی ہے؟ تم مجھے اور میرے ملازموں کو کیوں ہراساں کررہے ہو؟"

"سر! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔" میں نے تحمل سے جواب دیا "میں اسی سلسلے میں ذاتی طور پر آپ سے مل کر اس غلط فہمی کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس سلسلے میں، میں نے پہلے راج محل فون کیا تھا۔ وہاں سے آپ کے پرسنل سیکریٹری، سنیل نے بتایا کہ آپ کسی کام سے بنکاک گئے ہوئے ہیں۔"

"یہ اطلاع مجھے مل چکی ہے۔" سوبھراج کا وہ جواب سن کر میں حیران رہ گیا۔ وہ کہہ رہا تھا "اس وقت تم مجھ سے بہت ادب کے ساتھ بات کررہے ہو لیکن سنیل کے ساتھ تمہارا لب ولہجہ بہت درشت اور تحکمانہ تھا۔ تمہارے فون سے وہ بے چارہ خوف زدہ ہوگیا ہے۔"

"ہم مجبور ہیں سر! ہر ایک کے ساتھ ہم نرمی سے پیش نہیں آسکتے۔ یہ معاملہ بہت اہم تھا۔ وہ آپ کا ملازم ہے۔ مجھے ٹالنا چاہ رہا تھا۔ اگر آپ چاہیں تو میں اس سے معذرت کرلوں گا۔ ہم لوگ غیر ضروری طور پر کسی کو ہراساں نہیں کرتے۔"

"معذرت کی ضرورت نہیں لیکن تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ بڑے لوگوں کے ذاتی ملازم بھی کم اہم نہیں ہوتے۔ تم کو میرا سیٹلائٹ فون نمبر کس نے دیا؟"

"سر! یہ ہمارے ریکارڈ پر موجود ہے۔" میں نے اسے ایس ٹی ایف کی کارکردگی سے مرعوب کرنے کی نیت سے کہا "اگر اب بھی ناگزیر ضرورت نہ ہوتی تو میں آپ سے اس نمبر پر رابطہ نہ کرتا۔ ہم ہر قیمت پر جلد از جلد آپ کی شکایت رفع کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اسلام آباد والوں کی بھی خواہش ہے۔"

"کل ایس ٹی ایف کا ایک آدمی کسی آوارہ اور مشکوک لڑکی کو لے کر راج محل میں آیا تھا۔" قدرے سکوت کے بعد سوبھراج کی طرف سے جواب آیا "میرے عملے نے پوچھ گچھ کے لیے اس لڑکی کو بہلا پھسلا کر روک لیا۔ لڑکی نے ڈرائیور کو واپس بھیج دیا۔"

"کیا وہ لڑکی اب بھی راج محل میں ہے؟" میں نے بے تابی کا اظہار کیا۔

"کیا بیہودہ سوال کررہے ہو۔ رات گئے میرے آدمیوں نے اسے دھکے دے کر باہر نکال دیا۔"

"تو کیا آپ کو اسی آوارہ لڑکی نے بتایا کہ وہ ایس ٹی ایف کے لیے کام کررہی ہے؟" میں نے معصومانہ لہجے میں پوچھا۔

"اسے کچھ معلوم نہیں تھا۔ اسے ایک رات کے لیے دو ہزار روپے میں خریدا گیا تھا۔ میرے آدمیوں نے گاڑی والے کا پیچھا کیا تھا۔ وہ راج محل سے سیدھا اسٹیشن فورگیا تھا۔ میں نے گاڑی کا نمبر ہوم سیکریٹری کو لکھوا دیا تھا۔ مجھ سے جرح کرنے کے بجائے گاڑی اور ڈرائیور کو تلاش کرو۔ تمہیں سب پتا چل جائے گا۔" اس کی آواز سے ناگواری مترشح تھی۔

"سر! وہ گاڑی تلاش کے باوجود نہیں ملی۔ ایکسائز ڈیپارٹمنٹ میں پچھلے سات برسوں سے اس کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ گمان ہے کہ وہ تباہ ہو کر کسی کباڑ خانے میں پہنچ چکی ہے۔ دوسری بات جو میں پوری ذمے داری سے کہہ سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ اسٹیشن فور سے کوئی آدمی راج محل کی طرف گیا نہ وہاں سے آیا۔ یہ کوئی سنگین غلط فہمی معلوم ہوتی ہے۔"

"تو کیا میرے آدمی جھوٹ بول رہے ہیں!" اس کی آواز بلند ہوگئی۔

"میں نے یہ نہیں کہا۔ میں غلط فہمی کا ذکر کررہا تھا۔" میں نے اپنا لہجہ نرم اور ملتجیانہ رکھا۔

"اس فون پر میں ان باتوں میں وقت برباد نہیں کرسکتا۔" وہ بپھر گیا "تم راج محل جاکر سنیل سے بات کرو۔ ہوسکتا ہے کہ تمہاری پہیلیاں اس کی سمجھ میں آسکیں۔ میں کسی وقت واپس آکر اس سے رپورٹ لے لوں گا۔ میں یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ ہماری پالی ہوئی ایجنسیاں ہمارے ہی چوروں پر دھول اڑانے لگیں۔"

اس کے ایک ایک لفظ سے غرور اور تکبر کی بو آرہی تھی۔ اس نے مجھے مزید کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر فون بند کردیا۔

"تک نے تمہارا پھینکا ہوا کانٹا نگل لیا ہے۔" بات ختم ہوتے ہی سلطان شاہ مسرت آمیز لہجے میں بولا۔

"اس وقت یہی دو کام ہوئے ہیں۔ اول خان کا دیا ہوا کام ہوگیا۔ اب میں سیدھا راج محل جاسکتا ہوں۔ سوبھراج نے مجھے وہاں جانے کی اجازت دے کر ایک مشکل آسان کردی ہے۔" میں نے کہا "دوسری طرف تک کی نیت سامنے آگئی۔ اس نے اس بار سوبھراج کو اعتماد میں نہیں لیا۔"

"دونوں اپنے کارڈز الگ الگ کھیلنے کے چکر میں ہیں۔" ویرا بولی "یہ ان کا گٹھ جوڑ ٹوٹنے کی پہلی کڑی ہے۔"

"حیرت کی بات یہ ہے کہ اس نے پیجیرو کے وا

Downloaded from https://paksociety.com

سرے سے ذکر نہیں کیا۔" غزالہ واقعی متحیر تھی۔

"اس بارے میں ڈینی سے اس کی کھلی کھلی باتیں ہو چکی ہیں۔ وہ سمجھ رہا ہوگا کہ دوسروں نے ابھی راج محل کے بارے میں زبان نہیں کھولی تو اسے بھی پہل نہیں کرنی چاہیے۔" ویرا نے اپنی رائے دی "کوئی بات کرے گا تو وہ اس کا جواب ضرور دے گا۔"

"ابھی اس پر ہاتھ نرم رہنا چاہیے تاکہ وہ پاکستان لوٹ آئے۔ ایک مرتبہ وہ یہاں لوٹ آیا تو اس سے نمٹنا آسان ہو جائے گا۔" سلطان شاہ بولا۔

"اب اس سے زیادہ نرم ہاتھ کیا ہو سکتا ہے کہ میں مسلسل اس کے سامنے بچھا جا رہا تھا۔ اپنے دل پر پتھر رکھ کر اسے سر کہہ رہا تھا۔" میں نے کہا۔

"میں یہی کہہ رہا تھا۔ تم نے بہت اچھا کیا اس کے ساتھ نرمی سے بات کی۔ اس وقت مصلحت کا یہی تقاضا تھا۔" وہ جلدی سے بولا۔

"ایس ٹی ایف کے پاس نے آپ کو سوبھراج سے ملنے کا اختیار دیا ہے مگر آپ کی باتوں سے یوں لگ رہا ہے جیسے آپ اس کی واپسی سے پہلے راج محل جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔" غزالہ نے دبے لہجے میں سوال کیا۔

"تم صحیح سمجھ رہی ہو۔" میں نے اپنے سر کو اثبات میں جنبش دیتے ہوئے کہا "میں نے اول خان سے پوچھ لیا تھا کہ کرنل داور ایس ٹی ایف کی کسی ہدایت یا مشورے کا پابند نہیں ہوگا۔ یہ میری اپنی مرضی اور صوابدید ہے کہ میں راج محل کب جاتا ہوں۔ مجھے سنیل سے ملنے کی اجازت دے کر سوبھراج بھی دام میں آگیا ہے۔ وہ کرنل داور پر کوئی الزام تراشی نہیں کر سکے گا۔"

"سوبھراج سے تمہاری گفتگو کچھ ادھوری اور تشنہ رہی۔" ویرا نے چند ثانیوں کے بعد جھجکتے ہوئے زبان کھولی۔

"میں خود بھی اس سے ہونے والی باتوں کو طول دینا چاہ رہا تھا مگر اس نے فون بند کر دیا۔ میں نے ڈینی کی حیثیت سے بات کر کے اسے بہت زیادہ ڈرا دیا تھا۔ اب اسے انتظار ہوگا کہ پولیس والے پیجرو کے واقعے کو کس زاویے سے دیکھتے ہیں۔ شاید وہ پیجرو کے معاملے پر اپنی زبان نہ کھولتا مگر میں اس سے کچھ اور اگلوا سکتا تھا۔"

"یہ بہت مشکل کام ہے۔ ابھی تک تم نے ڈینی اور کرنل داور کا دہرا کردار بہت خوبی سے نبھایا ہے۔ اس میں کسی بھی وقت گڑبڑ ہو سکتی ہے۔" ویرا نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

"مجھے ذہن پر زور دے کر یہ یاد رکھنا پڑ رہا ہے کہ میں نے اس سے کس روپ میں کیا کچھ کہا ہے۔ یہی مسئلہ نک ہاروے کے ساتھ درپیش تھا۔ اس الجھن سے نجات پانے کے لیے میں نے نک سے یہ کہہ ڈالا تھا کہ ڈینی اب کرنل داور کے قبضے میں ہے۔ یہ کہہ دینے کے بعد گڑبڑ ہونے کا خدشہ ختم ہو گیا ہے۔"

"تمہیں یہ بات سوبھراج سے بھی کہہ دینی چاہیے۔ تمہارا کام آسان ہو جائے گا۔" سلطان شاہ نے مشورہ دیا۔

"وہ ڈر جائے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا "دیکھنا ہے کہ نک میری کہی ہوئی بات کب تک اس سے چھپاتا ہے۔ جوں ہی مجھ سے کوئی گڑبڑ ہوئی، میں اسے بھی بتا دوں گا کہ اب ڈینی میرے قبضے میں آچکا ہے۔"

"مشکل یہ ہے کہ ڈینی کو سب کچھ معلوم ہے۔ وہ حشمت، کوبرا اور سوبھراج کی تکون کے راز سے واقف ہے۔ اسے نک اور سوبھراج کے مراسم کا بھی علم ہے لیکن بے چارہ کرنل داور اتنا زیادہ باخبر نہیں ہے اور اب تو اس کے سر پر ایک اور نئی ذمے داری آن پڑی ہے کہ اسے ایس ٹی ایف کے بارے میں سوبھراج کی شکایات دور کرنی ہیں۔" ویرا نے تمسخرانہ انداز میں تبصرہ کیا "دیکھنا ہے کہ یہ چکر کب تک چلتا ہے۔"

وہ تینوں اپنے روز مرہ معمولات میں مصروف ہو گئے تو مجھے تخلیے میں پورے حالات پر نظر ثانی کرنے کا موقع مل گیا۔

ٹام اور نک پاکستان میں سی آئی اے اور ایف بی آئی کے رہائشی افسران اعلیٰ تھے اور پس پردہ ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے۔ مجھے ان کی حرکتوں اور سازشوں کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو چکا تھا لیکن ہمارے پاس ان کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تھا۔ ثبوت حاصل کر لینے کے بعد بھی قانونی طور پر ان کا کچھ نہیں بگاڑا جا سکتا تھا کیونکہ ان دونوں کو سفارتی تحفظ حاصل تھا۔ ویانا کنونشن کی رو سے پاکستان ان مراعات کی پوری پابندی کرنے پر مجبور تھا۔

زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا تھا کہ حاصل کردہ ثبوتوں کے ساتھ ان کی باضابطہ تحریری شکایت کی جاتی اور ان کا تبادلہ ہو جاتا۔ دوسری اور زیادہ سخت کارروائی یہ ہو سکتی تھی کہ انہیں ناپسندیدہ شخصیات قرار دے کر ملک سے نکال دیا جاتا۔ ان دونوں صورتوں میں فائدے سے زیادہ نقصانات مضمر تھے اور شاید اسلام آباد میں بیٹھے ہوئے مقتدر افراد کسی بھی

Downloaded from https://paksociety.com

صورت میں ایسے اقدام اٹھا کر امریکی حکومت سے تعلقات بگاڑنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔

دوسری اور متبادل صورت بھی کم خطرناک نہیں تھی۔ امریکیوں نے کراچی اور اس کے مضافات میں اپنے بہت سے بہترین آدمی گنوائے تھے۔ ان سب کو ہم نے احتیاط' رازداری اور پھرتی کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ ان میں سے بیشتر افراد ایسے مشتبہ حالات میں مارے گئے تھے کہ امریکیوں کے لیے ان حالات کا جواز فراہم کرنا محال ہوگیا تھا۔ وہ طاقت کا دور تھا۔ جس کی لاٹھی' اس کی بھینس کے اصول پر عمل درآمد شروع ہوچکا تھا۔ اپنی تمام تر ندامت اور شرمندگی کے باوجود امریکیوں نے پاکستان کی سرزمین پر اپنے "معصوم شہریوں" کی خون ریزی پر اپنی شدید ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ ایک کمزور قوم کے حکمراں اکلوتی سپرپاور کی ناراضی برداشت کرنے کے متحمل نہیں ہوسکتے تھے۔

ہمارے ہاتھ نہیں روکے گئے لیکن ہمارے دوستوں کے ذریعے ہمیں یہ پیغام پہنچا دیا گیا تھا کہ قومی مفادات کا تحفظ کرتے ہوئے ہمیں اس بات کو ملحوظ رکھنا تھا کہ آئندہ کسی امریکی کا خون بہنے کی نوبت نہ آئے۔ دوسری طرف واشنگٹن اور ورجینیا میں موجود حکام نے پاکستان میں اپنے اہلکاروں کی کارکردگی پر گہری نظر رکھنی شروع کردی تھی۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ شاید مقررہ مدت میں اپنے اہداف حاصل نہ کرنے کی پاداش میں نک کا تبادلہ کیا جانے والا تھا۔

اس دو طرفہ خاموش مفاہمت کے بعد ہم اس سمت میں زیادہ ہاتھ پیر نہیں مار سکتے تھے۔ امریکی ایجنسیوں کی خفیہ سازشوں میں بس روڑے اٹکا سکتے تھے اور وہ کام بہت خوش اسلوبی سے چل رہا تھا۔

امریکیوں کے پالے ہوئے را کے بھارتی ایجنٹوں کا صفایا ہوچکا تھا۔ ان کے بلائے ہوئے بلیک کیٹس کی جوڑی کا سرکچل دیا گیا تھا۔ سیتا کانت' غزالہ کے ہاتھوں بے بسی کی موت ماری گئی تھی۔ گوپال کو ایس ٹی ایف نے اچھی طرح نچوڑنے کے بعد آئی بی .... کے حوالے کردیا تھا۔ ان دونوں کی سرپرستی کا ذمہ سوبھراج نے کوبرا کے روپ میں اٹھایا ہوا تھا۔ کوبرا کا دہرا کردار تھا۔ ایک طرف وہ بھارتی ایجنٹوں کا مددگار اور سرغنہ تھا تو دوسری طرف وہ پاکستان میں امریکی ایجنسیوں کے نیٹ ورک کا فعال سربراہ تھا۔

نک اور ٹام کو بین الاقوامی مراعات میسر تھیں تو سوبھراج اپنے سیاسی جوڑ توڑ کی بنا پر ملکی سطح پر شجر ممنوعہ بنا ہوا تھا۔ اس غدار کو نہ جانے کب تک وہ درجہ حاصل رہتا۔ یہ ویرا کے ایک عاجلانہ فیصلے کا کمال تھا کہ یکایک اس کا شیرازہ بکھرنا شروع ہوگیا تھا۔ وہ امریکیوں کا پروردہ تھا۔ اپنے آقاؤں کے اشارے پر اسے تھائی لینڈ سمیت دنیا کے بہتیرے ملک سیاسی پناہ دے سکتے تھے مگر میرا اندازہ تھا کہ سوبھراج نے اپنے برے وقت کے بارے میں کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔ اس کی ساری جڑیں پاکستان میں تھیں۔ جلد یا بدیر اسے پاکستان واپس آنا تھا۔ اس کی جلد واپسی ہمارے اور ملک کے مفاد میں تھی۔ اس کا معاملہ تازہ تھا۔ اخبارات میں اس کے خلاف کچھ گند اچھالا گیا تھا۔ ان حالات میں اسے آسانی سے دبوچا جاسکتا تھا۔ کچھ وقت گزر جاتا تو حافظہ کمزور ہونے کی بنا پر لوگ ان باتوں کو بھول جاتے اور اسے پکڑنے کی صورت میں رائے عامہ بگڑ سکتی تھی۔

میں نے ڈیڈی کے روپ میں بات کرکے اسے ڈرایا تھا' کرنل داور بن کر بہلایا تھا۔ اس کے اسٹاف سے ملنے کے بعد اس کے مستقبل کے منصوبے کے بارے میں مزید کچھ نہ کچھ معلوم ہوسکتا تھا۔ راج محل کے عملے سے ملاقات کے لیے راہ ہموار ہوچکی تھی مگر میں اول خان کے تعاون سے' وہاں طاقت اور اختیار کی ایک علامت بن کر جانا چاہتا تھا۔

میں نے اسٹیشن فورفون کیا تو اول خان وہاں موجود تھا۔ اس کی آواز مرجھائی ہوئی تھی۔

مجھے اس کی ذہنی کیفیت کا اندازہ تھا۔ وہ اپنے فرائضِ منصبی کے بارے میں اپنے باس کو جواب دہ ضرور تھا لیکن کسی کا ذاتی ملازم نہیں تھا۔ تمام تر قانونی آزادیاں حاصل ہونے کے باوجود وہ ایک لگے بندھے دائرے میں کام کرتا تھا اور جس کے ستاروں کی گردش اسے اس دائرے میں کھینچ لاتی تھی' وہ پوری بے خوفی سے اس کا سرکچل دینے پر تل جاتا تھا۔

فرض شناسی اور جاں فشانی کے ساتھ کام کرنے کے باوجود ہونے والی غیر ضروری باز پرس نے بدستور اس کی طبیعت کو مکدر کیا ہوا تھا۔ اس کی مزاج پرسی کے بعد میں خاصی دیر تک اس کی دل جوئی کرتا رہا۔ جب اس کا موڈ کچھ بحال ہوا تو میں نے سوبھراج کے راج محل کی بات چھیڑ دی۔

میرے ارادے سے آگاہ ہوتے ہی وہ چونک پڑا۔ اسے حیرت تھی کہ مجھے بیٹھے بٹھائے راج محل جانے کا خیال کیوں آگیا۔

غلطی میری تھی میں نے اسے بتایا کہ میں نے کرنل داور بن کر سنیل' نک اور سوبھراج سے کیا گفتگو کی تھی۔ ان تینوں

Downloaded from https://paksociety.com

سے ہونے والی باتوں کی تفصیل سن کر وہ خوش ہو گیا کہ میں نے اس سے اشارہ ملتے ہی صحیح سمت میں اپنا کام شروع کر دیا تھا۔

پس منظر سے واقف ہونے کے بعد وہ میرا ہم خیال ہو گیا کہ مجھے وقت ضائع کیے بغیر راج محل جانا چاہیے۔

"ابھی تک میرے ذہن میں ارجن کمار والی الجھن موجود ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ نک کی ہدایت پر سوبھراج نے اپنے کسی آدمی کے ذریعے مروایا ہو گا لیکن قاتل کا نام ابھی تک پردے میں ہے۔ میری خواہش ہے کہ میں ارجن کے پھرتیلے قاتل کی رونمائی کر سکوں جو بھرے ہوٹل میں ارجن کے کمرے میں گھسا اور اسے مار کر دندناتا ہوا وہاں سے نکل کر فرار ہو گیا۔" میں نے اسے بتایا۔

"اس پر اپنا سر کیوں کھپا رہے ہو۔ وہ اب قصہ پارینہ ہو چکا ہے۔ اب تو اس کی ہڈیوں کی راکھ بھی شمشان کے ویرانے میں بکھر چکی ہو گی۔ اس کے قاتل سے تمہیں کیا لینا ہے۔"

"ابھی تک وہی ایک قتل براہِ راست سوبھراج کے کھاتے میں آیا ہے۔ قاتل ہاتھ آ گیا تو سوبھراج کی گردن پھنس جائے گی۔"

"تو کیا تم اس کی باضابطہ گرفتاری کا کوئی پلان بنا رہے ہو؟" اول خان نے بے ساختہ پوچھا۔

"وہ بہت چالاک ہے دوسری طرف اس کی گردن تک رسائی مشکل نظر آ رہی ہے۔" میں نے کہا "ہمیں دونوں صورتوں کے لیے اپنا ہوم ورک مکمل رکھنا چاہیے۔ ہم نے اس پر کوئی اوچھا وار کیا تو ہم ہمیشہ کے لیے اسے کھو دیں گے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو!" اول خان کی پر خیال آواز ابھری "ابھی تک وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا ہے۔ اسے اپنے بچاؤ کے سارے راستے بند نظر آئے تو پھر وہ اپنی دولت یا جائداد کی پروا نہیں کرے گا۔ رسیاں تڑا کر' جدھر منہ اٹھے گا بھاگ نکلے گا۔"

"تم میری پوری بات سمجھ گئے۔ اس خبیث سے صرف ایک ہی خون آشام تصادم ہو گا۔ اس میں ہمیں اس کو زندہ یا مردہ پکڑنا ہو گا۔ وہ مارا گیا تو سارا فتنہ وہیں ختم ہو جائے گا۔ احتجاج سے مردے زندہ نہیں ہوا کرتے۔ اس کے حامی کچھ دنوں کی اچھل کود کے بعد تھک ہار کر بیٹھ جائیں گے۔ وہ زندہ پکڑا گیا تو ہمیں اس کے خلاف مضبوط شہادتوں کی ضرورت ہو گی۔ ان کے بغیر اسے زیادہ دنوں تک بند رکھنا بہت مشکل ہو گا۔"

"تمہارا خیال ہے کہ ارجن کا قاتل سوبھراج کا کوئی ملازم ہے جو اب بھی راج محل میں موجود ہے۔" اس نے تائید طلب لہجے میں کہا۔

"مجھے اس کے سوا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔"

"وہ کرایے کے کسی آدمی سے بھی یہ کام لے سکتا تھا۔" اول خان نے امکان ظاہر کیا۔

"ناممکن! اس کے پاس بالکل وقت نہیں تھا۔ تم بھول رہے ہو کہ نک سے میری بات ختم ہوتے ہی تم نے اپنے آدمی کو ہوٹل کی طرف دوڑایا تھا کیونکہ ہمیں وہاں پہنچنے میں دیر ہو سکتی تھی۔ وہ آدمی ہوٹل پہنچا تو ارجن مارا جا چکا تھا۔"

"مجھے سب یاد ہے۔ تمہارے مفروضے ہمیشہ بہت جان دار ثابت ہوتے ہیں پھر تم کب راج محل جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"تم بندوبست کرو تو میں آج بلکہ اسی وقت وہاں چلا جاؤں گا۔" میں نے کہا پھر فوراً تصحیح کی "میں ایک گھنٹے بعد نک سے بات کر کے بالکل فارغ ہو جاؤں گا۔"

"اسٹرائیک یونٹ کی گاڑی کہاں بھجوا دوں؟"

"کہیں بھجوانے کی ضرورت نہیں۔ یہاں تماشا بن جائے گا۔ تم ان کو راج محل کی طرف روانہ کر کے مجھے بتا دو۔ میں سڑک کے کنارے کھڑا ہو کر ان کا انتظار کروں گا۔ وہ مجھے راستے سے لیتے ہوئے آگے نکل جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے میں بندوبست کر کے دس منٹ میں تمہیں فون کرتا ہوں' وہ ایک گھنٹے بعد راستے سے تمہیں لے لیں گے۔"

"ہاں' ایک کام ضرور کر لینا" میں نے بات ختم کرنے سے پہلے کہا "یہ اہم کام ہے۔ اخبارات میں جو کچھ آ گیا' بات وہیں تک محدود رہنی چاہیے۔ کہانی کو مزید پھیلانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"یہ بہت بڑی خبر ہے' اخباروں میں دس پانچ دنوں تک تو چلتی رہے گی۔"

"ضرور چلے مگر کہانی اسی مواد تک محدود رہنی چاہیے جو آج کے اخبار میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں کسی نئی بات کا اضافہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"سب نے اپنی اپنی کہانیاں چھاپی ہیں۔ میں صرف اپنے آدمی کو ہدایت دے سکتا ہوں کہ وہ مزید حاشیہ آرائی سے گریز کرے۔"

"میں بھی صرف اسی کی بات کر رہا ہوں' دوسروں کو ہم

Downloaded from https://paksociety.com

نہیں روک سکتے۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ دوسرے اخباری رپورٹر اندر کی کہانیوں تک رسائی حاصل نہیں کرسکتے۔ وہ جو کچھ لکھیں گے، میز کرسی پر بیٹھ کر اپنے تخیل کے سہارے لکھیں گے۔"

سوبھراج کو واپسی پر آمادہ کرنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ ابتدائی خبر سازی کے بعد مزید باریکیوں میں جانے سے عارضی طور پر گریز کیا جائے۔ سوبھراج کو دھمکانے کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ اول خان کے آدمی نے اپنے اخبار میں اس واردات کو گینگ وار قرار دے دیا تھا۔

ایک گھنٹا پورا ہوجانے کے بعد میں نے دوبارہ نک کے دفتر فون کیا تو اس کی طرف سے فوری طور پر جواب مل گیا۔

"نک! تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" میں نے اس کی آواز سنتے ہی گمبھیر لہجے میں سوال کیا۔

"یہ بہت بڑا مسئلہ ہے، تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔ فیصلہ کرنے کے لیے مجھے مزید وقت درکار ہوگا۔"

"تم جتنا وقت چاہو لے سکتے ہو۔ یہ یاد رکھنا کہ سوبھراج کے خلاف ہمارا کام جاری رہے گا۔ اگر اس کا قصہ ہم نے اپنے طور پر نمٹالیا تو تم ڈینی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ اس وقت تمہارے لیے یہ سودا سستا ہے تم آسانی کے ساتھ اسے طے کرسکتے ہو۔"

"سوبھراج کل رات پاکستان سے باہر چلا گیا ہے۔ مجھے اس کی واپسی کا انتظار کرنا ہوگا۔"

"چلا گیا ہے تو کیا ہوا۔ وہ ہر وقت تمہاری دسترس میں ہے۔ سیٹلائٹ فون پر اس سے بات کرلو۔"

"اوہ... تمہیں کس نے بتایا کہ اس کے پاس سیٹلائٹ فون ہے؟" اس کا وہ سوال بالکل بے ساختہ تھا۔

"یہ سیدھی سی دو اور دو چار والی بات ہے۔ تم نے مجھے نمبر نہیں دیا تھا لیکن یہ بتایا تھا کہ نقاب پوش کوبرا کے پاس سیٹلائٹ فون ہے جس پر میں اپنی مرضی کے مطابق کسی بھی وقت اس سے رابطہ قائم کرسکوں گا۔ وہ بات آگے نہیں بڑھ سکی۔ تم نے ارجن کو مروادیا۔ اب ڈینی نے اُگلا ہے کہ سوبھراج ہی کوبرا بنا ہوا تھا تو بات صاف ہوگئی کہ سوبھراج نے اپنی خفیہ مصروفیات کے لیے اپنے پاس غیر قانونی سیٹلائٹ فون بھی رکھا ہوا ہے۔"

"تم شرلک ہومز بننے کی کوشش کررہے ہو۔ کرسی پر بیٹھ کر سارے اندازے لگالیتے ہو" اس کی جلی کٹی، غراتی ہوئی آواز آئی "مفروضوں میں الجھنے کے بجائے حقائق پر نظر رکھا کرو۔ بیس لاکھ ڈالر کا انعام بہت بڑا ہوتا ہے۔"

"میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ کوئی فیصلہ کرنے کے لیے تمہیں سوبھراج سے مشورے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ اپنی رضاکارانہ موت یا قید کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوگا۔"

"مجھے یہ بنیادی سبق پڑھانے کی کوشش مت کرو۔ مجھے اس کے کسی مشورے کی ضرورت نہیں۔ مجھے اس کی واپسی کا انتظار ہے۔ وہ یہاں ہوگا تو اس کے بارے میں کچھ سوچا جاسکے گا۔"

"ایف بی آئی کے ایجنٹوں کا جال پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ تم اسے تھائی لینڈ میں بھی مروا سکتے ہو" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"بڑھ چڑھ کر باتیں مت کرو۔ ہم اپنے مسائل کو سمجھتے ہیں۔ تم انتظار کرسکتے ہو تو کرو ورنہ ڈینی کو تل کر کھانے کی تیاری کرلو" اس کا لہجہ درشت ہوگیا "میرے لیے اتنا بھی کافی ہے کہ ڈینی کی آزادی سلب ہوچکی ہے اور اب وہ میدان میں نہیں ہے۔"

"اس بھول میں نہ رہنا کہ ڈینی لمبی مدت تک میرا قیدی رہے گا" میں نے اسے متنبہ کیا "میں تمہیں پہلے بتاچکا ہوں کہ میں ڈینی کا جانی دشمن نہیں ہوں۔ اس کی آزاد روی اور من مانیوں کو سختی سے ناپسند کرتا ہوں۔ اس کے لیے وہ سبق کافی ہونا چاہیے جو میں اب تک اسے دے چکا ہوں۔ جب اس کا دماغ ٹھکانے پر آجائے گا تو میں اسے رہا کردوں گا۔"

"اس وقت وہ ہر ایک سے باغی ہوچکا ہوگا۔ رہائی پاتے ہی ایس ٹی ایف کے خلاف اٹھ کھڑا ہوگا اور کسی وقت کتے کی موت مارا جائے گا" اس کی آواز تحقیر آمیز تھی۔

"یہ تمہاری دوسری بڑی بھول ہے۔ ڈینی ایس ٹی ایف کا نہیں، میرا ذاتی قیدی ہے" میں نے اس کی جھنجلاہٹ سے محظوظ ہوتے ہوئے ایک بالکل نئی کہانی چھیڑ دی "اس بے چارے کو یہ بھی نہیں معلوم کہ نقاب کے پیچھے کرنل داور کا چہرہ ہے۔ کافی دیر تک وہ مجھے کوبرا کا ساتھی سمجھتا رہا۔ جب میں نے کوبرا کے بارے میں سوالات شروع کیے تو اسے پتا چلا کہ میں کوئی اور ہوں۔ رہا ہونے تک اس کے فرشتوں کو بھی ہوا نہیں لگ سکے گی کہ وہ کس کا قیدی ہے۔ آزادی حاصل کرنے کے بعد وہ دوبارہ میرے اور ایس ٹی ایف کے ساتھ مل کر کام کرنا شروع کردے گا۔"

"تم پکے حرامی اور گندے سور ہو" وہ تفصیل سن کر تک کی کھوپڑی پچ گئی اور وہ بدکلامی پر اتر آیا "تمہاری کسی بات کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ اب مجھے یہ بھروسا بھی نہیں رہا کہ تم سوبھراج کو راستے سے ہٹوانے کے بعد اپنے وعدے کے

Downloaded from https://paksociety.com

مطابق ذہنی کو میرے ہاتھ بیچ دو گے۔"

"تک اپنی زبان کو لگام دو" میں نے سرد آواز میں غراتے ہوئے کہا "میں تم سے زیادہ گندی اور ثقیل گالیاں دے سکتا ہوں۔ یہ گالیاں تمہاری کمزوری اور جھنجلاہٹ کی غماز ہیں۔ میری ہر بات میں ایک تسلسل رہا ہے۔ غلطی تمہاری ہے جو تم ادھوری بات سن کر اپنی رائے قائم کر لیتے ہو۔"

وہ اضطراری اشتعال کے نتیجے میں اچانک بپھر گیا تھا لیکن میری تادیب سنتے ہی سنبھل گیا اور معذرت خواہانہ لہجے میں بولا "کرنل! میں اپنے سخت الفاظ پر معافی چاہتا ہوں۔ دراصل جب سے میں نے تمہارے ساتھ کچھ ذاتی نوعیت کی گفتگو کا ڈول ڈالا ہے' تم میرے ساتھ مسلسل ہیرا پھیری کر رہے ہو۔ تمہاری ان قلابازیوں کی وجہ سے مجھے ارجن جیسے اہم اور قابل اعتماد ساتھی سے ہاتھ دھونے پڑے۔ اب میں مزید کسی نقصان کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ تم مجھے کھل کر بتاؤ کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"تم کھلی کھلی بات دوبارہ سننا چاہتے ہو تو یوں ہی سہی... سوبھراج کو بنکاک میں مروا دو۔"

"یہ ناممکن ہے!" اس نے میری بات درمیان سے اڑا دی "میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں۔"

"میں بھی سب کچھ بتا چکا ہوں۔ تمہارے اصرار پر میں نے ایک ابتدائی بات دہرائی تھی" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"بہرحال! جو ہوا وہ ہو گیا۔ یہ یاد رکھنا کہ میں تمہاری طرف سے اچھی خبر سننے کے لیے ہمیشہ منتظر رہوں گا" ایک گہرے سانس کی آواز کے ساتھ وہ بولا۔

"اگر تم سننے کے موڈ میں ہو تو میں تمہیں ایک بہت دلچسپ اور چونکا دینے والی اطلاع بھی فراہم کر سکتا ہوں" میں نے اس کی بات کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کیے بغیر کہا۔

"وہ کیا ہے؟" تک کی آواز میں بے ساختگی تھی۔

"تم اب تک سوبھراج پر آنکھیں بند کر کے اعتبار کرتے آئے ہو لیکن وہ تم پر اندھا اعتماد نہیں کرتا۔ بہت سی باتیں تم سے پوشیدہ رکھتا ہے" میں نے سوچے سمجھے انداز میں تیر چلایا۔ اس وقت میں ان دونوں کے درمیان اختلاف کی خلیج بڑھانے کا کوئی موقع ضائع کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"تم بلاوجہ مجھے اس کی طرف سے بدگمان کرنے کی کوشش کر رہے ہو" اس کی آواز اشتباہ آمیز تھی۔

"میں بے بنیاد باتوں پر یقین نہیں رکھتا۔ یہی وجہ ہے کہ تم آج بھی اپنی کسی فیڈرل ایجنسی کے لیے میری خدمات حاصل کرنے کے خواہاں ہو۔"

"میں بھی اسی اچھی خبر کا ذکر کر رہا تھا۔ میں اب تک کی ساری تلخیوں کو فراموش کر کے تمہیں امریکا لے جانے کے لیے تیار ہوں۔"

"اس بارے میں تم میرا جواب سن چکے ہو۔ اس پیشکش کو بار بار دہرا کر اپنی بات ضائع مت کرو۔"

"میں تمہارے ذہن کو بہت اچھی طرح پڑھ چکا ہوں۔ تم پورے خلوص سے اپنے ملک اور اپنی ایجنسی کے لیے کام کر رہے ہو لیکن اپنے حالات کار سے مطمئن نہیں ہو۔ کبھی کبھی تمہارے ذہن میں بغاوت کے جراثیم پرورش پانے لگتے ہیں۔ جس دن یہ قوی ہو گئے' تم بھاگ نکلو گے۔ اس وقت میں تمہیں خوش آمدید کہوں گا۔ ہمارے ایجنٹوں کو امریکا تو کیا دنیا بھر میں ایسے ایسے تحفظات حاصل ہیں جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

وہ عجیب ذہنی ساخت کا مالک تھا۔ ذرا سی دیر پہلے مجھے گالیاں دے رہا تھا اور اس وقت مجھے ایک بار پھر اپنے لیے کام کرنے پر اکسا رہا تھا۔ میں نے اس کے ذہنی اضطراب پر دل ہی دل میں ہنستے ہوئے نرم لہجے میں کہا "امید پر دنیا قائم ہے۔ میں تم کو پرامید رہنے سے نہیں روک سکتا۔ مگر میں تم کو یہ ضرور بتا دوں کہ امریکا کے تحفظات پر میں اپنے وطن کی بے توقیری کو ترجیح دیتا ہوں۔ میرا مرنا اور جینا میری اپنی مٹی کے لیے ہو گا۔ میں کرائے کا ٹٹو بننا کبھی پسند نہیں کروں گا۔"

"اس وقت شاید یہ بات موزوں نہیں تھی... یہ بتاؤ کہ تم سوبھراج کے بارے میں کیا خبر سنا رہے تھے؟" اسے بھولی ہوئی بات یاد آ گئی۔

"تم نے آج کے اخبار میں گارڈن روڈ پر ایک پجیرو

انتباہ

سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی ہر تحریر کے حقوق طبع و نقل بحق ادارہ محفوظ ہیں۔ کسی بھی فرد یا ادارے کے لیے اس کے کسی بھی حصے کی اشاعت یا کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ بصورتِ دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہے۔

تمام اشتہارات نیک نیتی کی بنیاد پر شائع کیے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ادارہ کسی بھی طرح ذمے دار نہ ہو گا۔

Downloaded from https://paksociety.com

سے برآمد ہونے والی لاش کے بارے میں خبر ضرور دیکھی ہوگی" میں نے اس سے تصدیق چاہی۔ مجھے اندازہ تھا کہ اس نے انگریزی اخبار دیکھا ہوگا جس میں اس واقعے کی صرف خبر چھپی تھی۔ اس کے ساتھ کوئی رائے زنی نہیں کی گئی تھی۔ اول خان نے اپنے معتمد رپورٹر کو جو مواد فراہم کیا تھا وہ شہر کے ایک بڑے اردو اخبار کی زینت بنا تھا۔ دوسرے اخبارات میں اس کا کوئی ذکر نہیں تھا۔

"اس میں لاش کے ساتھ ایک بے ہوش آدمی بھی تھا۔ وہاں فائرنگ کا بھاری تبادلہ ہوا تھا" نک نے اپنی معلومات کا اظہار کیا۔

"بالکل.... تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ کل سوبھراج نے ویرا کو پکڑ لیا تھا۔"

"تو!" اس نے میری بات پوری ہونے سے پہلے احتجاجی آواز میں کہا "وہ اتنی بڑی خبر نہیں چھپا سکتا تھا۔"

"میں یہی بتا رہا ہوں کہ اس نے کسی کو اس بات کی ہوا بھی نہیں لگنے دی۔ ویرا کئی گھنٹوں تک راج محل میں قید رہی۔ رات کو سوبھراج کے چار آدمی اسے ٹیکیرو میں نکال کر کہیں اور لے جا رہے تھے کہ گارڈن روڈ پر ڈرامائی واقعات پیش آتے چلے گئے۔ ویرا بچ کر نکل گئی اور سوبھراج ہاتھ ملتا رہ گیا۔"

"اور سوبھراج کے باقی دو آدمی کہاں گئے؟" نک کی آواز سے بے اعتباری مترشح تھی۔

"وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ نکلے۔ یہ بات مجھے ڈینی نے خود بتائی ہے۔ وہ وہاں خود موجود تھا۔ علاقے میں خوف و ہراس پھیلانے کے لیے اس نے دھواں دھار ہوائی فائرنگ کی تھی۔"

"تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ ڈینی نے حملہ کر کے ویرا کو چھڑایا تھا؟"

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن یہ بات طے ہے کہ اس وقت ڈینی اپنے کئی دوستوں کے ساتھ ٹیکیرو کا پیچھا کر رہا تھا۔ اس نے باہر سے حملہ کیا یا ویرا نے اندر سے کسی کارروائی کا آغاز کیا۔ اس کا نتیجہ خبر کی صورت میں آج کے اخبارات میں موجود ہے۔"

"ویرا اور ڈینی کے بارے میں وہ اتنا بڑا رسک نہیں لے سکتا تھا" نک کی پرخیال آواز بڑبڑاہٹ سے مشابہ تھی۔ "مجھے اس کہانی پر یقین نہیں آ رہا۔"

"تم اپنے طور پر اس کی تصدیق کر لینا۔ اسے تمہارے مفاد سے زیادہ اپنا مفاد عزیز تھا۔ وہ ویرا کو یرغمال بنا کر ڈینی کو بلیک میل کرنا چاہتا تھا کیونکہ ڈینی اس کے کئی رازوں سے واقف ہو چکا تھا اس کی زبان بند رکھنے کے لیے ویرا کا سوبھراج کی تحویل میں رہنا ضروری تھا۔"

"میں تصدیق کیے بغیر ان باتوں پر اعتبار نہیں کر سکتا۔ ڈینی تمہاری قید میں تھا تو اس نے ویرا کی رہائی کی مہم میں کیسے حصہ لے لیا؟"

"تم بلاوجہ الجھ رہے ہو۔ یہ کل رات کا واقعہ ہے۔ ڈینی کو میں نے آج صبح سویرے پکڑا تھا۔ تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ ویرا کے فرار اور اپنے آدمیوں کے انجام سے خوف زدہ ہو کر سوبھراج اچانک یہاں سے فرار ہوا ہے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے چار بہترین آدمی ویرا کو قابو میں رکھنے میں ناکام رہیں گے۔"

"تم نے اچھا کیا کہ یہ سب بتا دیا۔ مجھے اپنے ذرائع سے تھوڑی دیر میں حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ اگر تم سچے ہو تو سوبھراج نے کھلی نافرمانی کی ہے۔ اسے دیکھ لیا جائے گا۔"

"میں تمہاری یہی مدد کر سکتا ہوں کہ تمہاری آستین میں پلنے والوں کی نشان دہی کر دوں۔ تم سے کبھی کبھی بات کر لینے میں ہم دونوں ہی کا فائدہ ہے۔ سارے اختلافات کے باوجود ہمارے ایک خاموش ہم آہنگی فروغ پا رہی ہے۔"

"ہمارے درمیان بہت سی باتیں ہو چکی ہیں۔ جب جی چاہتا ہے، تم مجھے فون کر لیتے ہو اور میں پرانی تلخیوں کو بھلا کر تم سے بات کر لیتا ہوں مگر تمہاری بے اعتمادی کا یہ عالم ہے کہ تم نے آج تک مجھے اپنا کوئی فون نمبر نہیں دیا۔ میرے پاس تمہارا کوئی نمبر ہونا چاہیے تاکہ میں کسی ایمرجنسی میں تم سے رابطہ قائم کر سکوں" اس نے لمبا چوڑا شکوہ کیا۔

میں نے بس لمحہ بھر کے لیے سوچا پھر اسے اپنا موبائل نمبر لکھوا دیا۔ وہ کنکشن میرے نام پر نہیں تھا۔ کنکشن سمیت وہ فون اول خان نے مجھے دیا تھا۔ نک چھان بین کرتا تو یہ جان کر اس کی تسلی ہو جاتی کہ فون اول خان کے نام پر تھا۔ وہ ایس ٹی ایف کے مقامی یونٹ کا کمانڈر تھا۔ یوں فون کے ذریعے میری کوئی شناخت ظاہر ہونے کا امکان نہیں تھا۔

"ہمارے درمیان باتیں ضرور ہوئی ہیں" میں نے فون نمبر بتانے کے بعد کہا "لیکن ہمارے درمیان دوستانہ فضا کبھی استوار نہیں ہو سکی۔ ابھی ایک منٹ پہلے تم مجھے گندی گندی گالیاں دے رہے تھے۔ ایسے حالات میں باہمی اعتماد کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔ بس تھوڑی بہت ہم آہنگی کے سہارے یہ

Downloaded from https://paksociety.com

سلسلہ چل رہا ہے۔"

"گالیوں پر میں کھلے دل سے معذرت کرچکا ہوں' اب ان کا حوالہ نہ دو۔"

"میری تجویز پر غور کرکے جواب ضرور دے دینا۔ اب میں تمہاری کال کا منتظر رہوں گا۔"

وہ سوبھراج کے سلسلے میں تذبذب کا شکار تھا۔ شاید اسے کسی فیصلے پر پہنچنے سے پہلے اپنے کسی بڑے کے مشورے کی ضرورت تھی جس کے لیے وقت درکار تھا۔ میں نے اس سے بات ختم کرکے گھر سے روانگی کے لیے تیاری شروع کردی۔

❂✲❂

اسٹرائیک یونٹ کی وہ گاڑی زیادہ بڑی نہیں تھی۔ اس میں چار اور زیادہ سے زیادہ پانچ آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ میں اگلی نشست پر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ میرے پیچھے والی سیٹ پر بقیہ تینوں آدمی براجمان تھے۔ نشستوں کا وہ حساب کسی عام کار جیسا ہی تھا مگر وہ بھاری' بکتر بند گاڑی اپنی ساخت میں کافی اونچی اور ہیبت ناک تھی۔

راج محل کا محل وقوع میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ پچھلی رات میں نے سلطان شاہ اور اول خان کے ساتھ اس عمارت کی نگرانی کرتے ہوئے' ویرا کو وہاں سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔

راج محل کا پھاٹک بہت زیادہ اونچا نہیں تو اونچا ضرور تھا۔ عام طور پر باہر سے اندر کا منظر دیکھنا ممکن نہیں تھا لیکن ہماری بکتر گاڑی پھاٹک کے قریب جاکر رکی تو ہمیں اپنی نشستوں کی بلندی سے اندر کا منظر صاف نظر آرہا تھا۔ وہاں پورچ میں اس وقت بھی کئی قیمتی اور نئی گاڑیاں موجود تھیں۔

بکتر بند گاڑی کے طاقت ور ڈیزل انجن کی بندھی ہوئی' غراتی ہوئی آواز اتنی نمایاں تھی کہ کرخت ہارن بجانے سے پہلے ہی اس عمارت کا باوردی محافظ دروازے سے باہر آگیا۔

"دروازہ کھولو!" ڈرائیور نے اپنی طرف کی آہنی کھڑکی میں بنے ہوئے فائرنگ ہول کے قریب چیخ کر حکم دیا۔

گاڑی کی ہیبت کیا کم تھی کہ ڈرائیور کی آواز نے اس میں مزید اضافہ کردیا۔ دربان کے اوسان خطا ہوگئے۔ وہ پوچھ گچھ کے روایتی تکلفات کو بھول بھال کر بوکھلائے ہوئے انداز میں اندر داخل ہوا۔ دروازہ بند کیا اور بیک وقت دونوں پھاٹک چوپٹ کھول دیے۔

ڈرائیور نے گاڑی تیزی سے آگے بڑھائی اور پورچ سے پہلے ہی بریک لگاکر روک دی۔ بکتر بند کے چاروں آہنی دروازے بیک وقت کھلے اور پانچوں کود کر نیچے اتر گئے۔ ایس ٹی ایف کے چاروں آدمی اپنی ہلکی اور خودکار رائفلوں سے لیس تھے' میں خالی ہاتھ تھا۔

راج محل کے مکینوں کے لیے وہ منظر نیا تھا۔ وہاں چند سادہ پوش ملازمین کے ساتھ تین باوردی سپاہی بھی نظر آرہے تھے۔ شاید ویرا کے فرار کے بعد انہیں باقاعدہ ڈیوٹی پر موجود رہنے کا پابند کردیا گیا تھا۔ وہ سب افراتفری اور بدحواسی کا شکار نظر آرہے تھے۔ بکتر بند کے اندر داخل ہونے کے بعد دربان نے پھاٹک دوبارہ بند کردیے تھے۔ شاید وہ نہیں چاہتا تھا کہ باہر سے گزرنے والے راج محل کی حدود میں رونما ہونے والی اس صورتِ حال سے آگاہ ہوسکیں۔

اس ہیجان کے عالم میں شاید کسی نے انٹرکام پر اندر بھی کچھ پراسرار اور بن بلائے مہمانوں کی آمد کی اطلاع دے دی تھی۔ اندر سے ایک صحت مند نوجوان' قمیص پتلون پہنے تیزی سے برآمد ہوا اور کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح تیزی سے ہماری طرف آیا۔

گاڑی سے اترنے کے بعد ہم چاروں پختہ فرش پر' اپنی

ضروری گزارش

ای میل اور فیکس کی سہولیات مختصر پیغامات اور تبصروں کے لئے جملہ قارئین کے لئے حاضر ہیں۔ بعض قارئین طویل خطوط، کوپن والے اشعار و سوالات ڈاک سے بھیجنے کے بجائے ان ہی ذرائع سے بھیج دیتے ہیں۔ ٹرانس مشن اور اسکینگ (SCANNING) کی بعض فنی وجوہ کی بنا پر بسا اوقات یہ متن پوری جزئیات کے ساتھ موصول نہیں ہوتا اور ضائع ہوجاتا ہے۔ ازراہِ کرم اپنی تخلیقات اور اشعار و سوالات اصل کوپن کے ساتھ صرف ڈاک سے ارسال کریں تاکہ یہ ضائع نہ ہوں۔ ای میل پر تبصروں وغیرہ کے آخر میں اپنے نام کے ساتھ از راہِ کرم اپنے شہر اور ملک کا نام ضرور لکھیں۔

نوٹ:- غیر ملکی قارئین کے خطوط ہم تک بروقت نہیں پہنچ پاتے، لہٰذا غیر ممالک میں بسنے والے تمام قارئین کے لئے ای میل اور فیکس کی سہولت بدستور برقرار ہے.....(ادارہ)

Downloaded from https://paksociety.com

گاڑی کے سامنے یک جا ہو چکے تھے۔ میری مستفسرانہ نگاہیں کسی موزوں آدمی کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں۔ نوجوان کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھ کر میں نے اپنی ساری توجہ اسی پر مرکوز کردی۔

اس نے آتے ہی دور سے جھک کر ہم سب کو ادب سے سلام کیا۔ میں نے اس کے سلام کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا' میرے ذہن کے کسی گوشے میں یہ بات اٹکی ہوئی تھی کہ سلام کرنا ایک اسلامی روایت تھی اور غیر مسلموں کے سلام کا جواب نہ دینا بہتر تھا۔

"سر! میرا نام سنیل پرکاش ہے" آنے والے نے ہم سے چند قدم دور رک کر مشینی انداز میں بولنا شروع کردیا۔ "میں سیٹھ سوبھراج کا پرسنل سیکریٹری ہوں۔ بتایئے' میں آپ لوگوں کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟"

وہ ہم پانچوں سے اس قدر مرعوب ہوا تھا کہ اس نے یہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی کہ ہم کون تھے اور کہاں سے آئے تھے۔

"میرا نام کرنل داور ہے" میں نے مسکراتے ہوئے نرم لہجے میں کہا اور مصافحے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھادیا۔ عملی طور پر ہم ان سب کو مرعوب کرچکے تھے لیکن زبانی طور پر میں نے نرمی اختیار کیے رکھنے کا فیصلہ کیا ہوا تھا۔

"سر! مجھے بتادیا گیا تھا کہ آپ کسی وقت آئیں گے۔" سنیل نے ہاتھ ملاتے ہوئے' باچھیں پھیلا کر کہا "آئیں' میرے ساتھ اندر تشریف لے آئیں۔"

میں نے ان چاروں کو وہیں چھوڑا اور خود سنیل کے ساتھ اس کے دفتر کی طرف ہولیا۔

"آپ کو معلوم ہے کہ باس کل سے بنکاک۔" راستے میں سنیل نے بات شروع کی اور میں نے اس کی قطع کلامی کرتے ہوئے بتایا کہ مجھے سوبھراج کی غیر موجودگی کا علم تھا۔ میں اس سے بات کرنے کے بعد راج محل آیا تھا۔

سنیل کے مختصر سے دفتر میں بیٹھنے کے بعد میں نے کہا۔ "تم سوبھراج صاحب کے پرسنل سیکریٹری ہو۔ میں ان کی فیملی کے کسی فرد سے ملنا چاہتا ہوں تاکہ ان کی ایک شکایت کے بارے میں کچھ وضاحتیں پیش کرسکوں" سنیل سے وہ الفاظ کہتے ہوئے میں خود کو اوّل درجے کا احمق محسوس کررہا تھا۔

یہ ہمارے سسٹم کی خرابی تھی کہ میں ایک جانے بوجھے مجرم کے معمولی سے ملازم کے سامنے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور تھا۔

"ان میں سے کوئی بھی گھر پر نہیں ہے۔ سب لوگ گاؤں گئے ہوئے ہیں" اس نے سراپا انکسار بن کر مجھے آگاہ کیا۔

میں اندر ہی اندر بل کھا کر رہ گیا۔ اہلِ خانہ میں سے کسی کے موجود نہ ہونے کے سبب میں سنیل ہی سے بات کرنے کے لیے مجبور تھا۔ میں نے اس کے دفتر کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا "کل یہاں کون آیا تھا... کیا واقعہ پیش آیا تھا؟"

سنیل نے زر خرید آوارہ لڑکی اور ایس ٹی ایف کے آدمی کی وہی کہانی دہرادی جو سوبھراج مجھے فون پر سنا چکا تھا۔

"اس گھر کے دروازے کھلے نہیں رہتے۔ اس لڑکی کو اندر بلانے سے پہلے کوئی پوچھ گچھ نہیں کی گئی تھی؟" میں نے تحمل سے اس کی روداد سننے کے بعد سوال کیا۔

"وہ انگریز تھی' سب اس کے رنگ روپ سے دھوکا کھاگئے۔ ویسے بھی وہ انگریزی بول رہی تھی" سنیل نے چالاکی کے ساتھ ویرا کے لیے امریکی کے بجائے انگریزی کا لفظ استعمال کیا تھا۔

"وہ آوارہ تھی تو یہاں کیا لینے کے لیے آئی تھی؟" میں نے ٹٹولنے والی نظریں اس کے چہرے پر گاڑ دیں۔

"یہی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ باس ڈرنکس لے رہے تھے۔ انہوں نے میری نامی اس لڑکی کو بھی شریک کرلیا لیکن جب وہ گھٹیا حرکتوں پر اتر آئی تو وہ وہاں سے اٹھ گئے" سنیل نے جھوٹ کا پلندا کھولنا شروع کردیا "انہوں نے ہمیں پیچھا کرنے کی ہدایت دے کر ڈرائیور کو رخصت کردیا۔ میری اکیلی بیٹھی پیٹی رہی۔ جب وہ مدہوش ہوگئی تو ہمارا ڈرائیور اسے صدر کے علاقے میں چھوڑ آیا۔ وہاں سے شاید کوئی شوقین آدمی اسے لے گیا ہوگا۔"

"لڑکی کو لانے والا ایس ٹی ایف کا آدمی نہیں تھا؟" سنیل کے سامنے وہ صفائی پیش کرتے ہوئے غیر ارادی طور پر میرے لہجے میں ہلکی سی ترشی در آئی "اور اس کی گاڑی کی نمبر پلیٹ بھی جعلی تھی۔ میں نے یہ باتیں تمہارے باس کو بتادی ہیں مگران کی خواہش تھی کہ میں یہ سب تم کو بتادوں۔"

"جی' آپ بہت شریف اور مہربان افسر ہیں۔ میں تو بکتر بند گاڑی کے آنے کی خبر سن کر پریشان ہوگیا تھا۔ فون پر پہلی بار آپ سے بات ہوئی تو شاید آپ غصے میں تھے؟"

"یہ گھر بہت بڑا اور شاندار ہے" میں نے اس کے تبصرے کو نظرانداز کرکے توصیفی انداز میں کہا "کراچی میں اب ایسے گھر کم رہ گئے ہیں۔"

Downloaded from https://paksociety.com

"ہاں' باس کو گھر بنانے سنوارنے کا بہت شوق ہے۔ پرانا گھر توڑ کر انہوں نے سب کچھ نیا بنوایا ہے۔"

"نیا گھر ہے تو یہاں ہوائی حملے سے بچنے کے لیے کوئی تہ خانہ بھی ہوگا..... اس میں پانی رسنے کی شکایت تو نہیں ہے؟"

تہ خانے کے ذکر پر وہ لمحہ بھر کے لیے بوکھلا گیا پھر سنبھل کر بولا "تہ خانہ صرف باس کے استعمال میں رہتا ہے۔ اس کے بارے میں' میں زیادہ نہیں جانتا۔ ان کی غیر حاضری میں وہاں تالا لگا رہتا ہے۔"

اس نے ہوشیاری سے پیش بندی کر ڈالی تھی کہ میں تہ خانہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کروں تو وہ تالا لگا ہوا ہونے کی بنیاد پر مجھے ٹال سکے۔ وہ مجھے بات آگے بڑھانے کی کوئی راہ دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔

وہ سوبھراج کے اعتماد کا آدمی تھا۔ جوان' چالاک اور توانا تھا۔ ہروقت راج محل میں موجود رہتا تھا۔ سوبھراج کے لیے وہ اتنا اہم اور قابلِ اعتماد تھا کہ ملک سے فرار ہونے کے بعد بھی سوبھراج نے اس سے مسلسل رابطہ رکھا ہوا تھا۔ مجھے اچانک خیال آیا کہ وہ ارجن کا ممکنہ قاتل ہو سکتا تھا۔

میں دانستہ چند منٹ تک راج محل کے بارے میں اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا پھر میں نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اچانک سوال کر ڈالا "ارجن کمار سے تمہارے مراسم کیسے تھے؟"

وہ براہِ راست اور بہت جارحانہ سوال تھا۔ سنیل کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا۔ وہ فوری طور پر میرے سوال کا جواب نہیں دے سکا۔ قدرے خاموشی کے بعد وہ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا "میں کسی ارجن کو نہیں جانتا' آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟"

مجھے جو کچھ جانچنا تھا وہ میں نے جانچ لیا تھا۔ اگر سنیل ارجن کا قاتل نہیں تھا تو بھی قاتل کے بارے میں ضرور کچھ نہ کچھ جانتا تھا۔ میں نے ہنستے ہوئے' بات ٹالنے کے لیے کہا۔ "میں سوچ رہا تھا کہ تم اپنے باس کے ساتھ بڑے ہوٹلوں میں جاتے رہتے ہوگے اور وہاں کام کرنے والوں سے تمہاری دوستیاں ہوں گی' تم نے ارجن کا نام بھی سنا ہوگا؟"

"نہیں' یہ نام میرے لیے نیا ہے۔ باس باہر کہیں بھی جاتے ہیں تو مجھے ہروقت فون وغیرہ کا دھیان رکھنا ہوتا ہے۔ میں جلسے جلوسوں کے سوا ان کے ساتھ کبھی باہر نہیں جاتا۔" میرے ہونٹوں پر ہنسی دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی تھی

مشہور ترین چور نک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گراں قدر معاوضے پر چراتا ہے۔

ان حیرت انگیز چوریوں کی کہانیاں جو وقتاً فوقتاً ڈائجسٹوں میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔

کتابی شکل میں دستیاب ہیں

وہ دلچسپ کہانیاں جن کو آپ بار بار پڑھیں گے اور لطف اندوز ہوں گے

قیمت فی حصہ -/60 روپے ڈاک خرچ فی حصہ -/23 روپے

دونوں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ -/25 روپے

رقم بذریعہ منی آرڈر پیشگی روانہ فرمائیں

کتابیات پبلی کیشنز

رمضان مینشنز' بلور یا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ

فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551

kitabiat1970@yahoo.com

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

Downloaded from https://paksociety.com

"ویسے یہ ارجن کس ہوٹل میں ہوتا ہے؟"

"اسے بھول جاؤ' پتا نہیں مجھے یہ نام کیوں یاد آگیا تھا" میں نے اکتاہٹ اور بیزاری کا مظاہرہ کیا۔

ارجن کے دیدہ دلیرانہ قتل کی خبر شہر کے اخبارات نے نمایاں انداز میں شائع کی تھی مگر سنیل اس کی طرف سے بالکل انجان بن رہا تھا۔ مجھے یقین ہوچلا تھا کہ وہ اس واردات میں اپنے باس کا شریک کار تھا۔ وہ یہ بات اپنے باس کو ضرور بتاتا کہ کرنل داور نے اس سے ارجن کے بارے میں کچھ کریدنے کی کوشش کی تھی۔

"دراصل ارجن بھی تمہارا ہم مذہب تھا" میں نے لمحہ بھر کی خاموشی کے بعد سلسلہ کلام جوڑا "میرا خیال تھا کہ شہر میں معزز اور آسودہ حال ہندوؤں کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ وہ سب ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے ہیں۔ اس یقین کی وجہ سے میں نے براہِ راست تمہارے اور اس کے مراسم کے بارے میں پوچھ لیا تھا لیکن تمہارے جواب نے میرے خیال کی نفی کردی ہے۔"

"کراچی بہت بڑا شہر ہے۔ یہاں بڑی تعداد میں ہندو رہتے ہیں مگر وہ پورے شہر میں بکھرے ہوئے ہیں" میں نے محسوس کیا کہ میری وضاحت سے اس کے ذہن سے بوجھ ہٹ گیا تھا۔ وہ خوش دلی سے بتا رہا تھا "سر! آپ کو حیرت ہوگی کہ کراچی میں انتالیس ہندو مندر ہیں جن میں سے تئیس حکومت چلاتی ہے' بارہ ہندو پنچایت کمیٹیاں چلا رہی ہیں اور چار مندر ہندو رفاہی تنظیموں کے پاس ہیں۔ اتنی بھیڑ میں یہ ممکن نہیں ہے کہ سب ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے ہوں۔ ہاں' ذات اور برادری میں سب ایک دوسرے کی خیر خبر رکھتے ہیں۔"

اتنا کچھ بتانے کے باوجود اس نے ارجن سے اپنی کسی شناسائی کا اظہار نہیں کیا تھا مگر میں اپنے پہلے سوال کے جواب میں اس کے چہرے پر غیر ارادی طور پر ابھرنے والی تحریر پڑھ چکا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں نے راج محل آنے کا مقصد حاصل کرلیا تھا۔

وہ میری خاطر تواضع کے لیے مسلسل اصرار کرتا رہا لیکن میں نے ایک غدار کی کمین گاہ میں پانی کا ایک گھونٹ بھی پینا گوارا نہیں کیا۔

میں نے سنیل سے ارجن والے معاملے کی وضاحت کردی تھی اور اس نے خوش دلی کے ساتھ بظاہر بات ختم کردی تھی لیکن سب کچھ ویسا ہی نہیں تھا جیسا نظر آرہا تھا۔ ارجن کے نام کی اہمیت سے ہر فریق اچھی طرح واقف تھا۔ سنیل یہ بات فراموش نہیں کرسکتا تھا کہ ایس ٹی ایف کے کرنل داور نے اس سے ارجن کے بارے میں ایک ٹیڑھا سوال کیا تھا۔ وہ اس بات کا تذکرہ سوبھراج سے ضرور کرتا۔ میرا کیا ہوا سوال سوبھراج کے لیے لمحہ فکریہ پیدا کرسکتا تھا۔ وہ یہ بھی سمجھ سکتا تھا کہ اس کی پاکستان واپسی کی راہ اتنی صاف نہیں تھی جتنی نظر آرہی تھی لیکن اپنے کام میں پیش رفت کے لیے وہ سب بہت ضروری تھا۔

"یہاں جو کچھ ہوا' اس کے بارے میں' میں نے تمہاری اور سوبھراج صاحب کی کہانی سن لی لیکن آج کے اخبارات میں کچھ اور ہی شائع ہوا ہے۔"

"اخبار والے فسادی ہیں۔ انہیں ہر روز اپنے پتلے صفحات کا پیٹ بھرنا پڑتا ہے اس لیے وہ نت نئی کہانیاں تراشنے پر مجبور ہوتے ہیں" سنیل نے اپنا لب ولہجہ بگاڑے بغیر اخبارات کے خلاف اپنے دل کا غبار نکالا "آپ ان کی باتوں کو رہنے دیں۔ وہ ایک الگ واقعہ ہے۔"

"کیا عام لوگوں کے لیے یہ حیرت کی بات نہیں ہوگی کہ ایک ہی رات میں راج محل کے سلسلے میں دو بڑے واقعات رونما ہوئے ہیں۔"

"ہوا کریں... ہم اخبار والوں کے سامنے بے بس ہیں۔ انہیں ہر ایک کی پگڑی اچھالنے کی کھلی چھوٹ حاصل ہے" رفتہ رفتہ سنیل کا اعتماد بحال ہورہا تھا۔

"یہ معاملہ پگڑی اچھالنے سے زیادہ اہم ہے" میں نے زور دے کر کہا "ایک اخبار نے اسے گینگ وار قرار دیا ہے۔"

"یہ لغو باتیں ہیں۔ باس آئیں گے تو وہ اس منحوس اخبار کے مدیر اور مالکان کے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ ضرور کریں گے۔"

"وہ کب تک واپس آرہے ہیں؟" مجھے رواروی میں وہ سوال کرنے کا موقع مل گیا۔

"وہ دو چار روز میں لوٹ آئیں گے" اس نے مژدہ سنایا "ان سب لوگوں کے منہ بند ہوجائیں گے جو ان کی اچانک روانگی کو فرار قرار دے رہے ہیں۔"

"اچھا...!" میں نے حیرت سے کہا "کیا کچھ لوگ ایسا بھی کہہ رہے ہیں؟"

"مجھے موصول ہونے والی فون کالز سے یہی ظاہر ہورہا ہے کہ شہر میں ایسی بیہودہ افواہوں کا بازار گرم ہے۔"

"یہ میرے لیے نئی اطلاع ہے۔ میں نے ابھی تک ایسی کوئی بات نہیں سنی" میں نے کہا "ویسے ایک بات تم کو مان

Downloaded from https://paksociety.com

لینی چاہیے کہ کسی واقعے کے بارے میں جب حقائق دستیاب نہ ہوں تو افواہیں بہت تیزی کے ساتھ اور خود بخود پھیلنے لگتی ہیں۔ اس واقعے کے بارے میں راج محل کچھ بولتا ہے نہ پولیس افسران کچھ بتانے پر آمادہ ہیں۔"

"راج محل والے کچھ نہیں بتا سکتے۔ یہاں کے دو ملازم کسی سے پوچھے بغیر' خاموشی سے پیجیرو نکال لے گئے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ سیر و تفریح کے ارادے سے نکلے ہوں' اس کے بعد کیا ہوا' کچھ پتا نہیں۔ یہ بہت بڑی اور سنگین واردات ہے۔ اس کا کھوج لگانے کی ذمے داری پولیس کی ہے" اس نے کمال ہوشیاری سے راج محل کے صرف ان دو ملازموں کا ذکر کیا تھا جو پیجیرو کی پچھلی سیٹ پر پائے گئے تھے۔ ان میں سے ایک ویرا کے ہاتھوں مارا گیا تھا' دوسرا بے ہوش ہوا تھا۔ جو دونوں زندہ بچ کر بھاگ نکلنے اور واپس راج محل پہنچنے میں کامیاب ہو گئے' ان کا ذکر سنیل نے صفائی سے گول کر دیا تھا۔ جبکہ میں نے ان چاروں کو ویرا کے ساتھ' اپنی آنکھوں سے پیجیرو میں نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔

"وہ دونوں گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پائے گئے تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ راج محل کی پیجیرو کون چلا رہا تھا اور وہ کہاں غائب ہو گیا۔" اس بارے میں میرا سوال قطعی منطقی تھا۔ میں نے بلا جھجک وہ سوال کر ڈالا۔

"یہ ایک معمّا ہے جو میری سمجھ سے بھی باہر ہے۔ ہمارے دونوں آدمی وہی تھے جو گاڑی میں پڑے ہوئے ملے تھے" ان لوگوں کو اپنی کہانی تراشنے کے لیے خاصا وقت مل چکا تھا۔ سنیل کے جوابات سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس معاملے میں اپنے آقا کا دفاع کرنے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔"

"اس بارے میں پولیس نے تم لوگوں سے ضرور رجوع کیا ہو گا؟" میں نے اس سے تائید چاہی۔

"ان دونوں کی شناخت کے لیے میں پولیس اسٹیشن گیا تھا۔ اس وقت تک مجھے پتا نہیں تھا کہ پیجیرو وہاں سے کیسے نکل گئی اس لیے بیان وغیرہ دینے کی نوبت نہیں آئی۔ ابھی پولیس اپنے طور پر چھان بین کر رہی ہے۔"

"اگر تم یہی باتیں پریس کو بتا دو تو افواہوں کا زور ٹوٹ جائے گا" میں نے ہمدردانہ مشورہ دیا "شاید پولیس ابھی خاموش ہی رہے۔ یہ معاملہ سوبھراج صاحب کا نہ ہوتا تو اب تک اس علاقے کا پورا تھانہ یہاں ڈیرے ڈال چکا ہوتا۔"

"پولیس باس کی وجہ سے خاموش ہے تو ہمیں اپنا منہ کھولنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ بات طے ہے کہ وہاں دھواں دھار فائرنگ ہوئی لیکن کوئی گولی سے زخمی تک نہیں ہوا۔ ہمارے دونوں آدمی زہر کا شکار ہوئے ہیں۔ پولیس سرجن نے آج اس کی تصدیق کر دی ہے۔"

"تمہارا بے ہوش آدمی ہوش میں آ چکا ہے' وہ کیا کہتا ہے" میں بات کو آگے بڑھاتا رہا۔

"اسے پولیس والوں نے اپنی سخت نگرانی میں رکھا ہوا ہے۔ میں نے دور سے اسے شناخت کیا تھا۔ میری اس سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ اگر آپ اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر مجھے اس سے ملوا سکیں تو میں آپ کا شکر گزار رہوں گا۔"

میں ہنس پڑا "تم ایس ٹی ایف سے واقف نہیں ہو۔ ہم لوگ عام معاملات میں ذرا بھی دخل نہیں دیتے۔ اثر و رسوخ سے کام چلتا تو مجھے تم سے اس بارے میں اتنے سوالات کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ پولیس کے ذرائع سے مجھے ہر بات معلوم ہو گئی ہوتی۔"

"مجھے شبہ ہو رہا ہے کہ ہمارے اس آدمی نے اپنی گردن بچانے کے لیے گڑبڑ کر دی ہے" سنیل سوچتے ہوئے بولا۔ "شاید اس نے پولیس والوں کو کوئی فرضی کہانی سنا ڈالی ہے جس میں راج محل والوں پر بات آ جانے کا اندیشہ ہے۔ باس کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں کہ انہیں دو کوڑی کے ایک ملازم کے بیان پر پریشان کیا جا سکے۔ ان کی اپنی ایک ساکھ ہے۔ پولیس ان کے وقار کے منافی کوئی بھی قدم نہیں اٹھا سکتی۔ باس ایوان اقتدار کے در و دیوار ہلا کر رکھ دیں گے۔"

سوبھراج کی طرح اس کا ملازم بھی اقتدار کے نشے میں دھت تھا۔ ان دونوں کو اندازہ نہیں تھا کہ حالات کس رخ پر چل نکلے تھے اور ان کا کیا انجام ہو سکتا تھا پھر بھی میں نے اس کی خوش فہمی رفع کرنے کے لیے اسے بتایا "کسی بھی واردات میں عینی شاہد کی سب سے زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔ تمہارا زندہ بچ جانے والا آدمی نہ صرف ایک متاثرہ فریق ہے بلکہ اس خون آشام واقعے کا اکلوتا چشم دید گواہ بھی ہے۔ اس کے بیان کے سامنے کوئی حیثیت کام نہیں آ سکے گی۔"

"وہ میرا نہیں' باس کا ذاتی معاملہ ہے۔ پولیس والے سوچے سمجھے بغیر کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ وہ شخص خود چور ہے۔ باس کی اجازت کے بغیر راج محل سے پیجیرو لے بھاگا تھا۔ وہ لاکھ چشم دید گواہ ہو' یہ دیکھنا پڑے گا کہ وہ کہاں تک قابل اعتبار ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس ہونے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ان لوگوں نے باہمی مشاورت کے ذریعے ویرا کی ذات کو اس قصے سے نوچ کر بالکل الگ کر دیا تھا۔ ویرا کے فرار اور

Downloaded from https://paksociety.com

پجیرو کے واقعے میں کوئی فرق نہیں تھا۔ وہ اپنی جگہ پر ایک ہی واقعہ تھا۔ انہوں نے اپنے مفادات کے لیے اسے دو حصوں میں تقسیم کردیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ ویرا سامنے آکر ان کی کسی بات کی تردید کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ پولیس کی تفتیش کا سارا دارومدار اکلوتے گواہ پر تھا۔ اگر اسے جھوٹا اور بے اعتبار قرار دے دیا جاتا تو پھر پولیس کو وہی کچھ ماننا پڑتا جو راج محل والے کہہ رہے تھے۔

سنیل نے صرف اپنے شبہات کا اظہار کیا تھا لیکن مجھے پورا یقین تھا کہ اس کا اندیشہ درست تھا۔ وہ چور کی داڑھی میں تنکا والا قصہ تھا۔ پجیرو میں بے ہوش ہونے والے کو کچھ علم نہیں تھا کہ غیر متوقع ناکامی اور بربادی کے بعد اس کا آقا اس واقعے کو کیا رنگ دینا چاہ رہا تھا۔ اس نے مجبوری کے عالم میں پولیس والوں کو وہی کچھ بتایا ہوگا جو اس کے ساتھ پیش آیا تھا۔ سنیل کو معلوم تھا کہ اس کا یاس واقعات کو توڑ مروڑ رہا ہے۔ وہ دونوں ریکارڈ کی باتیں تھیں اور ان کا تضاد بالکل واضح تھا۔ وہ اول و آخر سامنے آنا ہی تھا۔ سنیل ایسا مرحلہ آنے سے پہلے گواہ کو مشکوک قرار دے کر اپنے باس کے بچاؤ کی راہ ہموار کررہا تھا۔

اس معاملے میں پولیس والوں نے مثالی رازداری کا مظاہرہ کیا تھا۔ کہیں سے کوئی بات لیک ہوکر اول خان کے کانوں تک بھی نہیں پہنچ سکی تھی۔ نچلی سطح پر کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا اور اعلیٰ ترین عہدوں پر بیٹھے ہوئے افسران سوبھراج کے ممکنہ سیاسی انتقام سے خائف تھے۔ وہ مجبوری کے عالم میں اس قصے میں ملوث ہوئے تھے۔ ان کے لیے صرف ایک ہی راہ باقی رہ گئی تھی کہ وہ مرکزی حکومت کو حقائق سے آگاہ کردیں۔

پولیس کا محکمہ صوبائی درجے کا حامل تھا۔ اس کا بڑے سے بڑا افسر بھی براہِ راست مرکز سے رجوع کرنے کا اختیار نہیں رکھتا تھا۔ وہ معاملہ صوبائی وزارت داخلہ کے ذریعے مرکز تک پہنچایا جاسکتا تھا جس کے لیے صوبے کے سربراہ کی منظوری ضروری تھی۔ اول خان اور جلالی کے ساتھ کام کرتے ہوئے میں نے اختیارات کی اس تقسیم اور توازن کے بارے میں بہت کچھ سیکھا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ پولیس کی تیار کی ہوئی' اس کیس کی سمری چل پڑی تھی۔ سرکاری عہدے دار اس سمری پر مرکز کے کسی فیصلے کے منتظر تھے۔ وہاں سے جواب آنے کے بعد ہی جمود ٹوٹ سکتا تھا۔ اس سے پہلے سوبھراج جیسے وی آئی پی کے خلاف کوئی قدم اٹھانا ممکن نہیں تھا۔

سوبھراج وہ سیاسی غنڈا تھا جس سے آئی بی اور ایس ٹی ایف جیسی مقتدر اور توانا ایجنسیوں کو دور رہنے کا مشورہ ملا تھا۔ وہ فیڈرل اتھارٹی کے تحت کام کرنے والے ادارے تھے۔ ان کے مقابلے میں پولیس کے صوبائی محکمے کی پوزیشن بہت کمزور تھی۔ مرکز کی اجازت کے بغیر وہ سوبھراج کی طرف ٹیڑھی نگاہ سے دیکھ بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ جو انفرادی جسارت کرتا اسے اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" میں نے اوپری دل سے سنیل کی تائید کی "یہ سوبھراج صاحب کی عزت اور ساکھ ہی ہے کہ میں آج ان کی ایک شکایت کے ازالے کے لیے یہاں موجود ہوں۔ پولیس والوں کو بھی ان کی طاقت اور پہنچ کا اندازہ ہے اسی لیے انہوں نے تم لوگوں کو بالکل پریشان نہیں کیا۔ معاملے کو دبائے بیٹھے ہیں۔ سوبھراج صاحب آئیں گے تو فیصلہ ہوجائے گا کہ پولیس کو اس کیس میں کیا کرنا ہے۔"

"سر! پولیس کو کچھ نہیں کرنا..... وہ کیا کرے گی؟" میری شہ پا کر وہ مزید شیر ہوگیا اور اپنی ہرزہ سرائی جاری رکھتے ہوئے بولا "پجیرو ہماری' مرنے والا ہمارا آدمی' بے ہوش ہو کر پکڑا جانے والا ہمارا آدمی۔ جب ہم ہی پرچہ درج نہیں کرائیں گے تو پولیس کو کچھ کرنے کا کیا حق ہے۔ باس مرنے والے کے بال بچوں کو ڈیڑھ دو لاکھ روپے دے دیں گے تو ان کی بھی زندگی بھر کی روٹیاں سیدھی ہو جائیں گی۔ یہ الٹی سیدھی گواہی کا کوئی چکر نہیں چلے گا۔"

وہ سوبھراج کی جاگیردارانہ سوچ تھی جو سنیل کے ذہن میں بہت دور تک سرایت کرچکی تھی۔ خود اس کا تعلق متوسط طبقے سے معلوم ہوتا تھا۔ ایک سفاک جاگیردار کا نمک کھا کر وہ خود اپنے اور اپنے سے نچلے طبقے کے خلاف بول رہا تھا۔ اس کے لیے انسانی زندگیوں کی قیمت اٹھارہ سے چوبیس لاکھ روپے فی درجن سے زیادہ نہیں تھی۔

"مقدمے سے مرنے والے کے وارثوں کو کیا ملے گا!" چند لمحوں کے سکون کے بعد سنیل نے بولنا شروع کردیا "ساری عمر عدالتوں کے دھکے کھاتے گزر جائے گی اور انصاف پھر بھی نہیں ملے گا۔ انصاف کے لیے مجرم کا پکڑا جانا ضروری ہے یہاں معلوم ہی نہیں کہ قاتل کون ہے تو انصاف کیا ہوگا۔"

"بس' تم سوبھراج صاحب کو یہ ضرور بتا دینا کہ میں اپنے وعدے کے مطابق یہاں آیا تھا۔" میں نے کرسی چھوڑتے ہوئے کہا۔

"سنیل بھی اپنی کرسی پیچھے دھکیل کر اٹھ کھڑا ہوا اور

Downloaded from https://paksociety.com

مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے بولا "سر! آپ برا نہ منائیں تو ایک دل کی بات کہہ دوں۔"

"ہاں ہاں' تم ہر بات کہہ سکتے ہو۔" میں نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔

"سر! یہ راج محل عزت داروں کا گھر ہے۔" اس نے عاجزانہ لہجے میں بات شروع کی "آئندہ آپ کو ادھر آنا ہو تو بکتر بند گاڑی میں نہ آئیں۔ بلاوجہ لوگوں کی آنکھیں اٹھتی ہیں۔ بس مجھے فون کر دیں میں آپ کے لیے مرسیڈیز بھجوا دوں گا۔"

اس کی وہ عاجزانہ جسارت گستاخی کی آخری سرحدوں کو چھو رہی تھی۔ اس کی بات سن کر میرا خون کھول کر رہ گیا۔ اگر میں ایس ٹی ایف کے سربراہ کے دیے ہوئے مشن پر وہاں نہ آیا ہوتا تو میں اسی لمحے سنیل کی گردن دبوچ لیتا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس پر ایک خشک سی نگاہ ڈالی اور تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔

وہ نوجوان ضرور تھا مگر کائیاں تھا۔ جلدی سے گھوم کر میز کے پیچھے سے نکلا اور خوشامدانہ انداز میں میرے راستے میں حائل ہو گیا "سر! میں معافی چاہتا ہوں۔ شاید میری التجا آپ کو بری لگ گئی۔ میں نے یہ بات اپنے باس کی طرف سے کہی تھی۔ وہ ایسی باتوں کو پسند نہیں کرتے۔"

"سنیل! تم نے شاید میرے نام پر غور نہیں کیا۔ میں فوج کا ریٹائرڈ کرنل ہوں۔ میری زندگی دھول اڑاتے صحراؤں' پتھریلی چٹانوں اور برف زاروں میں گزری ہے۔ بازو دی ہتھیار میرا زیور ہیں اور ٹائروں پر اچھلتے ہوئے فولادی ڈھانچے میری پسندیدہ سواری ہیں۔ مجھے لمبی چوڑی اور ٹھنڈی گاڑیوں میں سفر کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ ہمارے خیر خواہ ہماری ان چیزوں پر ناز کرتے ہیں' دشمنوں کو ان سے خوف آتا ہے۔ دعا کرو کہ مجھے دوبارہ راج محل میں نہ آنا پڑے۔ میں آیا تو اسی طرح آؤں گا۔"

یوں لگا جیسے میرا تلخ جواب سن کر اس کا سارا خمار کافور ہو گیا تھا۔ اس کی نگاہوں سے ہلکا سا خوف جھانکنے لگا۔ وہ قدرے کمزور آواز میں بولا "ہم نے ایک ساتھ بہت اچھا وقت گزارا۔ میں دل سے آپ کی عزت کرتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ ایک چھوٹی سی بات سے آپ کی دل آزاری ہوئی۔ باس سے آپ کی بات ہو تو اس کا ذکر نہ کیجئے گا۔ وہ ذرا ذرا سی بات پر طیش میں آجاتے ہیں۔ میں ان کو ناراض نہیں دیکھ سکتا۔"

"تم میری کوئی شکایت نہیں کرو گے تو میں بھی یہ کڑوی بات بھول جاؤں گا۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"آپ نے شکایت والی کوئی بات نہیں کی۔ بس ایک ذرا ارجن کا ذکر کیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ باس کو یہ بات بتانے میں کوئی حرج نہیں ہو گا۔"

اس کے یاد دلانے پر مجھے یاد آیا کہ میں نے سنیل سے اس بارے میں بات کر کے غلطی کی تھی۔ ارجن ان لوگوں کے لیے ایک حساس نام تھا۔ وہ تفصیل سن کر سوبھراج کو میرے خلاف سوچنے کی ایک راہ مل سکتی تھی۔ میں نے صاف انکار کر دیا "نہیں..... تمہاری طرح میں بھی سوبھراج صاحب کو برہم کرنے کے بارے میں نہیں سوچ سکتا۔ ارجن کی بات بالکل صاف ہو گئی ہے۔ وہ اخبارات میں چھپنے والا ایک نام تھا جو اچانک میرے ذہن میں آگیا۔ بہتر ہو گا کہ تم سوبھراج صاحب سے اس کا ذکر نہ کرو۔"

سنیل نے جھجکتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا "میں اس بارے میں خاموش رہوں گا۔"

کہنے کو اس نے وہ اقرار کر لیا تھا۔ اس نے بدمزگی کے حوالے سے اپنی کمزوری کا اظہار کر کے ایک موقع فراہم کر دیا تھا تو میں نے بھی ایک فوری خیال کے تحت اپنا مطالبہ پیش کر دیا تھا۔

ان لوگوں کے لیے ارجن کمار کا نام بہت اہم تھا۔ سنیل میری زبان سے اس کے ذکر کو آسانی سے فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ اس بارے میں وہ مجھ سے کئے ہوئے وعدے کی پاس داری نہیں کرے گا۔ اپنے آقا کو یہ بات ضرور بتائے گا کہ میں نے معذرتوں کے ساتھ ساتھ اس سے ارجن کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن اس بارے میں اس کو روکنے کی ایک کوشش کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔

وہ بات بظاہر طے کر لینے کے بعد میں اس کے دفتر سے باہر نکلتا چلا گیا۔ وہ میرے ساتھ ساتھ باہر تک آیا تھا۔

بکتر بند گاڑی کے پاس اسٹرائیک یونٹ کے چاروں اراکین اپنی رائفلیں سنبھال کر پوری مستعدی کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ کہیں سے گڑبڑ کا ذرا سا بھی خدشہ ہونے پر وہ بے دریغ گولیوں کی بارش چلا دیں گے۔ اس وقت راج محل کے پورے احاطے میں ان چاروں کے سوا اور کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ ملازمین کو ہماری آمد کے مقصد کا کوئی علم نہیں تھا۔ وہ بکتر بند گاڑی اور اس سے اترنے والے مسلح کمانڈوز سے خوف زدہ ہو کر ادھر

Downloaded from https://paksociety.com